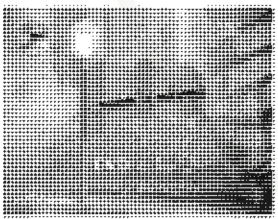
یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم هیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے هیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ



یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں ادرکنی

DVD version

لبیک یا حسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

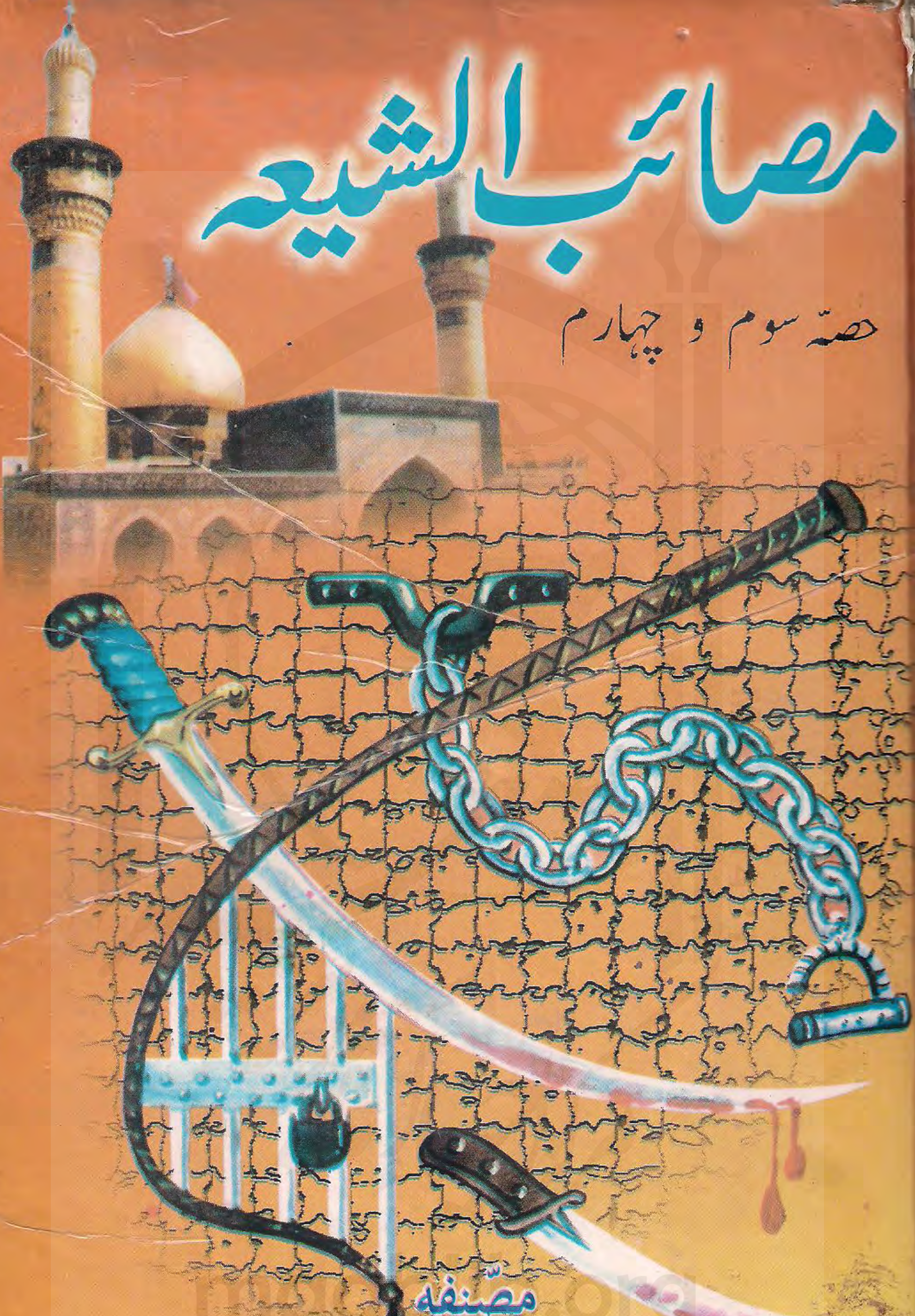
اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری۔

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

مصائب الشیعہ

حصہ سوم و چہارم



مصنفہ

ایۃ اللہ الحاج افتخار العلماء مولانا
سعادت حسین صاحب طاب ثراہ اعلیٰ اللہ مقامہ

باسمہ سبحانہ

احراقِ خانۂ فاطمہ زہراؑ سے عصرِ حاضر تک مسلسل

مصائب الشیعہ

حصہ سوم و چہارم

سنہ ۶۰ ہجری سے ۱۳۲ھ تک کے

خونچکان مصائب

مُصنّفہ

آیۃ اللہ الحاج افتخار العلماء مولانا سعادت حسین صاحب

طاب ثراہ اعلی اللہ مقامہ

پیش کردہ:

ادارۂ ناصر العلوم

ناشر: ادارۂ شیعہ مشن ۵۵/۹۰۳ حسین مارکٹ

کشمیری محلّہ روڈ رستم نگر لکھنؤ ۳

نام کتاب .... مصائب الشیعہ

مصنف .... مولانا سعادت حسین خاں طاب ثراہ

پیش کردہ .... ادارۂ ناصر العلوم

ناشر .... شیعہ مشن ۵۵/۹۰/۳ حسین مارکٹ رستم نگر لکھنؤ ۳

تعداد .... ایک ہزار

سنہ طباعت .... جولائی ۲۰۰۱ء

کمپیوٹر کمپوزنگ .... شعیب عالم ندوی، فون: 265134

ہدیہ .... Rs. [redacted]/=

ملنے کے پتے:

ادارۂ شیعہ مشن

۵۵/۹۰/۳ حسین مارکٹ کشمیری محلہ روڈ

رستم نگر لکھنؤ ۳۔ فون: 268969, فیکس 0522-260923

عباس بک ایجنسی

درگاہ حضرت عباسؑ رستم نگر لکھنؤ۔ ۳

فون: 269598,260756 فیکس: 260923 (0522)

ادارۂ تبلیغ واشاعت مصاحب گنج لکھنؤ

نظامی پریس بکڈپو وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

فون: 267964' 240672 فیکس: 0522-269993

باسمہٖ سبحانہ

میں اپنی اس ناچیز سعی کو انتہائی خلوص و عقیدت کے ساتھ استاذی العلام **معین الدین** سرکار نصیر الملت علامہ سید محمد نصیر صاحب قبلہ اعلی اللہ مقامہ کے نام نامی سے معنون کرتا ہوں جنہوں نے تحفظ شیعت کی خاطر قید و بند کی اذیتیں برداشت کیں، ۳۹ھ میں پولیس کی لاٹھیوں سے ایسے زخمی ہوئے کہ دوبارہ حیات کرامت سے کم نہ تھی اور اپنی پوری زندگی شیعوں کے حقوق منوانے اور ان کے تحفظ میں ختم کری۔

وہ نصیر الملت جن کی جدائی کا صدمہ کم ہونے کے بجائے زمانہ کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے

عقیدت کیش

سعادت حسین

عرض ناشر

۱۶؍ فروری ۲۰۰۱ء کو مصائب الشیعہ جلد اول اور جلد دوم کو یکجا کر کے کتابت کے لئے کمپیوٹر آپریٹر صاحب کو دے کر حج وزیارات کے لئے سفر پہ چلا گیا تھا وہاں سے ڈھائی مہینہ کے بعد واپسی ہوئی تو کتابیں طباعت کے لئے آمادہ تھیں اربعین سید الشہداء علیہ السلام بھی بالکل نزدیک تھا فوراً رات دن ایک کر کے حتی الامکان خامیوں کو دور کر کے کتابیں طباعت کے لئے دہلی روانہ کر دیں الحمدللہ ۶؍ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۹؍ مئی ۲۰۰۱ء کو کتاب طباعت کے مراحل سے گذر کر جلد بندی سے آراستہ ہو کر نشر کے لئے آمادہ ہوگئی اور ۸؍ ربیع الاول کو مومنین کے ہاتھوں میں پہونچ گئی مزید تعارف ونشر کے لئے ۱۷؍ ربیع الاول روز ولادت سرور عالم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حسینیہ ناظم صاحب مرحوم وکٹوریہ اسٹریٹ میں قدیم مشہور محفل مقاصدہ جو زیر انتظام انجمن سراج منیر منعقد ہوتا ہے اس معروف ومشہور کتاب کی رسم اجراء بدست شاگرد رشید افتخار العلماء خطیب العرفان مولانا مرزا محمد اشفاق صاحب شوق لکچرر شیعہ ڈگری کالج لکھنؤ انجام پذیر ہوئی ادارہ شیعہ مشن کے ارکان ان تمام حضرات کے شکر گذار ہیں جنھوں نے اس گراں قدر تصنیف کی پہلی دوسری جلد کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور مزید لوگوں کو خریدنے پر آمادہ کر رہے ہیں وہیں ارکان ادارہ آپ تمام قارئین سے انتہائی معذرت خواہ ہے کہ کتابت کی بے پناہ غلطیاں مصائب الشیعہ حصہ اول ودوم میں ہیں اسی لئے حصہ سوم و چہارم مصائب الشیعہ میں غلط نامۂ مصائب الشیعہ جلد اول ودوم چھاپ دیا گیا ہے برائے مہربانی معذرت قبول فرماتے ہوئے اپنی کتابوں میں اس غلط نامہ کو ملحق فرمالیں۔ ادارہ ان حضرات کا شکر گذار ہے جنھوں نے ادارہ کے ناتجربہ کار افراد کو کتابت کی غلطیوں سے آگاہ کیا۔ العذر عند کرام الناس مقبول۔

جلد سوم وچہارم آپ قارئین کے ہاتھوں میں ہے اس میں بھی اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو آگاہ فرمائیں انشاء اللہ رجب کے مہینے میں مصائب الشیعہ جلد پنجم وششم اور ماہ شعبان میں مصائب الشیعہ جلد ہفتم وہشتم ادارہ پیش کرنے کا مکمل ارادہ رکھتا ہے یہ دونوں جلدیں افتخار العلماء اکاڈمی اور شیعہ مشن دونوں کی طرف سے حاضر خدمت ہیں۔ گر قبول افتد زہ عزو شرف۔

والسلام علیکم۔

شیعہ مشن

۲۰۰۱/۸/۲۷ مطابق ۷؍ جمادی الثانی ۱۴۲۲ھ

فہرست مضامین مصائب الشیعہ حصۂ سوم

فحشية وقطعا جاهلية ليس فيها منار هدىً وال علم يُرىٰ۔

آگاہ ہو تم لوگوں کے لئے سب سے زیادہ فتنہ جس کے لئے میں ڈرتا ہوں بنوامیہ کا فتنہ ہے بنی امیہ کا فتنہ اندھا اور تاریک کن فتنہ ہے جس کا امر عام اور بلا خاص ہوگی جو اس میں بصیرت سے کام لے گا مبتلاء مصیبت ہوگا جو اس سے آنکھیں بند کرے گا بلا اس سے تجاوز ہو جائے گی میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے بعد تم لوگ بنی امیہ کو برا مالک پاؤ گے وہ کاٹنے والے اونٹ کی طرح ہوں گے جو اپنے منھ سے کاٹتا ہے ہاتھوں سے ٹیڑھا بکڑا چلتا ہے پیروں سے دفع کرتا ہے تم لوگوں میں صرف اُسے چھوڑیں گے جو ان کے لئے نافع ہو مضرّت رساں نہ ہو ان کی بلا برابر باقی رہے گی تم میں سے اگر کوئی ان سے مدد چاہے گا تو اس کا مدد چاہنا ایسا ہی ہوگا جس طرح غلام اپنے آقا سے یا ساتھی اپنے ساتھی سے مدد چاہے گا۔ تم پر ان کا یہ برا اور بدترین اور جاہلیت کے انداز کا فتنہ برابر جاری رہے گا نہ اس میں ہدایت کے منارے ہوں گے نہ علم کی روشنی نظر آئے گی۔

حضرتؑ کے اس قول کی تصدیق دور معاویہ بن ابی سفیان اور اس سے قبل و بعد کی اموی حکومتوں سے ہو جاتی ہے اس لئے کہ ان حکومتوں میں حلال و حرام کا امتیاز بالکل اٹھ گیا تھا حق کو ناحق اور باطل کو حق کہہ دینا تو معمولی سی بات تھی۔ اسی باطل نوازی و حق پوشی پر بڑی بڑی جاگیریں بہتر سے بہتر عہدے بے شمار زر و جواہر ملتے تھے۔ انتہاء یہ ہوگئی تھی کہ

مسلمان دھڑلّے سے قرآن کی تفسیر بالرائے کرتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف جھوٹی حدیثوں کی نسبت دیتا تھا اور اعزاز وانعام و اکرام کا مستحق بنتا تھا۔ اسی سلسلہ کی اہم ترین کڑی سب و شتم حضرت امیرؑ کے ساتھ آپؑ کے فضل و شرف کی روایتوں کے نقل و روایت کی ممانعت بھی تھی جو پورے دور بنی امیہ میں جاری وساری تھی۔

ظاہر ہے جن کے گھر سے ان بدعتوں کے چشمے پھوٹے ہوں جس کا باپ ان امور کا بانی ہو جس کے دادا دادی کا نفاق شہرۂ آفاق ہو جب وہ عین جوانی ہی میں تاج شاہی کا مالک بن جائے تو اس سے جو ظلم و جور بھی نہ سرزد ہو جائے کم ہے۔

یزید معاویہ سے سرکش کا بیٹا تھا' ابوسفیان ایسے نامی منافق کا پوتا تھا' ہندہ جگر خوارہ اس کی دادی تھی اس لئے اس کے دور حکومت میں شیعوں کو کہاں سے امن واطمینان حاصل ہو سکتا تھا اس کے اعوان و انصار بھی وہی تھے جو اس کے باپ کے تھے عمال حکومت بھی وہی لوگ تھے جو اب تک حکم معاویہ سے شیعوں کا خون چوس رہے تھے۔

پھر بنو اُمیہ کے اس اوباش شہزادے کی تربیت بدو عربوں میں ہوئی' اس کی ماں میسون ایک بدوی عرب گھرانے کی فرد تھی جو اپنے باپ ہی کے یہاں رہتی تھی یزید بھی اس کے ساتھ تھا اس لئے جنگلی عربوں کے جملہ عادات و خصائل قبیحہ اس کے رگ وپئے میں سرایت کر گئے تھے وہ جب اپنے باپ کے پاس آیا اور دولت کی فراوانی دیکھی' باپ کو اسلام اور

احکامِ اسلام کو پامال کرتے دیکھا' اپنے گھر میں حلال و حرام کے امتیاز کو نایاب پایا' دن رات حضرت علیؑ پر سب و شتم اور ان کے شیعوں کو انواع و اقسام سے قتل ہوتے دیکھا تو وہ عربوں کے جملہ خصائل قبیحہ جو اس کی گھٹی میں داخل ہو چکے تھے ان کے پھلنے پھولنے کا موقع مل گیا۔

اس پر قیامت یہ ہوئی کہ اس اوباش شہزادے کی معاویہ نے ہمت افزائی شروع کر دی یزید جس بری سے بری چیز کی خواہش کرتا معاویہ اسے پورا کرتا تھا خواہ احکامِ شرعیہ تباہ و برباد ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

حد یہ ہے کہ اس کی خواہشات کے پورا کرنے کے لئے اپنی جوان لڑکیوں سے بھی کام لیتا تھا جیسا کہ اُرینب بنت اسحاق اور عبداللہ بن سلام کے واقعہ طلاق سے ظاہر ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ یزید اُرینب پر عاشق ہو گیا تھا جب اس کی خبر معاویہ کو پہونچی تو اس نے اپنے شراب خوار و فاسق و فاجر بیٹے کی اس خواہش کو پورا کرنے کے لئے مکر و فریب سے کام لیا چنانچہ اس پورے قصہ کو ابن قتیبہ نے کتاب "الامامۃ والسیاسۃ" میں تحریر کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب معاویہ کو اپنے غلام رفیق کی زبانی یہ معلوم ہوا کہ یزید اُرینب بنت اسحاق پر عاشق ہو گیا ہے تو اس نے اپنے شراب خوار بیٹے یزید سے کہا کہ اے بیٹا اپنے راز کو پوشیدہ رکھ اور صبر سے کام لے اس لئے کہ اظہار میں کوئی نفع نہیں ہے جو کچھ ہونے والا ہے وہ ہو کے رہے گا۔

اُرینب اپنے زمانہ میں جمال و کمال اور کثرت مال کے لحاظ سے

ضرب المثل تھی اور اپنے چچا کے بیٹے عبداللہ بن سلام قرشی کے نکاح میں تھی اور عبداللہ معاویہ کی نظر میں صاحب شرف و منزلت تھا اسی لیئے اسے عراق کا حاکم بنا رکھا تھا اب یزید کے معاملہ سے نہایت مہموم و مغموم ہوا لہٰذا حیلہ بازی شروع کی اور غور کیا کہ کیونکر یہ دونوں جمع ہو سکتے ہیں تاکہ یزید کی خوشی ہو جائے۔ پس بہ عجلت تمام اس کے شوہر کو عراق سے طلب کیا اور اس کو ایسے امر کی بشارت دی گئی تھی جس میں اس کو حظ کامل حاصل ہو گا جب وہ حاضر ہوا تو اس کو عالی شان محل میں اُتارا اور بہت خاطر مدارات کی پھر معاویہ نے ابوہریرہ اور ابودرداء کو اپنے پاس بلایا۔ یہ دونوں اس وقت شام ہی میں موجود تھے۔ ان سے کہا کہ میری لڑکی بالغ ہو گئی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کا نکاح کر دوں تاکہ میرے بعد والے بھی میرے عمل پر کاربند ہوں اس لئے کہ مجھے خوف ہے کہ میرے بعد امراء و حکام اپنی بیٹیوں کو بٹھا نہ رکھیں میں اس کے لئے عبداللہ بن سلام کو دینداری و صاحب فضیلت و ادب ہونے کی وجہ سے پسند کرتا ہوں لہٰذا آپ دونوں صاحب میری طرف سے عبداللہ سے اس کا تذکرہ کریں میں لڑکی سے بھی اس کے متعلق مشورہ کروں گا مجھے امید ہے کہ وہ میری رائے سے باہر نہ ہو گی۔ پس یہ دونوں عبداللہ بن سلام کے پاس آئے اور معاویہ کے قول کی اطلاع دی وہ بہت فرحان و شادان ہوا اور شکر خدا بجالایا اور معاویہ کو یہ دعائیں دیں۔ پھر ان دونوں کو اپنی طرف سے پیام دے کر معاویہ کے پاس بھیجا۔ جب یہ دونوں آئے تو

اپنے نفس سے شر کو دفع کر سکے۔ پھر چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے اور اُن کو خوب اچھی طرح سے باندھ دیا اور اُن سے کہا کہ اپنی گردن بڑھاؤ جناب ہانی نے جواب دیا کہ میں گردن نہیں بڑھاؤں گا اور اپنے قتل میں تمہاری مدد نہیں کروں گا۔ اس کے بعد عبید اللہ کے غلام رشید ترکی نے تلوار کا وار کیا جو خالی گیا جناب ہانی نے کہا کہ خدا ہی کی طرف بازگشت ہے پروردگارا میں تیری رحمت ورضا کی طرف آرہا ہوں پھر اُس نے دوسرا وار کیا اور قتل کر دیا۔

ابن زیاد نے جناب مسلم اور ان کے سر کے لئے حکم دیا کہ یزید کے پاس لے جائے جائیں چنانچہ ان دونوں کے سروں کو ہانی وداعی اور زبیر تمیمی کے ہاتھ دمشق روانہ کر دیا۔ جیسا کہ حالات جناب مسلم میں ذکر ہو چکا ہے۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ جب ہانی و مسلم کی خبر شہادت امام حسین علیہ السلام تک پہونچی تو آپؑ نے مکرر فرمایا رحمة الله عليهما۔ پھر آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ طبری کہتا ہے کہ جب جنگ قازر پیش آئی (جس میں عبید اللہ بن زیاد ۶۶ھ میں ابراہیم بن مالک اشتر کے ہاتھوں سے مارا گیا تھا تو) عبدالرحمٰن بن حصین مرادی نے رشید کو دیکھ لیا اور کہا کہ خدا مجھے قتل کرے اگر میں رشید کو نہ قتل کروں یا اُس کے سامنے نہ قتل ہو جاؤں پھر اُس کے اوپر نیزے سے حملہ کر کے قتل کر کے اپنی جگہ واپس آگئے۔ (ترجمہ ابصار العین ص ۱۹۶)

عمارہ بن صلخب ازدی

حضرت مسلم کے وارد کوفہ ہونے کے بعد جن لوگوں نے حضرت مسلم کی بیعت کی تھی ان میں جناب عمارہ بھی داخل تھے۔ شیعیان کوفہ میں ان کا شمار تھا ترجمہ ابصار العین (ص ۲۴۸) میں اُن کے حالات میں مرقوم ہے کہ عمارہ بھی شیعوں میں داخل تھے حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھوں پر کوفہ میں بیعت کی تھی اور آپ کے ساتھ جنگ کے لئے نکلے تھے جب حضرت مسلم گرفتار کر لئے گئے اور قتل کر دئے گئے تو اُن کو بھی ابن زیاد نے طلب کیا اور پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو اُنہوں نے جواب دیا کہ میں ازدی ہوں یہ سُن کر اس نے حکم دیا کہ انکو ان کی قوم میں لے جاؤ اور قتل کر دو۔ ابو جعفر (طبری ج ۶ ص ۲۱۴) کہتے ہیں کہ جناب عمارہ کو بنو ازد میں لایا گیا اور ازدیوں کے سامنے قتل کر دیا گیا۔

عبدالاعلیٰ بن یزید کلبی علیمی

جناب عبدالاعلی بن یزید کلبی علیمی نامور شیعہ شجاع و بہادر وجیالے اور شہسوار انسان تھے ترجمہ ابصار العین (ص ۲۴۵) میں ان کے بارے میں منقول ہے کہ:

یہ شہسوار و بہادر شیعہ تھے کوفہ کے رہنے والے تھے۔ جن لوگوں

نے حضرت مسلم کے ساتھ کوفہ میں جنگ کی تھی ان میں داخل تھے۔

جب کوفہ والوں نے حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا تو کثیر بن شہاب نے ان کو گرفتار کر کے عبید اللہ بن زیاد کے سپرد کر دیا اُس نے اُن کو قید خانہ میں ڈال دیا۔

ابو مخنف کہتا ہے کہ جب حضرت مسلم قتل کر دئے گئے تو عبید اللہ بن زیاد نے ان کو طلب کیا اور اُن کی حالت دریافت کی اُنہوں نے جواب دیا میں تو دیکھنے کے لئے آیا تھا ابن زیاد نے کہا اس پر قسم کھاؤ اُنہوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا (اُس وقت) اُن کو جبانہ سبیع میں لایا گیا اور وہیں قتل کر دئے گئے۔

بعینہ طبری میں بھی یہی موجود ہے۔ (ج ۶ ص ۲۱۴)

جناب عبد الاعلی کا قسم نہ کھانا بتاتا ہے کہ نصرت حضرت مسلم کے لئے نکلے تھے کہ گرفتار کر لئے گئے۔

قسم نہ کھا کر ظالم عبید اللہ ابن زیاد کے گرفت میں آکر شہادت قبول کرنا ان کے کمال تشیع کی دلیل ہے۔

عبد اللہ بن حارث بن نوفل

تاریخ طبری میں ہے کہ جناب مسلم کے ساتھ جنگ کے لئے مختار ابن ابو عبید اور عبد اللہ بن حارث بن نوفل بھی نکلے تھے۔ جناب مختارؒ کے ہاتھ میں سُرخ جھنڈا تھا اور عبد اللہ بھی سُرخ نشان لئے تھے۔

الغرض جب کوفہ والوں نے جناب مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا تو عبیداللہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ مختار اور عبداللہ کو تلاش کیا جائے۔ چنانچہ یہ دونوں بزرگوار گرفتار کر لئے گئے اور قید خانہ میں ڈال دئے گئے (طبری۔ ج ۶ ص ۲۱۵) جناب مختار کی گرفتاری و رہائی و عوض خون امام حسینؑ لینا معلوم ہے مگر عبداللہ کا کیا حال ہوا معلوم نہیں لیکن جناب مختارؒ کی طرح ان کا علمبردار ہونا بتاتا ہے کہ جس پائے کے شیعہ جناب مختارؒ تھے اُسی منزلت کے مالک جناب عبداللہ بھی تھے۔

رُشید ہجری

جناب رُشید امیرالمومنین علیہ السلام کے مخصوص اصحاب میں شامل تھے حضرتؑ کے بڑے مُحب، زبردست مخلص اور فدائی تھے۔ جناب رُشید نفس پاکیزہ و سیرت پسندیدہ رکھتے تھے۔ خود امیرالمومنین علیہ السلام ان کو رُشید البلایا کہا کرتے تھے۔ بات یہ تھی کہ ان کے صفائے باطن و نفس پاکیزہ کے سبب سے حضرتؑ نے ان کو علم البلایا و المنایا کی تعلیم دی تھی۔ یعنی حضرتؑ کی تعلیم کی برکت سے یہ باخبر تھے کہ کس پر کیا مصیبت آنے والی ہے کس کی موت کب واقع ہو گی۔ ان کا یہ علم ایسا تھا کہ آئمہ معصومین علیہم السلام جب غیب کی خبر دیتے تھے اور اصحاب میں سے کسی کو شک و شبہ ہوتا تو اُن کی غیب دانی کو بطور ثبوت و شاہد پیش کرتے تھے چنانچہ اس طرح کی دو روایتیں علامہ مجلسی علیہ

الرحمہ نے بحار الانوار (ج ۹ ص ۱۴۷۔ ۱۴۳) میں تحریر کی ہیں جن میں سے ایک روایت میں ہے کہ عبد صالح ابوالحسن امام رضا علیہ السلام ایک شخص کو اس کے موت کی خبر دے رہے تھے تو میں نے (راوی) اپنے دل میں کہا کہ کیا حضرتؑ یہ بھی جانتے ہیں کہ اُن کے شیعوں میں سے کوئی کب مرے گا۔ جیسے ہی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا حضرتؑ نے مجھ سے غصہ کے لب و لہجہ میں فرمایا اے اسحاق رشید ہجری تو علم المنایا والبلایا کو جانتے تھے پھر امام تو بدرجہ اولیٰ ان چیزوں کو جانے گا۔

جناب رُشید بڑے عابد و زاہد و متقی و پرہیز گار تھے۔ ایک دن ان کی کثرت عبادت کو دیکھ کر ان کی بیٹی قنوا نے کہا بابا آپ تو عبادت میں محنت و مشقت کرتے ہیں فرمانے لگے بیٹی میرے بعد ایک قوم آئے گی جو اپنے دینی سمجھ بوجھ کے اعتبار سے اگلے لوگوں کی بہتر سے بہتر عبادتوں سے اشرف و افضل ہو گی۔ (بحار الانوار ج ۹ ص ۱۴۳)

بیٹی سے جناب رُشید کی یہ گفتگو زمانہ غیبت کے مخلص شیعوں کے فضل و شرف کو ظاہر کر رہی ہے اس لئے کہ زمانہ رُشید میں تو امام ظاہر بظاہر موجود تھے جناب رشید نے امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کی زیارت بھی کی تھی آپ سے علوم و فنون کو حاصل بھی کیا تھا۔ آپ کے معجزات بھی دیکھے ہوں گے۔ اس لئے ان کا مذہب کی سچائی پر یہ یقین کہ ہاتھ پیر کٹوا دیئے، زبان گدّی سے کھنچوا دی اور مذہب حق پر باقی رہے، اخلاص سے عبادت خالق اکبر کرتے رہے لیکن زمانہ غیبت کے

شیعہ باوجودیکہ امام علیہ السلام کی خدمت میں بظاہر نہ پہنچیں گے ان کے معجزات کا مشاہدہ نہ کریں گے لیکن ان کو اپنے مذہب پر ایسا یقین ہوگا کہ اپنے مذہب پر ثابت قدم رہیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور امامؑ کی امامت کا سچا یقین رکھیں گے۔ احکام خدا و آئمہؑ کے پابند رہیں گے اس لئے اُن کی یہ دینی سمجھ بوجھ عبادت گزار افراد کی بہتر سے بہتر عبادت سے افضل و بہتر ہوگی۔

عظمت جناب رُشید ہجری:

جب انسان اپنے خالق کا ہو جاتا ہے اور ہر چیز میں مرضی باری کو مقدم کرتا ہے۔ ہر امر میں اُسی کا مطیع فرمانبردار رہتا ہے اور کثرت عبادت انتہائے زہد وورع و تقویٰ سے نفس میں جلاء' باطن میں پاکیزگی پیدا کر لیتا ہے تو پھر اس سے ایسے ایسے کرامات ظاہر ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر عقل حیران و ششدر رہ جاتی ہے۔ ہر انسان اس کا تحمل نہیں کر سکتا ہے۔

بدقسمتی سے ہم ایک ایسے زمانے میں ہیں جب انبیاء و مرسلین وائمہ کے معجزات کو سُن کر بعض روشن خیال اور مغرب زدہ افراد چین بجبیں ہو جاتے ہیں پھر اگر ان کے سامنے خاصان خدا اور بزرگان دین میں سے کسی کی کرامت بیان کی جائے تو خدا جانے ان کی کیا حالت ہو گی۔ تعجب نہیں ہے کہ وہ اسے سُن کر جامے سے باہر ہو جائیں لیکن دنیا میں شاید ہی کوئی

قوم ایسی ہو جو اس کی قائل نہ ہو کہ دنیا میں ایسے افراد گزرے ہیں جن سے ایسے افعال سرزد ہوئے ہیں جن کو عام طور سے لوگ نہیں کر سکتے ہیں ہر قوم وملت اپنے بزرگان قوم وملت کے لئے اس کی قائل ہے۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم انبیاء و مرسلین کے علاوہ جب اولیاء اللہ کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو اُن کی زندگی کرامات سے لبریز نظر آتی ہے اور بکثرت ایسے واقعات ملتے ہیں جو خلاف عادت ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو قائل ہونا پڑتا ہے کہ وہ با کرامت تھے۔

خود قرآن مجید نے متعدد مقامات پر ایسے افراد کے کرامتوں کا ذکر کیا ہے جو نبی نہیں تھے اُن میں کچھ مرد ہیں کچھ عورتیں ہیں۔

مردوں میں سے آصف بن برخیا ہیں جن کا ذکر قرآن ان الفاظ میں کرتا ہے:

قال یاایھاالملؤ ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یأتونی مسلمین۔ قال عفریت من الجن انا اٰتیك به قبل ان تقوم من مقامك وانی علیه لقوی امین۔قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك۔

(النمل آیہ ۳۸۔۳۹۔۴۰)

(جناب سلیمانؑ) نے کہا اے لوگو! تم میں سے کون شخص (بلقیس) کے تخت کو ان کے مسلمان ہو کر آنے سے پہلے میرے پاس لائے گا۔ ایک دیو نے کہا کہ میں آپ کے اس جگہ سے کھڑے

ہونے سے پہلے لے آؤں گا اور میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور امین ہوں جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا اُس نے عرض کیا کہ میں تخت بلقیس آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

آصف کا یہ واقعہ قرآن مجید نے نقل کیا ہے اُن کے ایسے باکرامت ہونے کی خبر دے رہا ہے کہ چشم زدن میں ملک سبا سے جناب سلیمانؑ کے پائے تخت تک بلقیس کا تخت لے آئے۔ جب سلیمانؑ کے اصحاب ایسے باکرامت ہو سکتے ہیں تو کیا اصحاب امیر المومنین علیہ السلام باکرامت نہیں ہو سکتے؟

اگر یہ کہا جائے کہ جناب آصف کے لئے اقوال ہیں کہ وہ جناب سلیمانؑ کے وصی تھے اور وصی نبی کا صاحب اعجاز و کرامت ہونا تعجب خیز نہیں اس لئے ان پر غیر وصی نبی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اگر ہم اسے تسلیم بھی کر لیں تو بھی قرآن نے اور بہت سے افراد کا تذکرہ کیا ہے جو نہ نبی تھے نہ وصی نبی تھے لیکن صاحب کرامت تھے جیسے اصحاب کہف یہ محقق ہے کہ یہ افراد پہلے کافر تھے ایمان لائے اور بعد ایماں ایسے باکرامت کہ حسب تصریح قرآن میں اب تک موجود ہے وہ دنیا میں موجود ہیں زندہ ہیں غذا کھاتے ہیں کروٹیں بدلتے ہیں اس واقعہ کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من اٰیاتنا عجبا۔ اذاوی الفتیۃ الی الکھف فقالوا ربنا اٰتنا

من لدنك رحمة وهئ لنا من امرنا رشدا فضربنا على اٰذانهم فى الكهف سنين عددا ثم بعثنهم لنعلم اى الحزبين احصىٰ لما لبثوا امدا۔(سورۂ کہف آیہ ۹۔ تا ۱۲)

کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ اصحاب کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھے جب کچھ جوان ایک غار میں آپہونچے اور دعا کی پالنے والے ہم کو اپنی بارگاہ سے رحمت عطا کر اور ہم کو ہمارے امر میں ہدایت عطا کر تب ہم نے اُن کے کانوں پر کئی سال تک پردے ڈال دیئے پھر ہم نے ان کو بیدار کر کے بھیجا تا کہ یہ معلوم کریں کہ دو گروہوں میں سے کس کو غار میں ٹھہرنے کی مدت یاد ہے۔

یہ واقعہ ہم کو چند چیزیں بتا رہا ہے۔

اصحاب کہف با کرامت ہیں۔

اصحاب کہف زندہ ہیں۔

اصحاب کہف دنیا میں غار میں سو رہے ہیں۔

سوتے سوتے مدت کے بعد بیدار ہوئے۔ پھر سو گئے۔

اصحاب کہف دنیا میں موجود ہیں غار میں سو رہے ہیں دنیا کو اب تک نہ وہ نظر آئے نہ غار ہی دکھائی دیا۔ حیرت یہ ہے کہ جس زمانہ میں غار میں آکر وہ پوشیدہ ہوئے تھے اُس زمانہ کے لوگوں کو نہ وہ نظر آئے نہ غار نظر آیا۔ پس اگر اصحاب حضرت امیرؑ میں یہ کرامتیں پائی جائیں تو محل حیرت واستعجاب کیا ہے۔

عورتوں میں والدہ جناب موسیٰ' والدۂ جناب عیسیٰ باکرامت معظّمہ تھیں قرآنی آیات اس کا بھی تذکرہ کرچکی ہیں۔

ان تذکروں کے بعد ایک مسلمان تو انکار کرہی نہیں سکتا ہے کہ دنیا میں کچھ افراد ہو سکتے ہیں جن سے ایسے افعال سرزد ہوں جو عام طور سے طاقت بشری سے خارج ہوں۔ قرآن مجید اور احادیث سے قطع نظر کرکے اگر خالص عقلی اعتبار سے نظر ڈالی جائے تو بھی یہ ممکن ہے محال و ناممکن نہیں ہے خود معجزات کا تعلق بھی انہیں چیزوں سے ہوتا ہے جو محال عقلی نہ ہوہاں عادتاً اس طرح کی بات نہ ہوتی ہو۔ اس لئے عقل اس کو ناممکن نہیں سمجھتی ہے کہ ایک شخص کسی مجمع کی طرف سے گزرے وہ لوگ اُسے دیکھ نہ سکیں یا کسی ایسے شخص کے پاس آئے جو اُس کو دشمن رکھتا ہو اور وہ اُسے نہ پہچانے اور نہ سمجھ سکے کہ یہ وہی شخص ہے جو فلاں جرم میں مطلوب ہے' بلکہ اُسے اپنا دوست خیال کرے۔ جب عقلی اعتبار سے یہ محال نہیں اور اس طرح مسائل میں داخل نہیں ہے کہ بیک وقت ایک ہی اعتبار سے ایک ایک بھی ہو اور دو بھی۔ تو پھر اگر کسی خدا رسیدہ شخصیت سے اس طرح کے افعال سرزد ہوئے ہوں تو کیا خرابی لازم آتی ہے۔

اس تمہید کے بعد اب عظمت جناب رشید کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے کمالات روحانی و نفسانی کو دیکھئے علامہ مجلسی بحار الانوار (ج ۹ ص ۱۵۷) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"جب جرم محبت حضرت امیر علیہ السلام میں زیاد نے جناب رُشید کی گرفتاری کا حکم دے دیا اور وہ روپوش ہو گئے تو ایک دن ابو اراکہ (جو کوفہ کے ایک رئیس تھے) کے گھر آئے۔ ابواراکہ اس وقت اپنے مصاحبین کے ساتھ اپنے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے ابواراکہ نے جب یہ دیکھا کہ رشید میرے گھر میں چلے گئے تو بہت گھبرائے۔ خوف زدہ رشید کے پاس آئے کہنے لگے تم نے مجھے بھی قتل کیا اور میرے بچوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ رشید نے کہا کیا بات ہے تم کیوں گھبرا رہے ہو۔ ابواراکہ نے کہا کہ تم کو زیاد گرفتار کرنا چاہتا ہے تم بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے میرے یہاں آ گئے سب نے تم کو یہاں آتے دیکھ لیا (زیاد کو خبر ہو گئی تو) وہ مجھے زندہ رہنے دیگا نہ میرے بچوں کو۔ رشید نے کہا تم گھبراؤ نہیں مجھ کو تمہارے یہاں آتے ہوئے کسی نے بھی نہیں دیکھا ہے۔ ابواراکہ نے کہا کیا تم جادو بھی کرنے لگے (ابھی ابھی) سب کے سامنے آئے ہو انہوں نے ضرور دیکھا ہوگا رشید نے کہا نہیں تم مطمئن رہو مجھے کسی نے نہیں دیکھا ہے۔ یہ سُن کر ابواراکہ نے رشید کے ہاتھ پیر باندھے اور ایک کوٹھری میں بند کر دیا اور اپنے اصحاب کے پاس آئے کہنے لگے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بزرگ اس وقت میرے گھر میں گئے ہیں سب نے کہا غلط ہے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ہماری موجودگی میں تمہارے یہاں کوئی شخص نہیں گیا ہے ابواراکہ

نے کئی مرتبہ یہ بات کہی ان کے اصحاب اس سے انکار کرتے رہے لیکن ابوارا کہ کو اطمینان نہ ہوا دل میں کہنے لگے ممکن ہے ان لوگوں نے رشید کو میرے گھر آتے ہوئے دیکھا ہو مگر مجھ سے چھپا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی شخص اس کی اطلاع زیاد کو دے دے یہ اسی شش و پنج میں گھبرائے ہوئے زیاد کے پاس آئے تا کہ یہ معلوم کریں کہ اُسے رشید کو میرے گھر آنے کی اطلاع تو نہیں ہوئی اگر اسے اطلاع دے دی گئی ہے تو میں خود اس سے کہہ دوں گا کہ رشید میرے گھر میں موجود ہیں۔ ابوارا کہ زیاد کے پاس آئے اُن سے اور زیاد سے دوستی تھی اس سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ دیکھا اُنہیں کے خچر پر سوار ہو کر رشید زیاد کے پاس آئے ابوارا کہ کے حواس جاتے رہے چہرے کا رنگ اُتر گیا اور یہ یقین کر لیا کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ رشید خچر سے اُتر کر زیاد کے پاس آئے اُسے سلام کیا زیاد نے اُن کی تعظیم کی گلے سے لگایا بوسہ لیا پوچھنا شروع کیا کیسے آئے ہو راستہ میں کوئی زحمت تو نہیں ہوئی تمہارے بچے کیسے ہیں؟ محبت سے داڑھی میں ہاتھ دیا۔ رُشید تھوڑی دیر ٹھہرے اور چلے گئے۔ ابوارا کہ نے زیاد سے دریافت کیا اے امیر یہ کون بزرگ تھے؟ زیاد نے کہا یہ تو برادران شام میں سے ایک شخص تھے مجھ سے مل کر واپس چلے گئے۔ ابوارا کہ یہ سب دیکھ کر جب گھر آئے تو دیکھتے ہیں کہ رشید اسی طرح گھر میں موجود ہیں جس طرح چھوڑ کر

گئے تھے۔ اُس وقت ابوارا کہ نے رشید سے معذرت کی اور کہنے لگے جب تمہارے پاس ایسا علم موجود ہے تو تمہارا جو جی چاہے کرو اور جب تمہارا دل چاہے میرے یہاں آؤ"۔

اُس پُر آشوب دور میں جب دشمنی اہلبیتؑ طاہرین کی آگ بھڑک رہی ہو اُن کے فضائل مٹائے جا رہے ہوں' کمالات پر پردے ڈالے جا رہے ہوں۔ جھوٹی حدیثیں بنائی جا رہی ہوں حضرت علیؑ پر علی الاعلان سب و شتم ہو رہا ہو اس طرح کی با کرامت شخصیتوں کی ضرورت تھی تا کہ ارباب ایمان کے عقائد میں پختگی۔ اہلبیتؑ کی محبت میں اضافہ اور ائمہؑ کی صحیح معرفت حاصل ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ رشید اور ان کے مانند اصحاب کی سیرت پڑھ کر ہماری سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کی ذریت طیبہ کے کمالات کیا تھے۔

ان کی شہادت کے سلسلہ میں روایتیں مختلف ہیں علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ (ج ۱ ص ۲۱۱) اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار (ج ۹ ص ۱۴۷) میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ زیاد ابن ابیہ نے ان کے ہاتھ پیر اور زبان کٹوائی اور سولی پر چڑھا دیا لیکن مجلسی علیہ الرحمہ نے اس سے قبل ص ۱۴۳ پر ان کا قاتل زیاد کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد کو تحریر کیا ہے اس کی تائید بحار جلد ۱۰ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں حبیب اور میثمؑ کی بازار کوفہ میں ملاقات و گفتگو اور ایک دوسرے کے قتل کا ذکر

ابو سالم میثم بن یحیی تمّار

جناب میثم امیر المومنین علیہ السلام کے خرید کردہ غلام تھے آپؑ نے اُن کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ آزادی کے بعد کوفہ میں خرمہ فروشی کرتے تھے اسی لئے اُن کو تمار کہتے ہیں۔ جناب میثم حضرت کے مُحبِّ خالص اور فدائی تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ حضرت کے حواریوں میں داخل تھے۔ بعض میں ہے کہ جناب میثم اصفیاء امیر المومنینؑ میں شامل تھے۔

جناب میثم صفائے نفس و پاکیزگی باطن میں اس حد تک پہنچے ہوئے تھے کہ جناب علامہ مامقانی اپنے رجال (ج ۳ ص ۲۶۳) میں تحریر فرماتے ہیں کہ میثم حضرت امیرؑ کے صحابی تھے۔ حضرتؑ سے ان کی خصوصیات آفتاب سے زیادہ روشن و منور ہیں ان کی عظمت و جلالت و رفعت و بلندی بیان سے مستغنی ہے۔ جناب میثم عادل بھی تھے ثقہ بھی تھے اور اُن کی عدالت اس پایہ پر تھی کہ اگر عدالت و عصمت کے درمیان کوئی درجہ ہوتا تو ہم یقیناً میثم کو اس درجہ میں شمار کرتے۔ جناب میثم ان کمالات کے ساتھ ساتھ حضرت امیرؑ کے کچھ رموز و اسرار کے بھی حامل تھے۔

ظاہر ہے حامل اسرار و رموز امامت وہی ہو سکتا ہے جس کے نفس میں اس کے تحمل کی صلاحیت بھی پائی جاتی ہو۔ انسان کتنا ہی اچھے حسب

(مقتل خوارزمی ج ا ص ۱۵۹، وسیلۃ النجاۃ ص ۲۷۶، مشکوٰۃ ص ۵۰۲)

۳۔ حضرت علیؑ سے منقول ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے پاس آیا دیکھا آپؐ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں میں نے عرض کیا آپؐ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا کسی نے آپؐ کو غضب ناک کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ابھی جبرئیلؑ گئے ہیں اُنہوں نے بیان کیا کہ حسینؑ فرات کے کنارے قتل کیے جائیں گے۔ جبرئیلؑ نے مجھ سے یہ بھی کہا کہ کیا آپؐ وہاں کی مٹی سونگھیں گے میں نے کہا ہاں جبرئیلؑ نے ہاتھ اُٹھا کر وہاں کی ایک مُٹھی مٹی اُٹھائی اور مجھے دی اُس وقت سے میری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔

اس حدیث کی تخریج احمد بن حنبل اور ابن ضحاک نے بھی کی ہے۔

(ذخائر العقبیٰ ص ۱۴۹)

۴۔ ابو سلمہ عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ:

جناب رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم امام حسینؑ کو اپنے زانو پر بٹھائے ہوئے تھے کہ جبرئیلؑ آئے اور دریافت کیا کہ کیا یہ آپ کا فرزند ہے حضرتؐ نے فرمایا ہاں جبرئیلؑ نے کہا کہ آپؐ کے بعد اس کو آپؐ کی اُمت قتل کرے گی یہ سُن کر رسول اللہ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ جبرئیلؑ نے عرض کیا کہ اگر آپؐ چاہیں تو میں وہ زمین دکھادوں جس پر حسینؑ قتل کیے جائیں گے۔ حضرتؐ نے کہا ہاں، جبرئیلؑ نے سرزمین کربلا کی مٹی جناب رسولؐ خدا کو دکھادی۔ (مقتل خوارزمی ج ا ص ۱۵۹)

۵۔ اشعث بن سحیم اپنے باپ کے واسطہ سے انس بن حارث سے نقل کرتے ہیں کہ اُس نے کہا کہ:

میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرا یہ فرزند زمین عراق پر قتل کیا جائے گا۔ تم لوگوں میں سے جو اس زمانے کو پائے اُس پر لازم ہے کہ حسینؑ کی مدد کرے۔ راوی کہتا ہے انس بن حارث حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ قتل کئے گئے۔ (مقتل خوارزمی ج ا ص ۱۵۹ و ینابیع المودۃ، ذخائر العقبیٰ ص ۱۴۱)

۶۔ ابو الضحیٰ ابن عباس سے نقل کرتا ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ:

ہم اہل بیتؑ جن کی تعداد بہت زیادہ ہے اس میں شک نہیں کرتے تھے کہ حسینؑ بن علیؑ سرزمین طف (کربلا) پر قتل کئے جائیں گے۔ (مقتل خوارزمی ص ۱۶۰)

۷۔ امام احمد نے اپنے مسند میں انس سے نقل کیا ہے کہ:

بارش کے فرشتہ نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت لی، حضرتؐ نے جناب ام سلمہ سے فرمایا کہ دروازہ بند کر لو کوئی میرے پاس نہ آئے۔ امام حسینؑ آئے ام سلمہ نے منع کیا مگر حضرتؐ کی خدمت میں پہونچ گئے وہ کبھی آپؐ کی پشت پر بیٹھتے تھے کبھی شانے پر کبھی کاندھے پر ملک نے عرض کی اے نبیؐ خدا آپؐ اس بچہ کو دوست رکھتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ملک نے کہا کہ لیکن اس کو عنقریب آپ کی امت قتل کرے گی اگر آپؐ چاہیں تو وہ جگہ بھی دکھادوں پھر ملک

نے ہاتھ بڑھایا اور سُرخ مٹی لایا جسے ام سلمہ نے اپنی چادر میں رکھ دیا۔ پھر وہ مٹی (بعد قتل حسینؑ) خون ہو گئی۔ (وسیلۃ النجات ص ۲۷۷۔ اس حدیث کو بغوی نے معجم اور ابو حاتم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ ذخائر العقبیٰ ص ۱۴۷)

وہ حدیثیں جو یزیدؔ کو قاتل حسینؑ بتاتی ہیں

علامہ محمد مبین فرنگی محلی نے کتاب وسیلۃ النجاۃ میں جس کا ایک قلمی نسخہ کتب خانہ ناصریہ میں موجود ہے فرماتے ہیں:

۱۔ طبرانی نے معاذ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یزید ایسا شخص ہے کہ خدا اس کو برکت نہ دے مجھے حسینؑ کی خبر مرگ سنائی گئی ہے اور میرے پاس اُن کی مٹی لائی گئی ہے اور اُن کے قاتل کو بتایا گیا ہے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس قوم کے سامنے حسینؑ کو قتل کیا جائے گا اور وہ دشمنوں کو اُن سے دور نہ کرے گی تو خداوند عالم اُن کے سینوں اور دلوں میں اختلاف ڈال دے گا۔ ان پر بُروں کو مسلّط کردے گا شبہات کا لباس پہنا دے گا۔

۲۔ ابن عساکر نے ایک حدیث لفظ یزید کے ساتھ عبداللہ بن عمرو بن عاص سے نقل کی ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا کہ:

خدا اس یزید کو برکت نہ دے جو نیزہ باز و لعنتی ہے آگاہ ہو کہ مجھے میرے محبوب اور پیارے بچے حسینؑ کی خبر مرگ سنائی گئی ہے میرے

پاس اُس کے جائے شہادت کی مٹی لائی گئی ہے میں نے اُس کے قاتل کو دیکھا ہے۔ آگاہ ہو جس قوم کے سامنے حسینؑ قتل کیا جائے گا وہ وہاں سے پلٹ کر آتے ہی عذاب میں مبتلا ہو جائے گی یہ عذاب اُن کے لئے عام ہو گا۔ (وسیلۃ النجاۃ مخطوط)

۳۔ علامہ ابوالمؤید موفق بن احمد مکی اخطب خوارزم متوفی ۵۶۸ھ اپنے مقتل میں نقل کرتے ہیں کہ:

عبداللہ بن عمرو بن عاص بیان کرتے ہیں کہ معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح لوگوں کے پاس تشریف لائے کہ آپؐ کے چہرے کا رنگ زرد تھا پس آپؐ نے فرمایا کہ میں محمدؐ ہوں مجھے جامع حکمتوں کی ابتداء وانتہاء عطا کی گئی ہے اسی لئے جب تک میں تم لوگوں کے درمیان میں ہوں میری پیروی کرو لیکن مجھے دنیا سے لے جایا جائے گا تو تم لوگوں پر کتاب اللہ عزوجل کی پیروی لازم ہے۔ اس کے حلال کو حلال سمجھو اس کے حرام کو حرام سمجھو تم تک موت آئے گی تم تک راحت و آرام آئے گا کتاب خدا میں پہلے گزر چکا ہے کہ تم تک فتنے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح آئیں گے جب کوئی رسولؐ چلا گیا تو اس کے بعد دوسرے رسولؐ آئے لیکن اب نبوتیں منسوخ ہو چکی ہیں اس لئے وہ شاہی ہو گئی ہے۔ خدا اُس پر رحم کرے جو اس شاہی کو اس کے حق کے ساتھ لے اور جس طرح اس میں داخل ہوا تھا اُسی طرح اُس سے نکل جائے۔ اے معاذ اسے اپنی گرفت میں لے لو

اور شمار تو کرو۔ معاذ کہتے ہیں کہ جب میں (شمار کرتے کرتے) پانچ تک پہونچا تو آپؐ نے فرمایا کہ یزید خدا یزید کو برکت نہ دے اس کے بعد حضرتؐ کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور فرمایا مجھے حسینؑ کی خبر مرگ سنائی گئی ہے۔ میرے پاس حسینؑ (کی جائے قبر) کی مٹی لائی گئی ہے اور اُن کے قتل قاتل یا قتل کرنے والوں کی خبر بیان کی گئی ہے جس کے قبضہ میں میری جان ہے جس قوم کے سامنے میرا حسینؑ قتل کیا جائے گا اور وہ اُن کی مدد نہ کریں گے تو خدا ان کے سینوں اور دلوں کے درمیان اختلاف پیدا کر دے گا۔ اُن کے بروں کو ان پر مسلط کر دے گا اور انہیں پورے طور سے تفرقہ میں مبتلا کر دے گا۔ اس کے بعد آپؐ نے فرمایا ہائے افسوس آلؑ محمدؐ کے اس بچے کے لئے جس پر ظلم وہ مال دار خلیفہ کرے گا جس کو قائم مقام و خلیفہ بنایا گیا ہو گا وہ میرے خلف اور اس کی اولاد کو قتل کرے گا۔ (مقتل خوارزمی ج۱ص۱۶۱)

۴۔ موصوف اسی کتاب میں نقل کرتے ہیں کہ:

مسور بن مخرمہ نقل کرتا ہے کہ ملائکہ ملاء اعلیٰ سے ایک ملک نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آیا جو جب سے دنیا خلق ہوئی ہے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا تھا۔ اس ملک نے حضرتؐ سے شوق ملاقات میں پروردگار عالم سے زمین پر آنے کی اجازت لی جب زمین پر اُترا تو اللہ عز وجل نے اُس ملک پر وحی بھیجی کہ اے ملک محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خبر دے دے کہ آپؐ کی اُمت سے ایک شخص جس کو یزید کہا جائے گا

آپؐ کے فرزند طاہر اور اس طاہرہ کے بیٹے کو قتل کرے گا جو مثل و نظیر مریم بنت عمران ہے۔ ملک نے عرض کیا اے میرے خدا و سید و سردار میں زمین پر خوشی خوشی تیرے نبیؐ سے ملاقات کے لئے آیا تھا میں اُن کو یہ خبر کیسے سناؤں کاش میں زمین پر آیا ہی نہ ہوتا۔ ملک کو اُس کے سر کے اوپر سے آواز دی گئی کہ تجھے جو حکم دیا گیا ہے اُسے بجالا۔ وہ ملک حضرتؐ کی خدمت میں اس طرح آیا کہ اپنے پر پھیلائے ہوئے تھا نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور عرض کیا کہ اے حبیبؐ خدا میں نے آپؐ سے شوق ملاقات میں آنے کی اللہ سے اجازت لی تھی کاش اللہ میرے پروں کو توڑ دیتا اور میں یہ خبر لے کر آپؐ کے پاس نہ آتا لیکن کیا کروں میں مامور ہوں۔ اے نبیؐ خدا آپؐ کی اُمّت سے ایک شخص ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا وہ آپؐ کے فرزند طاہر نظیر مریم بنت عمران طاہرہ بی بی کے فرزند کو قتل کرے گا۔ عنقریب خدا اسے اس کے بدترین عمل کے سبب سے اُکھیڑ پھینکے گا۔

مسعود کہتا ہے کہ جب امام حسینؑ پیدائش کے بعد پورے دو سال کے ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سفر کے لئے نکلے آپؐ بعض راستوں سے جا رہے تھے کہ ٹھہر گئے اور انا للہ وانا الیہ راجعون زبان پر جاری کیا آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ جبرئیل مجھے زمین شطِ فرات کے بارے میں خبر دے رہے ہیں جسے زمین کربلا کہا جاتا ہے اس پر میرا فرزند قتل کیا جائے

گا۔ عرض کیا گیا کون قتل کرے گا آپؐ نے فرمایا کہ حسینؑ کو ایک شخص قتل کرے گا جسے یزید کہا جائے گا۔ خدا اس کے نفس کو برکت نہ دے۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حسینؑ وہاں آئے وہیں دفن ہوئے۔ اُن کا سر بطور ہدیہ پیش کیا گیا۔ (مقتل خوارزمی ۱۶۴)

۵۔ علی بن عبداللہ السمہودی جواہر العقدین میں کہتے ہیں کہ:

جبرئیلؑ نے جب قتل امام حسینؑ کی خبر دی ہے اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رونے والی ام سلمہ کی حدیث کو محمد بن یوسف زرندی نے اپنی کتاب نظم درر السمطین میں جناب ام سلمہ سے نقل کیا ہے اور اس میں کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ابھی جبرئیل میرے پاس تھے اور کہا کہ آپؐ کی امت عنقریب اُن کو (حسینؑ) کو ایک زمین پر قتل کرے گی جس کو کربلا کہا جاتا ہے اے محمدؐ کے آپؐ چاہتے ہیں کہ میں اس کی مٹی دکھادوں۔ پھر جبرئیلؑ نے کربلا کی مٹی لی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی اور دے دی ام سلمہ کہتی ہیں میں نے وہ مٹی لے لی اور ایک شیشہ میں رکھ دی پھر میں نے اس کو روز قتل حسینؑ اس طرح پایا کہ وہ خون ہو گئی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ پھر جبرئیلؑ نے کہا کہ کیا میں آپ کو اُن کے قتل گاہ کی مٹی نہ دکھادوں پس جبرئیل کچھ کنکریاں لائے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شیشہ میں رکھ دیا لیکن جب حسینؑ کے قتل کی شب آئی تو میں نے کہنے والے کو کہتے سنا کہ:

اے وہ لوگو جو جہالت سے حسینؑ کو قتل کرتے ہو! تم کو عذاب اور ذلت کی بشارت ہو تم پر زبان داؤدؑ و موسیٰؑ و حامل انجیل (عیسیٰؑ) سے لعنت کی گئی ہے۔ ام سلمہ کہتی ہیں کہ یہ سُن کر میں روئی اور میں نے دیکھا تو وہ کنکریاں خون ہو گئیں۔ (جواہر العقدین)

وہ حدیثیں جو یزیدؑ کے ہاتھوں دین کی تباہی بتاتی ہیں

ابو یعلیٰ نے عبداللہ سے نقل کیا کہ:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دین ہمیشہ عدل و انصاف پر قائم رہے گا لیکن پہلا جو شخص اس میں شگاف پیدا کرے گا وہ بنو امیہ کا ایک شخص ہو گا۔

دوسری روایت میں ابو یعلیٰ اور حافظ ابو عبداللہ نعیم بن مروزی خزاعی سے کتاب الفتن میں ابن عمر سے ایک حدیث وارد ہے کہ:

برابر میری امت عدل و انصاف پر قائم رہے گی یہاں تک پہلا جو شخص اس میں شگاف پیدا کرے گا وہ بنو امیہ کا ایک شخص ہو گا جسے یزید کہا جائے گا۔

عبداللہ ابن عمر کی اس واضح حدیث کے بعد کیا حیرت انگیز نہیں ہے کہ اس زمانے میں بھی یزید کے مؤید و حامی موجود ہیں۔

۳۔ ابن ابی شیبہ وابو یعلیٰ ورویانی وحافظ ابو بکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ سلمٰی نیشاپوری وبیہقی وابن عساکر وضیاء نے ابوذر سے نقل کیا ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جو شخص میری سنت کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا ایک شخص ہوگا رویانی نے کہا کہ اسے یزید کہا جائے گا (وسیلۃ النجاۃ مخطوط)

رویانی کی روایت کو علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء (ص ۱۴۶) میں بھی نقل کیا ہے۔

۴۔ موصوف نے اسی کتاب میں ابو عبیدہ سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

برابر میری اُمت عدل وانصاف پر قائم رہے گی یہاں تک کہ پہلا جو شخص اس میں شگاف ڈالے گا بنواُمیہ کا ایک شخص ہوگا جس کو یزید کہا جائے گا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۶)

اس روایت کے الفاظ بعینہ وہی ہیں جو ابو یعلیٰ وحافظ نعیم بن حماد کی روایت کے ہیں لیکن وہ حدیث مرفوع ہے۔ (حدیث مرفوع اس حدیث کو کہتے ہیں کہ کسی قول یا فعل وغیرہ کی نسبت نبی صلعم کی طرف دی جائے اور سلسلہ سند سے ایک صحابی یا غیر صحابی مذکور نہ ہو۔ تدریب الراوی ص ۶۲)

حضرتؐ نے یزید کے لئے جو کچھ فرمایا تھا اس نے اپنے مختصر دور حکومت میں اس کی تصدیق کردی اس لئے کہ پہلے ہی سال اس نے امام حسینؑ اوران کے ساتھیوں کو قتل کر کے سنت رسولؐ کو بدل دیا اور دیوار

اسلام میں ایسا رخنہ پیدا کر دیا جسے کوئی شخص بند نہیں کر سکتا ہے اس لئے کہ جو محبوب رسولؐ ہو۔ جس کے لئے آپ ناقہ بنیں جو آپؐ کے سینے پر بیٹھے کاندھوں پر سوار ہو اثنائے نماز میں پیروں کے درمیان اِدھر سے اُدھر نکلے حالت سجدہ میں پشت پر کودے۔ جس کی محبت آیۂ مودت کے حکم صریح سے واجب ہو جو اُسے بھوکا پیاسا ذبح کر دے اس سے زیادہ سنت کو تباہ و دین کو برباد کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟

مدینہ منورہ کی تباہی و بربادی اور مکہ معظّمہ کی بے حُرمتی بھی سنت نبویہ وملتِ اسلامیہ پر ایسی ضرب کاری ہے جس کا تدارک ممکن نہیں۔

وہ حدیثیں جو اہل مدینہ کو خوف زدہ کرنے کے بارے میں ہیں

مدینہ منورہ وہ مقدس سرزمین ہے جس نے اپنی آغوش میں سرور عالم نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو پناہ دی اسی سرزمین پر ورود کے بعد حضرتؐ کے سر مطہر سے مصائب و آلام کے بادل چھٹے ظلم کا طوفان ختم ہوا۔ جب آپؐ نے سرزمین یثرب پر قدم رکھا تو اطمینان کی سانس لی انصار نے استقبال میں آنکھیں بچھا دیں دل نثار کر دئے۔ اُن کے جذبات دلی کے حکایت کرنے والے اشعار اب بھی فضا میں منڈلا رہے ہیں گویا ہمارے کانوں میں اب بھی اُن کی صدا گونج رہی ہے۔ اہل مدینہ کا

والہانہ استقبال اور ہر شخص کی خواہش کہ حضور ہمارے گھر کو اپنے قدم سے رشک اِرم بنائیں اور حضرتؐ کا ارشاد کہ ناقہ کو چلنے دو وہ خدا کی طرف سے مامور ہے جہاں بیٹھ جائے گی وہی منزل ہے گویا اب بھی ہماری نظروں کے سامنے ہے جیسے ہم دیکھ رہے ہیں حضرتؐ کی اونٹنی مدینہ کی گلیوں کو روندتی چلی جارہی۔

وہ ابوایوب انصاری کے دروازے پر بیٹھی پھر چند قدم آگے بڑھی پھر واپس آئی اور بیٹھ گئی ابو ایوب انصاری کی قسمت کا ستارہ چمکا اور وہ پھولے نہیں سمارہے ہیں اپنے گھر میں صاحب معراج کو مہمان کر کے خود اُن کے فضائل آسمان ہفتم پر پہونچ گئے حضرتؐ نے مربد بنو نجار کو خریدا اور وہیں مسجد کی بنیاد رکھی۔ خاتم الانبیاء ومہاجرین وانصار کس جذبۂ بے خودی میں مسجد نبوی کی تعمیر میں مشغول ہیں یہ وہ مسجد ہے جس میں ایک رکعت نماز کا ثواب ہزار رکعتوں کے ثواب کے برابر ہے۔مدینہ اب بجائے یثرب کے مدینۃ النبیؐ بن گیا اس کے ذرّے ذرّے سے مسلمانوں کی چشم عقیدت وابستہ ہے اس شہر کا کیا کہنا جس میں آفتاب رسالت ضیاپاش رہا ہو وحی کا گہوارہ بنا ہو۔ جس سے شریعت اسلامیہ کے پُر نور دھاروں نے بہہ کر عالم کو منور کردیا ہو یہ وہی شہر ہے جس کے لئے حضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

من اخاف اهل المدینة اخافه الله وعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین۔

جو شخص اہل مدینہ کو خوف زدہ کرے اُسے خدا خوف زدہ کرے گا اور اس پر اللہ ملائکہ اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔

(صحیح مسلم ج ا ص ۵۲۸ ' تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۴۶)

اسی شہر کے لئے حضرتؐ نے فرمایا ہے:

عن عائشة قالت سمعت سعد يقول سمعت رسولؐ الله يقول لايكيد اهل المدينة الا انماع كما ينماع الملح فی الماء۔

عائشہ کہتی ہیں کہ سعد کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ رسولؐ اللہ فرماتے تھے کہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ مکر و فریب کرے گا وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

(صحیح بخاری ج ا ص ۲۱۱ ' البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۲۳)

یہ وہی مقدس شہر ہے جس کے لئے آپؐ کا قول گرامی ہے:

لايريد اهل المدينة احد يسوء الا اذابه الله في النار ذوب الرضاض۔

جو شخص بھی اہل مدینہ سے بُرائی کا ارادہ کرے گا اللہ اُسے جہنم میں اس طرح پگھلا دے گا جس طرح سیسہ پگھل جاتا ہے۔

(صحیح مسلم ج ا ص ۵۲۸ و تذکرہ خواص الامہ ص ۱۶۳)

مذکورہ بالا تینوں روایتوں کو لکھنے کے بعد علامہ ابو المظفر یوسف بن قزعلی مصنف تذکرۂ خواص الامہ (ص ۱۶۳) میں فرماتے ہیں کہ:

رہا حضرتؐ کا ارشاد کہ جو پہلا لشکر قسطنطنیہ سے جنگ کرے گے

وہ بخش دیا گیا ہے (اور اس میں یزید بھی تھا) اس سے حضرتؑ نے ابو ایوب کو مراد لیا ہے اس لئے کہ اس لشکر میں وہ موجود تھے اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یزید نے اہل مدینہ کو خوف زدہ کیا اہل مدینہ کو گرفتار کیا اُسے لوٹا اور فوج کو تین دن کی اجازت دی کہ جو چاہے کرے اسی کو واقعہ حرّہ کہا جاتا ہے۔

موصوف نے اسی صفحہ پر اسی سلسلہ میں ایک اعتراض اور اُس کے جواب کو تحریر کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

اگر کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو پہلا لشکر قسطنطنیہ کی جنگ کرے گا وہ بخش دیا گیا ہے یزید ہی پہلا شخص ہے جس نے قسطنطنیہ میں جنگ کی تھی تو ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ خدا اُس پر لعنت کرے جو میرے مدینہ کو خوف زدہ کرے اور بعد کی حدیث پہلی حدیث کو منسوخ کر دیتی ہے امام احمد نے مسند میں کہا ہے کہ ہم سے انس بن عیاض نے حدیث بیان کی وہ کہتا ہے کہ مجھ سے یزید بن حفصہ نے حدیث بیان کی وہ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی صعصعہ سے نقل کرتا ہے وہ عطاء بن یسار سے وہ سائب بن خلاد سے نقل کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اہل مدینہ کو ظلم کے طور پر خوف زدہ کرے اُسے اللہ خوف زدہ کرے گا اس پر اللہ ملائکہ اور تمام لوگوں

کی لعنت ہے قیامت کے دن اللہ اس کی بے اعتدالی اور عدل و انصاف کے اعمال کو قبول نہیں کرے گا۔

جب ہم مظالم یزید کے سلسلہ میں واقعہ حرہ کو تحریر کریں گے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ یزید پلید ہی نے اہل مدینہ کو خوف زدہ بھی کیا تین دن تک لوٹا بھی اور اُن کی ہزاروں عورتوں کی عزتیں لوٹیں۔ مدینہ ایسا تباہ ہوا کہ تاریخ اس کی دوسری مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

وہ حدیثیں جن میں واقعہ حرّہ کی پیشین گوئی ہے

سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی امت کو واقعہ حرّہ کی خبر بھی دے گئے تھے اس واقعہ کی تفصیلات تو آئندہ ہم ۶۳ھ کے حالات میں بیان کریں گے یہاں اس کے بارے میں پیشین گوئی کی حدیثوں کو نقل کرتے ہیں۔

چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

ایوب بن بشیر معافری بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنے سفروں میں سے ایک سفر کے لئے روانہ ہوئے تو آپؐ کا گذر حرّہ زہرہ کی طرف سے ہوا آپؐ وہیں ٹھہر گئے اور کلمہ انا للہ وانا الیہ راجعون زبان پر

جاری فرمایا جو لوگ حضرت کے ساتھ تھے انہیں پریشانی ہوئی اور یہ گمان کیا کہ آپؐ نے اس آیت کی تلاوت اس سفر کے لئے کی ہے چنانچہ عمر بن خطاب نے عرض کیا کہ اے خدا کے رسولؐ آپؐ نے کیا دیکھا ہے آپؐ نے فرمایا کہ میرا اس آیت کی تلاوت کرنا تمہارے اس سفر سے متعلق نہیں ہے لوگوں نے عرض کیا کہ پھر کس واقعہ کے سبب سے آپؐ نے یہ آیت پڑھی ہے حضرتؐ نے فرمایا کہ اس حرہ میں میرے اصحاب کے بعد میری اُمّت کے بہترین لوگ قتل کئے جائیں گے۔ (کتاب الامامۃ والسیاسیۃ ج ا ص ۱۸۰ اور البدایۃ والنہایہ ج ۶ ص ۲۳۴)

یہ بات محقق و ثابت ہے کہ حضرتؐ کی یہ تمام پیشین گوئیاں یزید کے ہاتھوں سے واقع ہوئیں اور وہی حضرتؐ کی لعنت کا مستحق ہوا۔

جو شخص ایسا ہو اس سے شیعوں کے لئے کیا بھلائی کی توقع کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ اُس نے تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی اپنے باپ کے شیعہ کش رویہ پر عمل کرنا شروع کردیا اپنے باپ کے زمانے کے تمام حکام کو اُن کے عہدہ پر باقی رکھا جو شیعوں کے جانی دشمن تھے خصوصاً عبیداللہ بن زیاد یہ شخص ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر شیعوں کو قتل کرتا تھا۔ شیعوں پر نئے نئے ستم ڈھاتا تھا انوکھے انداز سے انہیں قتل کیا کرتا تھا۔

انصاف سے بتایئے کون سا مذہب اجازت دیتا ہے کہ انسان تو انسان کسی ذی روح کے اعضاء کاٹے جائیں۔ زبان گُدی سے کھینچ لی

جائے بلندی سے زندہ گرادیا جائے۔ زندہ سولی پر چڑھادیا جائے۔ مرنے کے بعد لاشوں کے پیروں میں رسّیاں باندھ کر بازاروں میں گھسیٹا جائے۔ سر تن سے جدا کیئے جائیں لاشوں پر گھوڑے دوڑائے جائیں لیکن یہ سب کچھ یزید کے محرم راز وفادار ترین عامل عبیداللہ بن زیاد نے شیعوں کے ساتھ کیا۔ جس سے یزید اس سے خوش و مسرور ہو گیا خصوصاً فرزند رسولؐ نور نظر فاطمہؑ زہراء امام حسین علیہ السلام اور ان کے اعزاء واصحاب واہل بیتؑ پر اس کے حکم سے ابن زیاد نے جو مظالم کئے تھے اس سے تو اُس کا وقار یزید کی نظروں میں اور زیادہ ہو گیا تھا حتیٰ کہ ینابیع المودۃ (ج۲ ص۱۴۹) میں مرقوم ہے کہ:

لماارسل ابن زیاد راس الحسینؑ الیٰ یزید بالغ فی رفعة ابن زیاد وحتیٰ ادخله علیٰ نسائه (ص۱۶۴)

جب ابن زیاد نے امام حسینؑ کے سر اور آپؑ کے اہلبیتؑ کو قید کر کے ایک ساتھ یزید کے پاس بھیجا تو یزید نے ابن زیاد کے مرتبہ کو بلند کرنے میں مبالغہ سے کام لیا یہاں تک کہ اس کو اپنی عورتوں کے پاس لے گیا۔

علامہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں لکھا ہے کہ:

جب امام حسینؑ اور ان کے والد ماجد کی اولاد قتل ہو گئی اور ابن زیاد نے ان کے سر یزید کے پاس بھیجے تو اُن لوگوں کے قتل سے یزید بہت خوش ہوا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۴۴، طبری ج ۷ ص ۱۹)

علامہ سبط ابن جوزی تذکرۂ خواص الامہ میں اس بات کی دلیل میں

کہ یزید نے قتل امام حسینؑ کا حکم دیا تھا اور وہ اس پر راضی تھا لہذا اس پر لعنت کرنا جائز ہے اپنے جد ابن جوزی کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

والذی یدل علیٰ هذاانه استدعیٰ ابن زیاد الیه و اعطاه امولا کثیرة وتحفا عظیمه وترب مجلسه ورفع منزلته وادخله علی نسائه وجعله ندیمه وسکر لیلة وقال للمغنی غن ثم قال یزید بدیها۔

اسقنی شربة تروی عظاماً
ثم مل فاسقِ مثلها ابنِ زیاد
صاحب السر والامانة عندی
لسدید مغمنیً وجهادی
قاتل الخارجی اعنی حسینا
و مبیر الاعداء و الحساد

جو چیز اس پر دلالت کرتی ہے کہ یزید نے ابن زیاد سے قتل امام حسینؑ کی خواہش کی ہے کہ اس نے ابن زیاد کو بلایا اور اسے بہت سے مال دئے بڑے بڑے تحفے عطا کئے اس کو اپنا مقرب بنایا اس کی منزلت کو بلند کیا اور اس کو اپنی عورتوں کے پاس لے گیا اس کے بعد گویے سے کہا کہ گانا گا اس کے بعد یزید نے فوراً یہ شعر نظم کئے:

مجھے ایسی شراب کا گھونٹ دے جو میری ہڈیوں کو سیراب کر دے اس کے بعد ابن زیاد کی طرف مائل ہو اور اسے بھی ویسا ہی جام

پلادے اس لئے کہ وہ میرا رازدار اور امانت دار ہے اسی نے (معاذاللہ) خارجی اعنی امام حسینؑ کو قتل کیا اور میرے حاسدوں کو اسی نے ہلاک کیا۔

یزید کے اس اعتراف کے بعد یزید کے قاتل حسینؑ ہونے سے کون انکار کر سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ اس نے کیا سب یزید ہی کے حکم سے کیا۔

گر یزید کا حکم نہ ہوتا تو ابن زیاد کی کیا مجال تھی کہ امام حسینؑ کو نظر اُٹھا کر دیکھ سکتا۔ ابن زیاد نے شہادت حضرت مسلم کے بعد شیعوں کو ستانا شروع کیا اور ان کے لئے سرزمین کوفہ کو تنگ کردیا معلوم نہیں کتنوں کو قتل کیا کتنوں کو خارج البلد کیا اور جو بچے اُن کو قید خانہ کی تنگ و تاریک کوٹھریوں میں بند کردیا اول تو اُس کے باپ ہی نے کوفہ میں شیعوں کو باقی نہیں رکھا تھا جیسا کہ علامہ ابن عقیل النصائح الکافیہ (ص ۷۰) میں تحریر کرتے ہیں۔

فاستعمل علیهم زیاد بن سمیة وضم الیه البصره فکان یتبع الشیعه وهو بهم عارف لانه کان منهم ایام علی علیه السلام فقتلهم تحت کل حجر ومدرواخافهم وقطع الایدی والارجل وسمل العیون وصلبهم علی جذوع النخل وطیرهم وشروهم عن العراق فلم یبق بها معروف منهم

معاویہ نے اُن پر (اہل کوفہ پر) زیاد بن سمیہ کو معین کیا اور کوفہ

کی حکومت کے ساتھ بصرہ کی حکومت بھی اُسی کے ہاتھ میں دے دی وہ ڈھونڈھ کر شیعوں کو تلاش کرتا تھا اس لئے کہ وہ شیعوں کو اچھی طرح پہچانتا تھا' اس لئے کہ وہ بھی زمانہ حضرت علیؑ میں شیعوں میں داخل تھا (جس طرح منافقین زمانہ رسول صلعم میں مسلمانوں میں داخل تھے) پس اُس نے شیعوں کو ہر حجر ومدر کے نیچے قتل کیا ہاتھ پیر کاٹے آنکھوں میں سلائیاں پھیریں درختوں پر سولی دی اور عراق سے اُن کو نکال باہر کردیا۔ اس کے لئے کوفہ میں کوئی مشہور و معروف شیعہ باقی نہیں رہ گیا۔

اس ظالم باپ کا بیٹا عبید اللہ ابن زیاد تھا اور قدم بقدم اپنے باپ کے چلتا تھا جتنے قسم کے مظالم اُس نے شیعوں پر ڈھائے تھے اُس سے کہیں بڑھ چڑھ کر اُس نے شیعوں پر ظلم توڑتے اور شیعوں اور امام حسینؑ پر خوشنودی یزید کے لئے جو ظلم وستم کئے ہیں وہ سب یزید کے حکم واشارے سے کئے ہیں۔ جس سے کوفہ قریب قریب شیعوں سے خالی ہوگیا تھا گنے چنے چند افراد چھپے چھپائے رہ گئے تھے۔

دورِ حکومت یزیدؔ میں شیعوں پر مظالم

زمانہ یزید بن معاویہ میں کتنے شیعوں پر ظلم وجور ہوئے تاریخ کی خیانت ہے کہ اُس نے اسے تفصیل سے بیان نہیں کیا ہے لیکن جس طرح عہد معاویہؔ میں زیاد نے شیعوں کو آوارہ وطن کیا ہاتھ پیر کاٹے

آنکھوں میں سلائی بھونکی زبان گدّی سے کھینچ لی زندہ دفن کردیا، جلادیا، حضرت امیرؑ پر سبّ و شتم کرتا رہا نقل فضائل و محامد حضرتؑ کو منع کرتا رہا، بعینہٖ یہی کیفیت عمّال یزید خصوصاً عبید اللہ بن زیاد کی بھی تھی بلکہ اُس نے تو شیعوں کی زبانیں کٹوائیں دہن پر لجام چڑھائی دار الامارہ کے کوٹھے سے زندہ زمین پر گرادیا۔ غرض کون سا ایسا ظلم تھا جو اُس نے شیعوں پر نہیں کیا اس کے عہد میں بھی ہزاروں شیعہ تنگ و تاریک قید خانوں میں بند تھے جو آزاد تھے وہ خوف و ہراس کے سنگین اور وزنی پتھروں کے نیچے دبے ہوئے سسک رہے تھے۔

الغرض یزید جیسے سرکش کے دور میں شیعوں کی جان مال و آبرو سبھی خطرہ میں تھی جیسا کہ آئندہ کے بعض واقعات سے ناظرین کو خود ہی اندازہ ہو جائے گا۔

مؤرخین کی مجرمانہ خیانتوں کے باوجود جن مظلوموں کے جو حالات ملے ہیں اب ہم اُن کو قلم بند کرتے ہیں۔

سلیمان بن رزین غلامِ امام حسینؑ علیہ السلام

جناب سلیمان امام حسین علیہ السلام کے غلام تھے جب حضرت مکہ میں تھے تو ان کو اپنا قاصد بنا کر روسائے اخماس بصرہ کے پاس روانہ کیا تھا طبری (تاریخ طبری ج ۶ ص ۲۰۰) کہتا ہے کہ حضرت نے روسائے اخماس و اشراف بصرہ کے نام ایک ہی کاغذ پر خط تحریر کیا تھا جن میں

مالک بن مسمع بکری احنف بن قیس تمیمی منذر بن جارود عبدی مسعود بن عمروزدی قیس بن رشیم عمرو بن عبید اللہ بن معمّر بھی داخل تھے خط کا مضمون یہ تھا:

اما بعد فان الله اصطفیٰ محمداً علیٰ خلقه واكرمه بنبوته واختاره برسالة ثم قبض الله اليه وقد نصح لعباده وبلغ ماارسل فيه وكنا اهله واوليائه واوصيائه و ورثه واحق الناس بمقامه فی الناس فاستثار علينا قومنا بذالك فرضينا وكرهنا الفرقةواجينا لكم العافية ونحن نعلم انا احق بذالك الحق المستحق الينا بمن تولاه وقد بعثت اليكم رسولی بهذ الكتاب وانا ادعوكم الیٰ كتاب الله وسنة نبيه فان السنة قد اميتت وان البدعة قد احييت فان استمعوا قولی وتطيعوا امری اهدكم بسبيل الرشاد۔

حمد و صلوۃ کے بعد معلوم ہو کہ اپنے خلق کی ہدایت کے لئے خدا نے محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو منتخب کیا آپ کو اپنی نبوت سے محروم کیا رسالت کے لئے اختیار کیا پھر حضرتؐ کو اٹھالیا حضرت نے بندگان خدا کو نصیحت کی جس چیز کے لئے آپ بھیجے گئے تھے اس کے ہم پیغمبر خدا کے اہل و وصی و وارث تھے اور آپؐ کی قائم مقامی کے لئے تمام اشخاص سے زیادہ حق دار تھے لیکن ہماری قوم نے اس

امر میں ہم سے استبداد سے کام لیا ہم اس پر راضی ہوگئے (چپ رہے) اور اختلافات سے کراہت کی اور تمہارے لئے عافیت کو پسند کیا ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ جس امر (خلافت کے لئے ادعائے استحقاق کیا جاتا ہے اور جو لوگ والی ہیں ہم تمام اشخاص سے زیادہ اس کے حق دار ہیں۔ ہم اپنے اس خط کے ساتھ تم لوگوں کے پاس قاصد بھیج رہے ہیں اور تم کو خدا کی کتاب اور سنت نبیؐ کی طرف دعوت دے رہے ہیں اسی لئے کہ سنت مردہ کردی گئی بدعت زندہ کی گئی ہے۔ اگر تم ہمارے قول کو سنو گے اور ہمارے حکم کی اطاعت کروگے تو ہم تم لوگوں کی ہدایت اور رہبری کریں گے۔

حضرتؑ کا یہ خط جب بصرہ پہونچا تو بعض نے اس خبر کو پوشیدہ رکھا اور عذر کیا یا اطاعت (اور آئندہ) اعانت کا وعدہ کیا۔ منذر بن جارود نے خیال کیا کہ یہ عبید اللہ بن زیاد سے مکّاری کی جارہی ہے جو اس کا داماد بھی تھا اس لئے کہ اس کی بیٹی بحریہ اس کے عقد میں تھی اس لئے اُس نے خط و قاصد کو اُسی صبح عبید اللہ کے پاس پہونچادیا جس دن وہ کوفہ کی جانب سفر کرنا چاہتا تھا۔

جب عبید اللہ حضرتؑ کے اس خط پر مطلع ہوا تو سلیمان کو قتل کردیا اور خود علی الصباح منبر پر گیا اور اہل بصرہ کو ڈرا دھمکا کر کوفہ روانہ ہوگیا تاکہ امام حسین علیہ السلام سے پہلے کوفہ پہونچ جائے۔

علامہ طبری نے حضرت کا جو خط اہل بصرہ کے نام نقل کیا ہے اس

سے مسئلہ خلافت میں فرقہ شیعہ کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے چونکہ ایک سنی عالم نے نقل کیا ہے اس لئے یہ فقرہ کہ فرضینا پس ہم راضی ہو گئے، شیعوں کے لئے مضر نہیں اس لئے کہ اس سے قبل استبداد کا کلمہ ہے اور بعد میں حضرتؑ نے حسب ذیل فقرہ سے اس کی وضاحت بھی کردی کہ "وکرھنا الفرقۃ" ہم نے تفرقہ واختلاف سے کراہت کی جس کا مطلب یہ ہوا کہ تفرقہ کے خیال سے ہم چپ ہو گئے اس کے علاوہ شیعہ علماء وائمہ کے اقوال کثرت سے موجود ہیں کہ کوئی امام بھی خلفاء ثلاثہ اور اُن کے بعد کی خلافت پر راضی نہیں تھا۔

عبداللہ بن یقطر حمیری

جس طرح اُم قیس بنت ذریح امام حسین علیہ السلام کی کھلائی تھیں اسی طرح والدہ عبداللہ بن یقطر بھی امام حسین علیہ السلام کی کھلائی تھیں آپ نے ان کا دودھ نہیں پیا تھا مگر مادر عبداللہ چونکہ آپؑ کو کھلایا کرتی تھیں اس لئے عبداللہ کو آپؑ کا دودھ شریک بھائی کہا جاتا ہے۔ ام الفضل بنت عباس کے متعلق بھی آپؑ کی پرورش رہی۔ اخبار صحیحہ بتاتے ہیں کہ انہوں نے بھی حضرتؑ کو دودھ نہیں پلایا تھا بلکہ آپؑ کبھی اپنی مادر گرامی جناب سیدہؑ کا دودھ پیتے تھے کبھی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انگوٹھا پیتے تھے جس سے آپؑ کے لئے دودھ کا چشمہ جاری ہو جاتا تھا۔ کبھی لعاب دہن رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؑ کی غذا ہوا کرتی تھی۔

جناب عبداللہ کے متعلق ابن حجر عصابہ (عصابہ کے مطبوعہ نسخے میں ہم کو حالات عبداللہ بن یقطر نہیں ملے۔ مصنف) میں کہتا ہے کہ:

صحابی تھے اس لیئے کہ امام حسینؑ کے ہمسن تھے اہل سیر لکھتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام نے مکہ سے روانگی کے بعد حضرت مسلم کے اس خط کے جواب میں روانہ کیا تھا جس میں حضرتؑ سے کوفہ تشریف آوری کی التجا کی گئی تھی۔ اور کوفیوں کے اتفاق واجتماع کی اطلاع دی تھی۔ مگر حصین بن نمیر نے منزل قادسیہ پر گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیج دیا۔ ابن زیاد نے ان سے اُن کا حال دریافت کیا (اور کوفہ آنے کی غرض پوچھی) لیکن انہوں نے پوری رازداری سے کام لیا اور کچھ نہیں بیان کیا اُس وقت اُس نے حکم دیا کہ تم قصر کی چھت پر جا کر (معاذاللہ) کذاب بن کذاب پر لعنت کرو پھر میرے پاس آؤ اُس وقت میں تمہارے بارے میں کوئی رائے دوں گا۔

جب یہ قصر کی چھت پر آئے اور بلندی قصر سے اہل کوفہ کو دیکھا تو وہیں سے آواز دی اے اہل کوفہ میں حسینؑ بن فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ کا قاصد بن کر تم لوگوں کے پاس آیا ہوں تاکہ وعی ابن وعی ابن مرجانہ وابن سمیہ کے مقابلہ میں حضرتؑ کی نصرت وامداد کرو (یہ سنتے ہی) ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو قصر سے نیچے پھینک دیا جائے چنانچہ عبداللہ بلندی قصر سے زمین پر

پھینک دیئے گئے جس سے ان کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ زمین پر گرنے کے بعد کچھ جان باقی تھی کہ عبدالملک بن عمیر لخمی جو قاضی و فقیہ کوفہ بھی تھا چھری لے کر آیا اور اُسی حالت میں آپ کو ذبح کر دیا۔ جب لوگوں نے اس کی اس حرکت پر بُرا بھلا کہنا شروع کیا تو اُس نے جواب دیا میں نے ان کو تکلیف و اذیت میں مبتلا دیکھ کر یہ چاہا کہ راحت ہو جائے اس لئے ذبح کر دیا۔
(ترجمہ ابصار العین مخطوط ص ۲۵)

جناب عبداللہ بن یقطر کس قدر جری و بہادر و باہمت تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ظالم و جابر و زنازادے کا جواب یہی تھی جو جناب عبداللہ بن یقطر نے دیا ظاہر ہے کہ ایک دین دار محبّ اہلبیتؑ کیونکر گوارا کر سکتا ہے کہ امام حسینؑ ایسے طیب و طاہر پر سب و شتم کرے۔ چنانچہ اس کے پاداش میں بلندی قصر سے زمین پر پھینک دیئے گئے اور ہڈیاں چور چور ہو گئیں لیکن اُف تک نہیں کی۔ یہ ایک مخلص شیعہ کا کردار ہے جس کا مظاہرہ جناب عبداللہ بن یقطر نے کیا ہے۔ ان کے اس عظیم کردار کے مظاہرہ سے قیامت تک دنیا عبیداللہ بن زیاد پر نفرین کرتی رہے گی اور جناب ابن یقطر پر درود و سلام بھیجتی رہے گی۔

علامہ شیخ محمد سماوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو جناب عبداللہ ابن یقطر و جناب مسلم جناب ہانی کے شہادت کی خبر منزل زبالہ

پر ملی تو آپؑ نے ان کی شہادت کی اطلاع اپنے اصحاب کو دی اور ارشاد فرمایا کہ:

اما بعد فقد اتانا خبر فظیع قتل مسلم بن عقیل وھانی بن عروہ وعبداللہ بن یقطر وقد خذلنا شیعتنا۔

بعد حمد وصلوٰۃ کے معلوم ہو کہ ہمارے پاس دردانگیز خبر آئی ہے کہ مسلم بن عقیل وہانی بن عروہ وعبداللہ بن یقطر قتل کر دیئے گئے اور ہمارے شیعوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔

ہم حضرت مسلم کے حالات میں اس نوشتہ کا ذکر کریں گے جو جناب عبداللہ لے کر روانہ ہوئے تھے وہاں ملاحظہ ہو ابن قتیبہ وابن مسکویہ نے ذکر کیا ہے کہ:

(مکہ سے روانگی کے بعد) آپؑ نے جس کو قاصد بنا کر روانہ کیا تھا وہ قیس بن مسہر تھے اور جناب عبداللہ بن یقطر کو آپؑ نے حضرت مسلم کے ساتھ بھیجا تھا لیکن جب حضرت مسلم نے کوفیوں کی بے وفائی دیکھی تو جناب عبداللہ بن یقطر کو امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں روانہ کیا تاکہ اب واقعات نے جو رفتار اختیار کی ہے حضرتؑ کو اس سے باخبر کر دیں لیکن راستہ میں حصین بن نمیر نے گرفتار کر لیا اور ان پر وہ امور گزرے جن کو ہم ابھی ہدیۂ ناظرین کر چکے ہیں۔ (ترجمہ ابصار العین ص ۱۲۶)

قیس بن مسہر صیداوی

آپ کا نام نامی قیس بن مسہر بن خالد فکری صیداوی تھا۔ صید قبیلہ اسد کی ایک شاخ کا نام ہے۔

جناب قیس بنو صید میں بڑے مرد شریف اور بہادر و مخلص و محبّ اہلبیتؑ تھے۔ ابو مخنف کا بیان ہے کہ معاویہ کے مرنے کے بعد سلیمان بن صرد کے گھر میں شیعہ جمع ہوئے اور امام حسین علیہ السلام کے نام ایک خط لکھا اور تحریر کیا کہ آپؑ کوفہ تشریف لائیں ہم لوگ آپؑ کی بیعت کریں گے اس عریضہ کو عبد اللہ بن سبع و عبد اللہ بن وال کے ہاتھ روانہ کیا پھر دو دن کے بعد قیس بن مسہر صیداوی و عبد الرحمٰن بن عبد اللہ ارحبی کے ہاتھ ایک خط روانہ کیا۔ دو دن جب اور گزر گئے تو سعید بن عبد اللہ وہانی بن ہانی کے ہاتھ عریضہ روانہ کیا۔ سب خطوط میں تحریر تھا:

الی الحسین بن علی علیہ السلام من شیعۃ المؤمنین اما بعد فحیھلا فان الناس منتظرونك لا رائے لھم فی غیرك فالعجل العجل والسلام

یہ خط حسینؑ بن علی علیہ السلام کی خدمت میں مؤمنین شیعوں کی جانب سے ارسال ہے اما بعد جلد تشریف لائیے اس لئے کہ تمام اشخاص آپؑ کے منتظر ہیں صرف آپؑ پر ان کی رائے مجتمع ہے اس

لئے آپؑ جلد آیئے جلد آیئے۔ والسلام۔

ان خطوط کے ملنے کے بعد امام حسین علیہ السلام نے جناب مسلم بن عقیل کو بلایا اور کوفہ روانہ کیا جناب مسلم کے ساتھ قیس بن مسہر و عبدالرحمٰن ارجبی کو بھی واپس کیا۔ ہم حالات جناب مسلم میں ذکر کریں گے کہ جب یہ قافلہ بطن خبط کے مقام مضیق پر پہونچا تو راستہ بھول گیا۔ سب کے سب پیاسے اور بہت پیاسے ہوئے چنانچہ وہیں قیام کیا اور جناب قیس کے ہاتھ حضرتؑ کی خدمت میں ایک عریضہ روانہ کیا جب قیس حاضر ہوئے تو حضرتؑ نے اس خط کا جواب تحریر کر کے قیس کو جناب مسلم کے پاس واپس کر دیا۔ یہ جناب مسلم کے ساتھ کوفہ وارد ہوئے۔ حضرت مسلم نے جب امام حسین علیہ السلام کی بیعت کے لئے اہل کوفہ کا اجتماع و انہماک دیکھا تو جناب قیس کے ذریعہ حضرت کو اس کی خبر بھیجی اور عابس شاکری اور ان کے غلام شوذب کو بھی جناب قیس کے ساتھ روانہ کیا یہ لوگ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں مکہ آئے اور حضرتؑ کے ساتھ رہے اور آپؑ کے ساتھ ہی کربلا وارد ہوئے۔

ابو مخنف کہتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام جب بطن رمہ کے مقام حاجز پر پہونچے تو ایک نوشتہ حضرت مسلم اور کوفہ کے شیعوں کو تحریر کیا۔ یہ خط جناب قیس کے ہاتھ کوفہ روانہ کیا۔ اثناء راہ میں حصین بن نمیر نے اُن کو گرفتار کر لیا۔ یہ واقعہ شہادت حضرت مسلم کے بعد واقع ہوا تھا اس لئے کہ عبید اللہ ابن زیاد نے مقام خفان سے قادسیہ تک اور

قطفطانہ سے تعلع تک تمام راستوں پر لشکر کے پہرے بٹھا دئے تھے حصین کو اس کا حاکم معین کیا تھا۔ حضرتؑ کا نوشتہ یہ تھا کہ:

"حسینؑ ابن علیؑ کی جانب سے برادران مسلمین و مؤمنین کو یہ خط ملے۔"

سلام علیکم۔ جس خدا کے سوا کوئی خدا نہیں ہے میں اس کی حمد کرتا ہوں حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ مسلم بن عقیل کا خط میرے پاس آیا جس سے ہم کو معلوم ہوا کہ تم لوگوں کی رائے اچھی ہے تم لوگ ہماری نصرت و مدد کے لئے تیار ہو ہمارے حق کو حاصل کرنے کے لئے تم لوگ مجتمع ہو اس لئے ہم نے خدا سے دعا کی ہے کہ ہمارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اور تم کو اس پر بہترین اجر عطا کرے میں آٹھ ذی الحجہ روز سہ شنبہ تمہارے یہاں آنے کے ارادے سے مکہ سے روانہ ہو گیا ہوں۔ اس لئے جب میرا قاصد تمہارے پاس پہونچے تو تم لوگ اپنے امر میں جلدی اور کوشش کرو اس لئے کہ میں عنقریب انہیں دنوں میں تم لوگوں کے پاس پہنچ رہا ہوں۔ والسلام علیکم ورحمة الله وبركاته۔

حصین بن نمیر نے ان کو گرفتار کر کے عبید اللہ بن زیاد کے پاس روانہ کیا جب یہ عبید اللہ کے پاس گرفتار ہو کر پہونچے تو اس نے دریافت کیا:

عبید اللہ ابن زیاد: امام حسینؑ کا خط کہاں ہے؟

قیس: میں نے اُسے چاک کر ڈالا۔

عبید اللہ ابن زیاد: خط کیوں پھاڑ ڈالا؟

قیس: تاکہ تو اُس کے مضمون سے مطلع نہ ہو سکے۔

عبید اللہ ابن زیاد: خط کن لوگوں کے نام تھا؟

قیس: جن لوگوں کے نام خط تھا مجھے اُن کے نام یاد نہیں۔

عبید اللہ ابن زیاد: اچھا جب تم مجھ کو ان امور سے باخبر نہیں کرتے ہو تو منبر پر جا کر (معاذ اللہ) کذاب ابن کذاب پر سب و شتم کرو اس سے اس نے امام حسین علیہ السلام کو مراد لیا تھا۔ قیس منبر پر گئے اور بجائے حضرت پر سب و شتم کرنے کے اہل کوفہ سے ارشاد فرمایا کہ:

ایھا الناس الحسین بن علیؑ خیر خلق اللہ وابن فاطمه بنت رسولؐ اللہ وانا رسوله الیکم وقد فارقته بالحاجز فاجیبوه۔

اے گروہ مردم! حسینؑ بن علیؑ خلق اللہ کی بہترین فرد ہیں فاطمہؑ بنت رسولؐ اللہ کے فرزند ہیں۔ میں اُن کا قاصد بن کر تم لوگوں کے پاس آیا ہوں میں حضرتؑ کو مقام حاجز میں چھوڑ کر آیا ہوں اس لئے تم لوگ حضرتؑ کی پکار پر لبیک کہو۔ اس کے بعد عبید اللہ اور اُس کے باپ پر لعنت کی اور امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ پر درود و سلام بھیجا۔

جناب قیس کتنے شجاع و بہادر و جری انسان تھے۔ امامؑ کے کیسے مطیع و فرمانبردار تھے۔ ابن زیاد کے جاہ و جلال و جبروت کی بالکل پروا نہیں کی نہ

امامؑ کے راز کو عبید اللہ ایسے ظالم کو بتایا نہ ان شیعوں کے اسماء ظاہر کئے جن کے نام خط لائے تھے اور منبر پر جا کر بجائے حضرتؑ پر سب و شتم کے جس خدمت کے لئے مامور ہوئے تھے اُس کو باحسن وجوہ انجام دیا اور خود ابن زیاد اور اُس کے باپ پر سب و شتم کیا حالانکہ باخبر تھے کہ اُن کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے گا۔

خدا ہم شیعوں کو بھی اُن کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ اور ہمارے دل میں بھی وہی جوش وہی جذبہ وہی ولولہ عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔

الغرض ابن زیاد یہ دیکھ کر جل بُھن کر کباب ہو گیا اور حکم دیا کہ ان کو قصر دارالامارہ پر لے جا کر زندہ زمین پر پھینک دو۔ ان کو قصر پر لے جایا گیا اور زمین پر پھینک دیا گیا جس سے اُن کا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور شہید ہو گئے۔ (ترجمہ ابصار العین مخطوط ص ۱۵۷)

ظالم کا یہ عجیب و غریب انداز ظلم تھا جس سے جناب قیس بن مسہر کو شہید کیا۔ شیعوں سے اس ظالم اور اس کے باپ کو اتنا سخت عناد تھا کہ یہ ان کے وجود کو برداشت ہی نہیں کرپاتا تھا۔ نہ فضائل امیر المومنینؑ و اہلبیتؑ طاہرین کا تحمل کر سکتا تھا بعینہ یہی کردار اس کے باپ کا بھی تھا اسی سبب سے ان ظالموں نے شیعوں کا وجود ختم کرنے کے لئے نئے نئے انداز ظلم ایجاد کئے تھے۔ اللہ اللہ ذرا اس بربریت کو دیکھئے انسان تو انسان حیوانوں کے ساتھ بھی یہ برتاؤ نہیں کیا جاتا جو سلوک اس ظالم نے

دشمنی امام حسین علیہ السلام میں جناب قیس بن مسہر سے کیا ہے۔

جہاں ظالم اپنے ظلم میں اتنا سخت تھا وہیں اُن شیعوں کا کردار بھی اتنا مضبوط تھا کہ ظالم کے ہر طرح کے ظلم کو برداشت کرلیا لیکن نہ امام علیہ السلام کے راز کو فاش کیا نہ ان شیعوں کے نام ہی بتائے جن کے نام خط لے کر آئے تھے۔ بلکہ اس سے بالاتر یہ بات تھی کہ یقیناً وہ جانتے تھے کہ ظالم کتنا خوگر ظلم و جور ہے اور ان کے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا لیکن اطاعت و فرمانبرداری و رازداری امام و شیعوں کے تحفظ کے لئے اپنے کو ہدف مصائب بنادیا اور سخت ظلم کو برداشت کر کے جام شہادت کو ڈگڈگا کر پی لیا۔

علامہ شیخ محمد سماوی اس کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ:

طبری کہتا ہے کہ جب امام حسین علیہ السلام مقام عذیب الھجانات میں پہونچے جہاں حُر نے آپؑ کا راستہ روکا تھا تو آپؑ کی خدمت میں چار اشخاص حاضر ہوئے جن کے ساتھ اُن کے رہبر طرماح بن عدی تھے یہ لوگ نافع مرادی کے گھوڑے کو اپنے پہلو بہ پہلو لا رہے تھے امام حسین علیہ السلام نے ان لوگوں سے اہل کوفہ اور اپنے خاص خاص شیعوں کا حال دریافت کیا تو اُن لوگوں نے عرض کیا کہ آپؑ کا قاصد کون تھا تو آپؑ نے فرمایا قیس۔ مجمع عائذی نے عرض کیا کہ قیس کو حصین نے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجا تھا اُس نے اُن کو حکم دیا کہ آپؑ اور آپؑ کے والد بزرگوار پر لعن کرے مگر قیس نے آپؑ اور آپؑ کے والد ماجد پر

صلوٰۃ بھیجی ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعن کی اور ہم لوگوں کو آپؑ کی نصرت کے لئے بلایا تھا۔ ابن زیاد نے اُن کے بارے میں حکم دیا کہ قصر سے گرادیا جائے چنانچہ وہ بلندی قصر سے گرادئے گئے اور انتقال کر گئے۔ خدا اُن سے راضی ہو۔

جب حضرتؑ کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آنکھوں میں آنسو بھر لائے اور فرمایا کہ منھم من قضی نحبہ و منھم من ینتظر۔ ان میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے اپنی عمر پوری کر لی اور بعض وہ ہیں جو منتظر ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ہماری اور اُن لوگوں کی منزل اللہ جنت قرار دے، ہم کو اور ان لوگوں کو اپنے محل رحمت میں جگہ دے اور ذخیرہ کئے ہوئے مرغوب ثواب کے مقام پر جمع کرے۔ (ترجمہ ابصار العین مخطوط ۱۵۸)

محمد بن کثیر اور اُن کے فرزند

محمد بن کثیر اشراف کوفہ و شیعان حضرت حیدرؑ کرار میں داخل تھے یہ باپ بیٹے دونوں بڑے جیالے بڑے بہادر تھے۔ ان دونوں بزرگوں کی شہادت کا سبب مصنف تاریخ اعثم کوفی نے یہ تحریر کیا ہے کہ:

جب کوفہ کے لوگ حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ کر بھاگ گئے اور آپ یکہ و تنہا رہ گئے تو تاریکی شب میں گھوڑے پر سوار ہو کر ارادہ کیا کہ کوفہ سے باہر چلے جائیں لیکن باہر جانے کا راستہ بھی آپؑ کو نہیں معلوم

تھا گھوڑے پر سوار تاریکی شب میں چلے جارہے تھے کہ راستہ میں سعید بن احنف سے ملاقات ہوئی اس نے آپ کو پہچان کر عرض کیا کہ آپؑ اس وقت کہاں جارہے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں اس شہر سے باہر جارہا ہوں تاکہ وہاں ایک محفوظ جگہ پر قیام کروں تاکہ جن لوگوں نے میری بیعت کی ہے وہ میرے پاس جمع ہو کر میری نصرت و مدد کریں۔

سعید بن احنف نے عرض کیا کہ اے آقا لوگوں نے چاروں طرف سے آپؑ پر راستہ بند کر دئے ہیں اس شہر سے نکلنے کی گنجائش ہی باقی نہیں ہے ہر سمت فوجیں لگی ہیں تاکہ جہاں آپؑ کو دیکھیں گرفتار کرلیں جناب مسلم نے کہا اچھا اب تم بتاؤ کیا کیا جائے۔ سعید نے عرض کی آپؑ میرے ساتھ چلیں تاکہ ایک محفوظ مقام پر پہونچا دوں۔ سعید جناب مسلم کو لئے ہوئے محمد بن کثیر کے مکان پر آیا سعید نے آواز دی کہ اے محمد بن کثیر جلدی آؤ اور جناب مسلم کی خبر لو۔ محمد جلدی جلدی گھر سے باہر آئے جناب مسلم کے قدم چومے اور اس دولت عظیم پر شکر خدا بجالائے۔ اپنے گھر میں لے گئے۔ محمد بن مسلم کے گھر میں زمین دوز مخفی مقامات تھے جہاں تک کم کوئی شخص پہونچ سکتا تھا جناب مسلم کے قیام کا وہاں انتظام کیا۔ ادھر ابن زیاد کی جانب سے جو لوگ جناب مسلم کی تلاش کے لئے معین تھے اور عالی شان محلوں اور قصروں کے گرد چکر لگایا کرتے تھے انہوں نے اندازہ لگایا کہ جناب مسلم محمد بن کثیر کے یہاں مقیم ہیں اس کی اطلاع ابن زیاد ملعون کو دی وہ اس خبر سے بہت خوش ہوا

اور اپنے بیٹے خالد کی سرکردگی میں ایک فوج روانہ کی خالد نے پہونچتے ہی محمد بن کثیر کے محل کا محاصرہ کرلیا چونکہ اس تاریکی شب میں اُن کا کوئی معین و مددگار نہ تھا اسی لئے محمد کو مع اُن کے فرزند گرفتار کرکے ابن زیاد پلید کے پاس بھیج دیا اور خانہ محمد کی تلاشی شروع کی لیکن باوجود سعی و کوشش کے جناب مسلم تک نہ پہونچ سکا مجبوراً دارالامارہ واپس آیا اس کی خبر سلیمان بن صُرد خزاعی و مختار بن عبید ثقفی و ورقا بن عازب واشراف کوفہ کو ہوئی اُنہوں نے یہ طے کیا کہ لشکر کثیر فراہم کرکے دارالامارہ پر حملہ کریں اور محمد بن کثیر اور اُن کے فرزند کو ابن زیاد سے آزاد کرکے بیرون شہر کوفہ قیام کریں اور امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے دشمنوں سے جنگ کریں اپنے قبیلوں کو اس طرح اطلاع دی کہ علی الصباح سامان جنگ مہیا کرکے ابن زیاد پر حملہ کردیں۔

اسی شب کے سفیدۂ سحری طالع ہونے سے پہلے عامر بن طفیل دس ہزار کا لشکر شام سے لے کر ابن زیاد کی امداد کے لئے آگیا ابن زیاد اس سے خوش ہوا دل قوی و مضبوط ہو گیا۔ جب آفتاب طالع ہوا اُس نے محمد بن کثیر کو اپنے سامنے طلب کیا انہیں بُرا بھلا کہنا اور گالیاں دینا شروع کیں محمد بن کثیر نے کہا اے ابن زیاد تجھے حماقت سے کام نہ لینا چاہئے میں تجھے اچھی طرح جانتا ہوں تیرے حسب و نسب سے بھی بخوبی آگاہ ہوں تیرے باپ زیاد کو بالکل غلط و بے بنیاد طور سے ابوسفیان کا بیٹا بنادیا گیا جس کے سبب اُس نے فتنہ و فساد و ظلم و جور کا بدترین

مظاہرہ کیا۔ ابھی ابن زیاد نحس و محمد بن کثیر میں یہ تکرار شروع ہوئی تھی کہ یک بیک طبل جنگ بجنے لگے اور لوگوں کے شور و غل کی آوازیں بلند ہوئیں اور تقریباً ۴۰ ہزار کے لشکر نے دارالامارہ کا محاصرہ کر لیا فوجوں پر فوجیں دارالامارہ کی طرف آنا شروع ہو گئیں جس سے ابن زیاد کا غصہ اور زیادہ ہو گیا اور محمد سے کہا اے ابن کثیر جان و سر یزید کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سوائے اس کے چارہ نہیں ہے کہ تم مسلم کو میرے سپرد کر دو ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا۔ محمد ابن کثیر نے جواب میں کہا تجھے یہ قدرت نہیں کہ میرا بال بیکا کر سکے۔

ابن زیاد جہاں غصہ ور تھا در بیں بھی تھا تھوڑی دیر سر جھکا کر سوچتا رہا لیکن یہ کلمات بھی اس کے برداشت سے باہر تھے بالآخر ضبط کر کے کہا کہ اے محمد یہ بتاؤ کہ تم اپنے کو زیادہ دوست رکھتے ہو یا مسلم کو؟ محمد بن کثیر نے کہا کہ اے ابن زیاد جناب مسلمؑ کا تو خدا حافظ و ناصر ہے لیکن میری حفاظت وہ تیس ہزار جوان کریں گے جو تیرے دارالامارہ کا محاصرہ کئے ہیں۔ یہ جواب سُن کر ابن زیاد لعین کو تاب نہ رہی اور جو دوات اس کے سامنے رکھی تھی اُسے کھینچ کر محمد بن کثیر کو ماری جس سے اُن کی پیشانی زخمی ہو گئی۔ جناب محمد کو اس کی اس حرکت سے غصہ آگیا تلوار میان سے کھینچ کر اُس پر حملہ کیا اشراف کوفہ جو ابن زیاد کے پاس موجود تھے درمیان میں آگئے۔ معقل جس نے خانۂ جناب ہانیؑ میں جناب مسلمؑ کی موجودگی کی اطلاع دی تھی اور جناب ہانی کے ہاتھوں زخمی بھی ہو چکا تھا سامنے آگیا محمد

بن کثیر نے شیرانہ تلوار سے اُس پر حملہ کر کے دو ٹکڑے کر دیا ابن زیاد محمد کے خوف سے بھاگا اور اپنے غلاموں کو آواز دی کہ محمد کو زندہ نہ چھوڑیں سپاہیوں نے چاروں طرف سے اُن پر حملہ کیا محمد بھی تلوار سونتے ان سے جنگ کرتے جاتے تھے اس اثناء میں دو آدمیوں کو قتل کیا اتفاقاً اُن کا پیر نالی میں آگیا اور وہ منھ کے بَل زمین پر گر پڑے۔ ابن زیاد کے سپاہیوں نے اس موقع کو غنیمت شمار کیا۔ محمد بن کثیر پر ٹوٹ پڑے اور شہید کر دیا۔

جناب محمد بن کثیر کے فرزند جو باپ ہی کی طرح شجاع و بہادر تھے باپ کے ساتھ جنگ میں مشغول تھے وہ دروازہ دار الامارہ کی تلاش میں تھے کہ اس تک پہونچ کر باہر نکل جائیں اثناء جنگ میں دلیرانہ حملہ کرتے جاتے تھے اور آگے بڑھتے جاتے تھے اُنہوں نے بھی اپنی تیغ ابدار سے بیس آدمیوں کو قتل کیا یہ جنگ کرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ ایک غلام نے پیچھے سے نیزہ سے حملہ کر کے زمین پر گرا کر شہید کر دیا۔

دار الامارہ کے دروازہ کے باہر سپاہ شام و لشکر سلیمان بن صرد میں تیر و نیزہ و تلوار سے جنگ ہو رہی تھی ابن زیاد نے کہا کہ یہ لوگ محمد بن کثیر کو چھڑانے آئے ہیں اس لئے باپ بیٹے کا سر کاٹ کر لشکر کوفہ میں پھینک دو تو ان کی ہمتیں ٹوٹ جائیں گی ثبات قدم نہ رہے گا۔ چنانچہ یہی کیا گیا شام تک دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں رہیں اور غروب سے پہلے متفرق ہو گئیں۔

لسان الملک میرزا محمد تقی سپہر کاشانی نے ناسخ التواریخ (ج ۶ ص

۱۹۷) میں اس واقعہ کو تحریر کرنے سے پہلے لکھا ہے کہ اس وقت میرے پیش نظر سو مقتل ہیں لیکن کسی مقتل میں یہ واقعہ درج نہیں ہے ہاں اعثم کوفی نے جو سنی مؤرخ ہیں اس واقعہ کو ابن اسحاق و ابن ہشام سے نقل کیا ہے۔ ہم اس واقعہ کو اس سے نقل کرتے ہیں اس لئے کہ وہ واقعات کو تفصیل سے تحریر کرتے ہیں۔

جناب مسلم بن عقیل بن ابی طالبؑ

جناب مسلم بن عقیل امام حسین علیہ السلام کے چچازاد بھائی اور بنو ہاشم کے شجاع ترین افراد میں داخل تھے ان میں جوہر جوانمردی بچپنے سے ہی نمایاں تھا۔ جب امام حسین علیہ السلام نے مدینہ سے سفر کیا تو دیگر شجاعان و جوانان بنوہاشم کی طرح جناب مسلم بھی ہمراہ رکاب مکہ آئے۔ جناب مسلم کی شجاعت و دلیری و امانت و دیانت ہی تھی جس کے سبب سے امام حسینؑ نے اُن کو اپنا نائب بنا کر کوفہ روانہ کیا۔ ان کے حالات میں ترجمہ ابصار العین (ص ۹۳) میں ہم نے تحریر کیا ہے کہ جناب مسلم بن عقیل کی تزویج رقیہ بنت امیر المومنین علیہ السلام سے ہوئی تھی جناب رقیہ کی مادر گرامی صہباء تغلبہ تھیں۔

ابو مخنف وغیرہ نے تحریر کیا ہے کہ:

جب امام حسین علیہ السلام کو اہل کوفہ نے کثرت سے خطوط تحریر کئے تو آپؑ نے جناب مسلم کو طلب کیا اور قیس بن مسہر و عبدالرحمٰن

بن عبداللہ اور قاصدوں کی بعض جماعتوں کے ساتھ کوفہ روانہ کیا اور حکم دیا کہ خدا سے ڈرتے رہیں حضرتؑ کے امور کو پوشیدہ رکھیں۔ لوگوں سے بلطف و مدار پیش آتے رہیں۔ جب یہ دیکھیں کہ لوگ آپ کی اطاعت پر مجتمع ہوگئے ہیں تو جلد از جلد مطلع کریں۔

اہل کوفہ کو تحریر کیا کہ:

اما بعدفقدارسلت اليكم اخی وابن عمی وثقتی من اهل بيتی مسلم بن عقيل وامرته ان يكتب لی ان رايكم مجتمعين فلعمری ماالامام الا من قام بالحق۔

بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم ہو کہ میں تمہارے پاس اپنے بھائی ابن عم اور اپنے گھرانے کی فرد معتبر مسلم بن عقیل کو روانہ کر رہا ہوں۔ میں نے اُن کو حکم دیا ہے کہ اگر تم کو میری اطاعت پر مجتمع دیکھیں تو مطلع کر دیں میں اپنے عمر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ امام وہی ہے جو حق کے ساتھ (عہدۂ امامت پر) قائم ہو۔

حضرتؑ نے اپنے (خط میں) اسی کے مانند اور باتیں تحریر فرمائیں:

آخر ماہ رمضان میں جناب مسلم مکہ سے روانہ ہوئے مدینۂ رسولؐ میں آئے۔ مسجد رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں نماز پڑھی۔ اپنے اہل و عیال سے رُخصت ہوئے اور قبیلہ قیس سے دو رہبر اُجرت پر لے کر روانہ ہوئے قضارا دونوں راستہ بھول گئے ان پر پیاس کا غلبہ ہوا اور زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ مر گئے۔ حضرت مسلم اور آپ کے ساتھی روانہ ہوئے

بمشکل پانی تک پہونچ گئے رہبروں نے (مرنے سے پہلے) اشارہ سے پانی کا پتہ بتادیا تھا۔

جناب مسلم نے بطن خبط کے مقام مضیق سے قیس کے ہاتھ امام حسین علیہ السلام کو حسبِ ذیل عریضہ تحریر کیا:

اما بعد فانی خرجت من المدینة ومعی دلیلان فجارا عن الطریق فعطشا فلم یلبثا ان ماتا انتهینا الی الماء فلم ننج الا بحشاشة انفسنا وقد تطیرت من وجهی هذا۔

امابعد! میں مدینہ سے روانہ ہوا تو میرے ساتھ دو رہبر بھی تھے۔ یہ دونوں راستہ بھول گئے پیاسے ہوئے کچھ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ مرگئے ہم لوگ پانی تک پہونچے مگر صرف جان بچانے بھر پانی پاسکے اس حادثہ کے پیش آجانے سے میں نے اپنے سفر کے بارے میں فال بدلی ہے۔

اس کے جواب میں امام حسین علیہ السلام نے تحریر فرمایا کہ:

اما بعد خشیت ان یکون حملك علی هذا غیر ماتذکر فامض لوجهك الذی وجهتك له والسلام

امابعد میں ڈر رہا ہوں کہ جس امر کو تم نے ذکر کیا ہے اس کے ماسوا کسی اور شئے نے تم کو اس پر آمادہ کیا ہو اے مسلم جدھر میں نے تم کو روانہ کیا ہے وہاں جاؤ۔ والسلام۔

حضرت روانہ ہوئے اور چشمہ بنو طی پر پہونچے وہاں آپ نے قیام

کیا استراحت کی پھر روانہ ہوئے یک بیک ملاحظہ فرمایا کہ ایک شخص کو ہرن نظر آیا اس نے اُسے تیر مار کر گرا لیا جناب مسلم نے یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا انشاء اللہ ہمارا دشمن قتل کیا جائے گا۔

حضرت مسلم برابر قطع مسافت کرتے رہے یہاں تک کہ وارد کوفہ ہوئے اور مختارؒ بن ابی عبید کے یہاں قیام فرمایا۔ شیعہ حاضر و مجتمع ہوئے آپ نے امام حسینؑ کا نوشتہ جو اُن کے خطوط کا جواب تھا پڑھ کر سنایا لوگوں نے (مضمون خط کو) سن کر رونا شروع کیا۔ عابس شاکری و حبیب اسدی ایسے خطباء کوفہ نے آپ کی موجودگی میں تقریریں کیں' اس کی خبر نعمان بن بشیر انصاری کو بھی ملی جو یزید کی جانب سے حاکم کوفہ تھا (وہ بھی دار الامارہ سے) باہر آیا لوگوں کو ڈرایا دھمکایا (بھی) نرم گفتگو بھی کی (اسی اثنا میں) عبداللہ بن مسلم بن سعید حضرمی حلیف امیہ (وسط مجمع سے) کھڑا ہوا اور نعمان کو (اس نرم گفتگو پر) متنبہ کیا اور مجمع سے اُٹھ کر چلا گیا۔ پھر اُس نے اور عمارہ ابن عقبہ نے اس واقعہ کی اطلاع یزید کو دی اور تحریر کیا یا تو نعمان (فطرۃً بزدل و) کمزور ہے یا بتکلف ضعف کا اظہار کرتا ہے ادھر اہل کوفہ برابر حضرت مسلم کی بیعت کر رہے تھے یہاں تک کہ بیعت کرنے والوں کی تعداد اٹھارہ ہزار یا اس سے زیادہ ہو گئی۔

جناب مسلم نے اس وقت امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں عابس بن ابی شبیب شاکری کے ہاتھوں عریضہ روانہ کیا اور جلد سے جلد تشریف آوری کی خواہش کی اس لئے کہ لوگ حضرتؑ کی زیارت کے

لئے بہت بے چین اور مشتاق تھے۔ جب اس کی اطلاع یزید کو ملی تو اس نے اپنے ہم نشینوں سے مشورہ کیا اور دریافت کیا کہ کس شخص کو کوفہ کا والی بنایا جائے معاویہ کے غلام سرحون نے عبید اللہ بن زیاد کا نام پیش کیا اور اس کے متعلق معاویہ کی وصیت دکھائی یزید نے پسر زیاد کو حاکم کوفہ بنادیا اور مسلم بن عمرو باہلی کے ہاتھ ان دونوں شہروں کے والی ہونے کا حکم روانہ کیا۔ مسلم وہاں سے روانہ ہوا اور بصرہ پہونچا۔

امام حسین علیہ السلام نے اپنے غلام سلیمان کے ہاتھ اہل بصرہ کو فرمان تحریر کیا (سوء اتفاق سے سلیمان گرفتار ہو گیا) عبید اللہ ابن زیاد نحس نے اسے سولی دے دی (جیسا کہ ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں) لوگوں کو ڈرایا دھمکا خوف زدہ کیا اور اپنا قائم مقام اپنے بھائی عثمان کو معین کر کے کوفہ کے قصد سے روانہ ہو گیا ابن زیاد کے ساتھ شریک بن اعور مسلم بن عمرو اور اُس کے خواص کی ایک جماعت بھی روانہ ہوئی۔

شریک ایک منزل کے بعد دوسری منزل پر مرض کے سبب سے قیام کرتے تھے تاکہ امام حسین علیہ السلام اس کے داخل کوفہ ہونے سے پہلے کوفہ میں داخل ہو جائیں اور کوفہ والوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیں لیکن شریک کے گمان کے خلاف اس وقت تک حضرتؑ نے مکہ سے سفر ہی نہیں کیا تھا۔

شریک ابن اعور نے گمان کیا تھا کہ اگر میں مریض بن گیا تو ابن زیاد میرے راحت و آرام کے خیال سے ضرور قیام کرے گا لیکن شریک

جتنا مریض بنتے گئے عبید اللہ اس سے بے رُخی برتتا رہا۔

ابن زیاد اپنے ساتھیوں سے پہلے کوفہ میں داخل ہو گیا۔ چونکہ حضرت امام حسینؑ سے مشابہ لباس پہنے تھا اور ڈھاٹا باندھے تھا اہل کوفہ نے خیال کیا کہ امام حسین علیہ السلام ہیں یہ اسی حالت میں قصر میں داخل ہوا نعمان کا خیال بھی یہی تھا کہ امام حسین علیہ السلام ہیں۔ لوگ بھی پیچھے پیچھے تھے اور کہتے جاتے تھے مرحبا یابن رسولؐ اللہ اے فرزند رسولؐ مرحبا مرحبا۔ نعمان نے (ان تمام قرائن کو دیکھ کر خیال راسخ پیدا کر لیا کہ امام حسینؑ تشریف لائے ہیں بنا بریں) باب قصر بند کر لیا۔ (ابن زیاد نے یہ حال دیکھ کر) بلند آواز سے کہا کہ دروازہ کھول دے تجھے کامیابی حاصل ہو گئی۔ نعمان نے ابن زیاد کی آواز پہچان کر دروازہ کھول دیا لوگوں نے بھی ابن زیاد کے الفاظ سے معلوم کر لیا کہ یہ ابن زیاد ہے (امام حسینؑ نہیں ہیں) ابن زیاد ان لوگوں کی طرف مائل ہوا اور کوئی اس کی طرف مائل ہوئے اور متوجہ ہوئے ادھر جناب مسلم نے شب اس طرح بسر کی کہ لوگ آپ کے گرد جمع تھے جب صبح ہوئی تو شریک بن اعور کوفہ میں داخل ہوئے جناب ہانی کے یہاں قیام کیا جناب مسلم ان کی زیارت کے لئے آئے۔ شریک نے جناب مسلم سے کہا کہ اگر ابن زیاد میری عیادت کے لئے آئے تو آپ اُسے قتل کر دیں گے۔ جناب مسلم نے فرمایا ہاں۔ جناب مسلم ہانی ہی کے گھر پر رہے۔

صبح ہوتے ہی ابن زیاد نے اپنے غلاموں میں سے ایک غلام کو

جاسوس بنا کر روانہ کیا تاکہ جناب مسلم کی خدمت میں پہونچے (اور اُن کے حالات معلوم کرے) شریک بن اعور کی عیادت کو بھی آیا مگر (دشمن کو فریب سے) قتل کرنا جناب مسلم نے پسند نہ کیا شریک کے اشارات و کنایات سے یہ امر عبید اللہ بن زیاد پر ظاہر ہو گیا جس سے وہ وہاں سے چلا گیا اور شریک کا انتقال ہو گیا۔

ادھر جاسوس نے اطلاع دی کہ جناب مسلم ہانی کے یہاں مہمان ہیں ابن زیاد نے ہانی کے یہاں دوڑ بھیجی اور اُن کو قید کر لیا۔ (جناب ہانی کی گرفتاری کے بعد) جناب مسلم نے اپنے اصحاب کو جمع کیا اور قبیلہ کندہ و ربیعہ کا علم عبید اللہ بن عمرو ابن عزیز کندی کو دیا اور حکم دیا کہ تو سواروں کو لے کر میرے سامنے روانہ ہو مسلم ابن عوسجہ کے لئے قبیلہ مذحج و اسد کا علم تیار کیا اور ارشاد کیا کہ تو لوگوں کے ساتھ موجود رہ۔ ابو ثمامہ صائدی کو گروہ تمیم و ہمدان کی سرداری بخشی عباس بن جعد جدی کو مدینہ والوں کا علم دار بنایا پھر دار الامارہ کی جانب روانہ ہوئے اور کل عمارت کو گھیر لیا یہاں تک عبید اللہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ دار الامارہ کا دروازہ بند کر دیا جائے۔ خود دار الامارہ سے دیکھ رہا تھا کہ روسائے کوفہ کسی کو طمع اور لالچ سے کسی کو ڈرا کے دھمکا کے حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ کر رہے ہیں یہاں تک کہ شام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ حضرت مسلم کے گرد سے کل مجمع چھنٹ گیا۔

شیث ابن ربعی قعقاع بن شور ذھلی حجار بن ابجیر عجلی اور شمر بن ذی

الجوشن کلابی بھی لوگوں کو حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ کرنے کے لئے نکلے۔ شہاب بن حصین خساوی کچھ لوگوں کی جمعیت لے کر باہر آیا تاکہ جو شخص اعانت حضرت مسلم کا تہیہ کر کے نکلے اُسے گرفتار کرلے چنانچہ اُس نے ایک گروہ کو گرفتار بھی کیا جن کو ابن زیاد نے قید کر دیا۔

جب جناب مسلم یکہ و تنہا مسجد کوفہ سے نکلے تو آپ یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کہاں جا رہے ہیں بالآخر چلتے چلتے طوعہ نامی ایک عورت کے دروازے پر پہونچے جو اشعث بن قیس کے عقد میں رہ چکی تھی۔ پھر اسید حضرمی نے اس سے عقد کرلیا تھا اس سے بلال نامی ایک لڑکا پیدا ہوا تھا۔ (اُس زمانہ میں) اسید کا بھی انتقال ہو چکا تھا۔ جناب مسلم نے طوعہ سے پینے کا پانی مانگا ضعیفہ پانی لائی آپ نے پانی نوش کیا اور ٹھہر گئے طوعہ نے عرض کیا تم پانی پی چکے اب کیوں نہیں جاتے ہو جناب مسلم نے اس سے کہا کہ آیا تو میرا نام و نسب بھی جانتی ہے اس نے نفی میں جواب دیا اور آپ کا نام و نسب دریافت کیا آپ نے اپنا نام و نسب بیان کیا۔ اس وقت طوعہ نے پوشیدہ طور سے جگہ دی طوعہ کے بیٹے بلال کو اس گھر میں بار بار آنے جانے سے شک ہوا اور سبب دریافت کیا۔ خود طوعہ حضرت مسلم کی تشریف آوری کو چھپانا چاہتی تھی مگر اُس نے بہت اصرار کیا تو اس نے اپنے بیٹے بلال سے اس خبر کو چھپانے کی قسم لی پھر بیان کیا (کہ مسلم بن عقیل ہمارے مہمان ہیں) بلال علی الصباح دارالامارہ کے قصد سے روانہ ہوا ابن زیاد کے گرد اشراف کوفہ جمع تھے وہ ان سے حضرت

مسلم کے حالات دریافت کر رہا تھا بلال نے چپکے سے محمد بن اشعث کو اس واقعہ کی اطلاع دی ابن زیاد نے محمد سے کہا اس شخص نے جو کچھ تجھ سے کہا ہے بیان کر (محمد نے کہا کہ یہ شخص خبر لایا ہے کہ مسلم اس کے مہمان ہیں) ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ جا اور ابھی مسلم کو لے آ محمد ابن اشعث روانہ ہوا اور اُس کے ساتھ عمرو بن عبید ابن عباس سلمی بھی قبیلہ قیس کی جماعت لے کر چلا یہ اشخاص طوعہ کے گھر تک پہونچے۔

حضرت مسلم نے جب گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوز سنی تو تلوار لے کر باہر نکل آئے اور ان لوگوں سے سخت جنگ کی حضرت مسلم بڑے شجاع و بہادر تھے اور بسا اوقات اثنائے جنگ میں آدمیوں کو اٹھا کر چھتوں پر پھینک دیتے تھے (جب کوفیوں نے حضرت مسلم کی شجاعت کا یہ عالم دیکھا تو نرکل کے گٹھے جلا جلا کر آپ پر پھیکنا شروع کر دئے اور مکانات کی چھتوں سے پتھروں کی بارش شروع کر دی مگر حضرت مسلم برابر جنگ کرتے جاتے تھے اور جوش شجاعت میں فرماتے جاتے تھے کہ:

اقسمت ان لا اقتل الا حر   وان رایت الموت شیئا نکر

میں نے قسم کھائی ہے کہ آزاد ہی کو قتلکروں گا

اگر چہ موت کو میں مکروہ خیال کرتا ہوں۔ ہر مرد

کل امرء یوماً ملاق شرا   اویخلط البارد سخنا مرا

کسی نہ کسی دن شر سے ملاقات کرے گا مگر یہ کہ

ٹھنڈی چیز کو گرم اور تلخ چیز میں ملا دیا جائے

رد شعاع النفس فاستقرا   اخاف ان اکذب او اغرا

نفس کی پراگندی کو روک لے اور ٹھہر جا اس لئے
کہ میں نہ جھوٹ بول رہا ہوں اور نہ دھوکا دے رہا ہوں

پھر بکیر بن حمران احمری سے اور آپ سے دو ضربوں کی ردوبدل ہوئی۔ بکیر نے آپ کے ہونٹوں پر وار کیا جس سے اوپر کا ہونٹ کٹ گیا اور اُس کی تلوار نیچے کے ہونٹ تک پہونچ گئی۔ اس نے نیچے کے ہونٹ کے لئے دوبارہ تلوار اٹھائی تھی کہ حضرت مسلم نے متغیر کنندہ تلوار اُس کے سر پر لگائی اور دوسرا وار شانے پر مارا قریب تھا کہ تلوار اُس کے جسم میں در آئے کہ اُس کے ساتھیوں نے اُسے حضرت مسلم کے پنجے سے چھڑا لیا حضرت مسلم نے پھر رجز پڑھنا شروع کیا۔ اس وقت محمد بن اشعث نے کہا اے جوان تجھ کو امان دی جاتی ہے اپنے کو قتل نہ کر۔ (اے جوان) تو جھوٹ نہیں بولتا دھوکا نہیں دیتا فریب نہیں کھاتا ہے۔ یہ قوم تمہاری بنو عم ہے تم سے جنگ و جدل نہیں کرے گی۔ جناب مسلم نے جب دیکھا کہ پتھروں کے زخم نے ضعیف کر دیا ہے اور جلتے ہوئے نرکلوں کے گٹھوں نے بہت بہت اذیت دی ہے۔ شدت جنگ کے سبب سے سانس بھی اُکھڑ گئی ہے تو طوعہ کے گھر سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ محمد بن اشعث نے پھر امان کے کلمات دہرائے اور قریب آیا۔ حضرت مسلم نے فرمایا کیا مجھے امان مل گئی محمد بن اشعث نے کہا ہاں اس کے ساتھیوں نے بھی آواز دی کہ آپ کو امان دی گئی۔ اس وقت عمرو

بن عبداللہ بن عباس سلمی نے امان دینے کی مخالفت کی اور کہا ان کے امان کے لئے ہمارے دل میں ذرا سی بھی جگہ موجود نہیں ہے آپ ہم سے علیحدہ رہے جناب مسلم نے فرمایا کہ:

لولم تومنونی ماوضعت یدی فی ایدیکم

اگر تم امان نہیں دو گے تو میں بھی اپنا ہاتھ تمہارے ہاتھوں میں نہیں دوں گا۔

پھر ایک خچر لایا گیا آپ اس پر سوار کئے گئے کوفیوں نے چاروں طرف سے سواری کو گھیر لیا اور آپ کے گلے سے تلوار اُتار لی اُس وقت حضرت مسلم زندگی سے مایوس ہو گئے آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اور ارشاد فرمایا کہ یہ پہلا فریب ہے (جو تم لوگوں نے مجھے دیا ہے) محمد نے جواب دیا مجھے امید ہے کہ آپ کو ضرر نہیں پہونچے گا۔ حضرت مسلم نے آیہ اناللہ زبان پر جاری فرمائی رونے لگے اور ارشاد فرمایا کہ یہ صرف تیری امید ہی ہے وہ امان کہاں ہے جس کا تو نے وعدہ کیا تھا عمرو سلمی نے (طعن کے طور سے) کہا کہ اے مسلم جو آپ کے سے اہم مطلوب کو طلب کرے اگر اس پر وہ مصائب نازل ہوں جو آپ پر نازل ہوئے ہیں تو اُسے رونا نہ چاہئے۔ حضرت مسلم نے جواب دیا کہ:

خدا کی قسم میں اپنے نفس کے لئے نہیں رو رہا ہوں نہ اپنے قتل کا مرثیہ پڑھ رہا ہوں بلکہ اپنے نفس کو چشم زدن بھی دوست نہیں رکھتا ہوں بلکہ مجھ تک میرے خاندان کے جو لوگ آنے والے ہیں اُن کے

لئے رو رہا ہوں میں حسینؑ اور آل حسینؑ کے لئے رو رہا ہوں۔

اس کے بعد محمد بن اشعث سے ارشاد فرمایا کہ اے بندۂ خدا میں دیکھ رہا ہوں کہ تو عنقریب میری امان سے عاجز ہو جائے گا۔ آیا تو اس وقت کچھ نیکی کر سکتا ہے؟ آیا تو کسی شخص کو امام حسین علیہ السلام تک بھیج سکتا ہے جو میری زبان سے خبر پہونچا دے اس لئے کہ میرا خیال ہے وہ تم لوگوں کے پاس آنے کے لئے مکہ سے چل چکے ہوں گے یا چلنے والے ہوں گے کل حضرتؑ کے ہمراہ رکاب حضرتؑ کے اہلبیتؑ بھی ہیں میں اسی سبب سے بے چین ہو کر رو رہا ہوں۔ وہ شخص حضرتؑ کی خدمت میں عرض کر دے کہ مجھے مسلم نے بھیجا ہے وہ خود دشمنوں کے ہاتھ میں گرفتار ہیں شام تک زندہ رہنے کی بھی امید نہیں رکھتے ہیں (قاصد عرض کرے کہ) مسلم نے کہا ہے مولاؑ اہل بیتؑ کے ساتھ واپس چلے جائیے آپؑ کو اہل کوفہ دھوکا دیں گے اس لئے کہ کوفہ والے آپؑ کے والد کے وہی اصحاب ہیں جن سے فراق وجدائی کے لئے موت یا قتل کی تمنا کرتے تھے اہل کوفہ نے آپؑ کو اور مجھے جھٹلایا ہے (اور یہ ظاہر ہے) کہ جھوٹا کسی رائے کا مالک نہیں ہوتا ہے محمد بن اشعث نے جواب دیا کہ میں ایسا ضرور کروں گا اور ابن زیاد سے بھی کہوں گا کہ میں نے آپ کو امان دی ہے۔

ابو مخنف کہتا ہے کہ محمد بن اشعث حضرت مسلم کو باب قصر پر لایا اجازت طلب کی داخلہ کا اذن ملا داخل ہوا اور عبید اللہ کو حضرت مسلم کے

واقعہ کی اطلاع دی بکیر نے اُسے ایک ضرب لگائی اور کہا تجھے دوری نصیب ہو حضرت مسلم کے امان دینے کی بھی اطلاع دے ابن زیاد نے کہا کہ میں نے امان دینے کے لئے نہیں بھیجا تھا بلکہ اس لئے بھیجا تھا کہ مسلم کو میرے پاس لے آؤ محمد یہ سن کر خاموش ہو گیا۔

حضرت مسلم جب دروازۂ قصر پر پہونچے تو پیاسے تھے وہاں بہت سے لوگ اجازت ملنے کا انتظار کر رہے تھے جن میں عمارہ بن عقبہ بن معیط عمرو بن حریث مسلم بن عمرو باہلی اور کثیر بن شہاب باہلی بھی تھے حضرت مسلم نے دروازۂ قصر پر پانی کا کوزہ ملاحظہ کیا ان لوگوں سے پانی طلب کیا مسلم باہلی نے جواب دیا کہ دیکھتے ہو کس قدر ٹھنڈا پانی ہے تم جب تک (معاذاللہ) جہنم میں آب حمیم کو نہ پیو گے اس وقت تک ایک قطرہ پانی نہیں پی سکتے ہو حضرت مسلم نے کہا تیرا بُرا ہو تو کون ہے اس نے جواب دیا کہ میں وہ ہوں جس نے حق کو اس وقت پہچانا جب اُسے متغیر کر دیا گیا تھا اور اپنے امام کو اس وقت نصیحت کی جب وہ دھوکا کھا رہا تھا اور قول خدا کو اس وقت سنا اور اطاعت کی جب امام نے اس کی مخالفت و نافرمانی کی تھی میں مسلم بن عمرو باہلی ہوں حضرت مسلم نے جواب میں فرمایا کہ اے شخص تیری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے تو کس قدر ظالم و سخت کلام ہے۔ تیرا قلب کتنا سخت و شدید ہے اے باہلہ کے بیٹے اب حمیم اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کا مجھ سے زیادہ تو ہی سزاوار ہے پھر آپ دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے عمرو بن حریث نے اپنے غلام سلیمان کو پانی کے لئے

بھیجا وہ ایک آبخورہ پانی لایا عمارہ نے بھی اپنے غلام قیس کو پانی کے لئے بھیجا وہ رومال سے ڈھک کر ایک کوزہ پانی لایا کوزے سے کاسہ میں پانی انڈیلا لیکن حضرت مسلم جب کاسہ کو لے کر پانی پیتے تھے تو کاسہ آپ کے خون سے لبریز ہو جاتا تھا یہاں تک کہ جب تیسری مرتبہ آپ نے پانی پینے کا قصد کیا تو اگلے دو دانت ٹوٹ کر کاسہ میں گر گئے۔ اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر رزق مقسوم میں میرا حصہ ہوتا تو میں پانی ضرور پیتا۔

جب آپ داخل دربار کئے گئے تو آپ نے عبید اللہ کو امیر کہہ کر سلام نہیں کیا۔ دربان نے اس پر اعتراض کیا عبید اللہ نے کہا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو اس لئے کہ یہ قتل کئے جائیں گے۔ حضرت مسلم نے کہا کیوں اے عبید اللہ کیا میں واقعی قتل کیا جاؤں گا اُس نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ حضرت مسلم نے فرمایا کہ اچھا مجھے اجازت دے کہ اپنی قوم کی کسی فرد سے کچھ وصیت کر دوں آپ نے حاضرین دربار پر نظر کی وہاں آپ کو عمر بن سعد نظر آیا۔ آپ نے عمر سے فرمایا کہ اے عمر میرے اور تیرے درمیان قرابت ہے مجھے تجھ سے ایک حاجت ہے تجھ پر واجب ہے کہ میری اس ضرورت کو پورا کر دے لیکن یاد رہے کہ میری حاجت راز ہے۔ اس نے آپ کی حاجت پورا کرنے سے انکار کر دیا اس لئے کہ اُسے اس کے ذکر کی اجازت نہ تھی عبید اللہ نے کہا کہ اے عمر اپنے ابن عم کی حاجت پورا کرنے سے اعراض نہ کر۔

عمر آپ کے ساتھ گیا اور ایسی جگہ بیٹھا کہ ابن زیاد اُسے دیکھتا رہے۔ حضرت مسلم نے فرمایا کہ جب سے میں کوفہ آیا ہوں سات سو درہم کا مقروض ہو گیا ہوں میری ذرع فروخت کر کے اُسے ادا کر دینا میرے لاشہ کو ابن زیاد سے مانگ کر دفن کر دینا کسی کو امام حسینؑ کی خدمت میں بھیج دینا جو آپؑ کو (یہاں آنے سے روک دے اور) واپس کر دے اس لئے کہ میں نے جو عریضہ تحریر کیا تھا اس میں یہ عرض کیا تھا کہ کوفہ والے آپ کے ساتھ ہیں میرا خیال ہے کہ حضرت (یہاں) تشریف لا رہے ہوں گے۔

(وصیت کے بعد) عمر نے ابن زیاد سے کہا تجھے معلوم بھی ہے کہ مجھ سے مسلم نے کیا کہا ہے۔ مجھ سے حضرت مسلم نے یہ یہ کہا ہے۔ ابن زیاد نے جواب دیا کہ کبھی کسی امین نے خیانت نہیں کی ہے مگر یہ کہ کسی خائن کو امین بنایا جائے۔ جناب مسلم کے مال کے بارے میں تجھے اختیار ہے جو چاہے کرنا لیکن قتل مسلم کے بعد اُن کے نعش کے ساتھ جو چاہے کیا جائے مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ میں تجھ سے لاش مسلم کے لئے کوئی سفارش بھی نہیں کرتا ہوں اُنہوں نے مجھ سے جنگ کی اور میرے ہلاک کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ رہے حسینؑ وہ اگر میرا قصد نہیں کریں گے تو میں بھی ان کا قصد نہیں کروں گا۔ اور اگر اُنہوں نے یہاں آنے کا ارادہ کیا تو میں بھی اُن سے باز نہیں رہوں گا۔

اس کے بعد ابن زیاد نے جناب مسلم سے کہا کہ کیوں عقیل کے

فرزند تم ان لوگوں کے پاس اس لئے آئے تھے کہ ان کی جماعت کو پراگندہ کرو بعض کو بعض کے خلاف برانگیختہ کرو حالانکہ یہ لوگ متحد الکلمہ تھے آپ نے جواب دیا کہ میں ہرگز اس کے لئے نہیں آیا تھا البتہ کوفہ والوں نے یہ خیال کیا تھا کہ تیرے باپ نے اُن کے نیکوکاروں کو قتل کرڈالا ہے۔ ان کے خون کو ناحق بہایا ہے ان کے درمیان قیصر وکسریٰ کی طرح کا برتاؤ کیا ہے اس لئے ہم آئے تھے کہ عدل وانصاف کے ساتھ اُن کے ساتھ برتاؤ کریں کتاب خدا کی طرف بلائیں۔

ابن زیاد نے کہا اے فاسق (معاذاللہ) تجھ کو ان امور سے کیا ربط آیا ہم ان لوگوں میں ان امور پر عمل نہیں کرتے تھے جب تم مدینہ میں (معاذاللہ) شراب پیا کرتے تھے۔ حضرت مسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں شراب پیتا تھا خدا کی قسم اللہ خوب جانتا ہے کہ تو جھوٹا ہے بغیر علم کے میری طرف شراب پینے کی نسبت دے رہا ہے تو نے جو کچھ میرے لئے ذکر کیا ہے میں ہرگز ویسا نہیں ہوں۔ شراب پینے کا مجھ سے زیادہ سزاوار وہ ہے جو مسلمانوں کا خون بہا رہا ہے اور خدا نے جس نفس کے قتل کو حرام کیا ہے اُسے قتل کرے حرام طریقہ سے خونریزی کرے۔ غیظ وغضب وعداوت وبدظنی سے لوگوں کو مار ڈالے۔ پھر اس طرح لہو ولعب میں مشغول رہے کہ گویا کوئی (بُرا) کام ہی نہیں کیا ہے۔

ابن زیاد نے یہ سن کر کہا کہ (معاذاللہ) اے فاسق تیرا نفس اُن چیزوں کی آرزو کرتا ہے جس کے درمیان مشیت خدا حائل ہو گئی ہے اور

خدا تم کو اس کا اہل نہیں پاتا ہے۔ حضرت مسلم نے فرمایا کہ اے ابن زیاد اگر ہم اس کے اہل نہیں ہیں تو پھر کون اس کا اہل ہے۔ ابن زیاد نے جواب دیا یزید اس کی اہلیت رکھتا ہے حضرت مسلم نے جواب میں فرمایا کہ اس خدا کی حمد و ثنا ہے جس کو میں اپنے اور تیرے درمیان حکم قرار دینے پر راضی ہوں۔ ابن زیاد نے کہا شاید تمہارا یہ گمان ہے کہ حکومت میں تمہارا کچھ حصہ باقی ہے حضرت مسلم نے کہا گمان ہی نہیں بلکہ یقین ہے اس کے جواب میں عبید اللہ ابن زیاد نے کہا کہ خدا مجھے قتل کرے اگر تم کو اس طرح نہ قتل کروں جس طرح اسلام میں کوئی بھی قتل نہیں کیا گیا۔

حضرت مسلم نے کہا کہ یقیناً تو اس کے لائق ہے کہ اسلام میں ایسی بدعت کرے جو اس سے خارج ہو۔ بُری طرح قتل کو ترک نہ کرے مثلہ کرنے کی بُرائی نہ چھوڑے اور اپنے خُبثِ باطن کا اظہار کرے قہر و غلبہ کی برائی کا تو ہی زیادہ سزاوار ہے ابن زیاد نے اس کے بعد حضرت مسلم کو امیر المومنینؑ اور امام حسنؑ و امام حسینؑ و جناب عقیلؑ کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ حضرت مسلم چُپ رہے اور اس کے نجس کلمات سے اعراض کیا ابن زیاد نے حکم دیا کہ دارالامارہ کی چھت پر ان کو لے جاؤ لوگ جناب مسلم کو قصر کی چھت پر لے گئے ابن زیاد نے بکیر بن حمران احمری کو بلایا جس نے حضرت مسلم کے ضربت لگائی تھی اور حکم دیا کہ مسلم کو قتل کر کے ان کے جسم اور سر کو ایک ساتھ محل کے نیچے پھینک دے حضرت مسلم نے اس وقت محمد بن اشعث کو آواز دی کہ اے محمد

میرے پاس تلوار لے کر آجا یقیناً تو نے اپنے ذمہ کو توڑ دیا ہے خدا کی قسم تیری اماں نہ ہوتی تو میں مصالحت نہ کرتا۔ اس نے جناب مسلم کے یہ کلمات سنے اور منہ پھیر لیا۔ حضرت مسلم نے اس وقت تسبیح و تقدیس خدا شروع کی تکبیر کہتے رہے کلمات استغفار اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ملائکہ پر درود بھیجتے رہے اور فرماتے رہے پالنے والے تو میرے اور اس قوم کے درمیان حکم کر جس نے مجھے دھوکا دیا میری تکذیب کی اور مجھے ذلیل کیا۔

پھر لوگ آپ کو بلندی قصر پر لے گئے اور سر کو جسم سے جدا کر دیا اور دونوں کو ایک ساتھ قصر کے اوپر سے زمین پر پھینک دیا۔ جب بکیر قتل کے بعد محل سے نیچے اترا تو ابن زیاد نے دریافت کیا کہ قتل کے وقت مسلم کیا کہتے تھے اُس نے کہا کہ مسلم تسبیح خدا کر رہے تھے استغفار کر رہے تھے جب میں قتل کے لئے ان کے قریب آیا تو میں نے کہا کہ خدا کا شکر کہ مجھے اپنے قتل کا عوض لینے کا موقع مل گیا۔ پھر میں نے ایک ضربت لگائی جس نے کچھ کام نہیں دیا اُس وقت جناب مسلم نے کہا کہ اے عبد تو نے جو خراش لگائی ہے کیا وہ تیرے خون کا عوض لینے کے لئے کافی نہیں ہے۔؟ ابن زیاد نے کہا کہ کیا مسلم نے مرنے کے وقت بطور فخریہ کہا تھا۔ پھر کہا اچھا بیان کر بکیر نے (بیان کرنا شروع کیا اور) کہا پھر میں نے دوسری ضربت لگائی اور قتل کر دیا۔

پھر ابن زیاد نے ہانی اور باقی تمام قیدیوں کے قتل کا حکم دیا۔ بعد قتل

جناب مسلم وہانی ان کے لاشوں میں رسّی باندھ کر بازاروں میں پھرایا گیا۔ حضرت مسلم کی شہادت آٹھویں ذی الحجہ کو ہوئی اسی دن حضرت امام حسینؑ مکہ سے (کوفہ کی سمت) روانہ ہوئے تھے۔

ابو مخنف بیان کرتا ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن مسلم اور مدری ابن شعل اسدی نے بیان کیا کہ جب ہم حج سے فارغ ہو گئے تو ہمارا ارادہ صرف یہ ہوا کہ ہم امام حسین علیہ السلام سے راستہ میں جاملیں تاکہ حضرتؑ کے حالات اور امور کو دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے ہم اپنے ناقوں کو تیز دوڑاتے ہوئے روانہ ہوئے یہاں تک کہ مقام زردد میں حضرتؑ سے جاملے جب ہم حضرتؑ کے قریب پہونچے تو کوفہ کے ایک شخص کو دیکھا کہ امام حسین علیہ السلام کو دیکھ کر راستہ سے مڑ گیا۔ حضرتؑ بھی گویا کہ اس کے انتظار میں ٹھہر گئے تھے پھر اُسے چھوڑ کر روانہ ہو گئے ہم میں سے ایک نے دوسرے سے کہا چلو اس سے کوفہ کے حالات دریافت کریں ہم دونوں اُس شخص تک پہونچے اور اس سے اپنا نام و نسب بیان کیا ہم نے دیکھا کہ وہ بکیر ابن شعبہ اُسدی ہے۔ ہم نے اس سے کوفہ کی خبر دریافت کی اُس نے جواب دیا کہ میں کوفہ سے نکلا بھی نہ تھا کہ دیکھا کہ مسلم وہانی قتل کر دئے گئے اور ان کے پیروں میں رسّیاں باندھ کر بازار میں کھینچا جا رہا ہے۔

ہم دونوں اُسے چھوڑ کر امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے سلام کیا اور ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ جب منزل ثعلبیہ پر

پہونچے تو حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خدا آپ پر رحم کرے ہمارے پاس ایک خبر ہے اگر آپؑ اجازت دیں تو اعلانیہ بیان کریں ورنہ پوشیدہ طور سے حضرتؑ نے اپنے اصحاب کی طرف نظر کی اور فرمایا کہ بھائی ان لوگوں سے کوئی رازداری نہیں ہے۔ (بیان کرو)

ہم نے عرض کی کہ کل شام کو آپؑ کے سامنے جو سوار آرہا تھا آپؑ نے اسے ملاحظہ کیا ہوگا۔ حضرت نے فرمایا ہاں میں نے ارادہ بھی کیا تھا کہ اس سے کچھ سوال کروں۔ ہم نے عرض کی کہ اب آپؑ کو اس کی ضرورت نہیں ہے ہم کافی ہیں۔ وہ شخص ہمارے قبیلہ اسد کا ایک فرد تھا۔ اصابت رائے سچائی اور فضل و عقل میں معروف ہے اُس نے ہم سے یہ بیان کیا ہے۔ حضرتؑ نے کلمہ اناللہ زبان پر جاری کیا۔ چند مرتبہ رحمة الله عليهما کہا پھر ہم نے التماس کی کہ ہم آپؑ اور آپؑ کے اہلبیتؑ کے بارے میں خدا کی قسم دے کر گزارش کرتے ہیں کہ واپس چلے جایئے۔ اس لئے کہ کوفہ میں کوئی آپؑ کا ناصر نہیں ہے بلکہ ہمیں ڈر ہے کہ اہل کوفہ ہی آپؑ کے مقابلہ میں جنگ کریں گے۔ واپسی کی بنی عقیل نے مخالفت کی اور کہا ہم اپنے خون کا عوض نہیں چھوڑیں گے۔ اس وقت امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ ان کے بعد زندگانی کا لطف نہیں ہم نے عرض کی کہ خدا آپؑ کو اس سفر میں خیر نصیب کرے حضرتؑ نے ہم کو دعائیں دیں۔ آپؑ کے اصحاب نے گزارش کی کہ خدا کی قسم آپؑ مسلم کے مانند نہیں ہیں اگر آپؑ کوفہ

پہونچ گئے تو لوگ بہت جلد آپؑ کی طرف مائل ہو جائیں گے۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ جب آپ منزل زبالہ پر پہونچے تو اپنے اصحاب کے نام ایک لکھا ہوا نوشتہ نکالا اور پڑھ کر سنایا اس خط میں آپؑ نے تحریر کیا تھا کہ:

اما بعد فقد اتانا خبرفظیع انه قتل مسلم وهانی و عبدالله بن یقطر و قد خذلنا شیعتنا فمن احب الانصراف فلینصرف لیس علیه منا ذمام

بعد حمد و صلوٰۃ معلوم ہو کہ میرے پاس درد انگیز خبر آئی ہے کہ مسلم وہانی و عبد اللہ بن یقطر قتل کر دیئے گئے اور ہمارے شیعوں نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے اس لئے جو جانا چاہے جا سکتا ہے ہمارا حق اُس پر نہیں ہے۔ یہ سنتے ہی لوگ داہنے بائیں چلے گئے اور صرف خالص اصحاب باقی رہے۔

بعض مؤرخین روایت کرتے ہیں ثعلبیہ میں جب آپؑ نے قیام کیا تو خیام اہلبیتؑ میں آئے اور جناب مسلم کی دُختر صغیرہ کی طرف متوجہ ہوئے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اس سے بچی نے کچھ احساس کیا اور حضرتؑ کی خدمت میں عرض کی کہ میرے بابا کے ساتھ کیا کیا گیا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اے بیٹی میں اب تیرا باپ ہوں اُس وقت حضرتؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ بچی بھی رونے لگی عورتوں نے بھی اس کے سبب سے گریہ کیا۔

اہل سیر لکھتے ہیں کہ پھر ابن زیاد نے مسلم وہانی کے سر کو ہانی بن ابی الجنہ الوداعی وزبیر بن اروح تمیمی کے ہاتھ یزید کے پاس روانہ کیا۔ کچھ لوگوں نے ان کے جسموں کو ابن زیاد سے مانگ لیا اور جہاں آج کل زیارت کی جاتی ہے دفن کردیا۔ حضرت مسلم و حضرت ہانی دونوں بزرگوں کی قبریں علیحدہ علیحدہ ہیں۔

ہانی بن عروہ مرادی

ہانی بن عروہ بن نمیران مذحجی مرادی غطیفی ان کا نام نامی تھا۔ ہانی اپنے والد ماجد عروہ کے مانند صحابی تھے سن رسیدہ تھے یہ دونوں بزرگوار سرداران شیعہ میں داخل تھے اور امیر المؤمنین علیہ السلام کے ساتھ تینوں لڑائیوں میں موجود رہے اُنہوں نے روز جمل کہا تھا کہ:

اس جنگ کی حالت پر افسوس ہے جس کو اونٹوں نے بھڑکایا ہے گمراہ اشخاص اپنے نقص کے سبب سے اس کی قیادت ورہبری کرتے ہیں مگر یہ علی علیہ السلام ہیں جن کے گرد بڑے بڑے لشکر جمع ہیں۔

ابن سعد نے طبقات میں کہا کہ قتل کے دن ان کی عمر نوّے سال سے کچھ زیادہ تھی۔ بعض علمائے رجال نے ذکر کیا ہے کہ ان کی عمر اسی سال کی تھی ایسے عصا پر تکیہ کر کے چلتے تھے جس میں بونڈی لگی تھی اور اسی سے ابن زیاد نے اُن کو مارا تھا۔ مسعودی نے مروج الذہب میں ذکر کیا ہے یہ

قبیلہ مراد کے شیخ و سردار تھے اور چار ہزار زرہ پوش سواروں اور آٹھ ہزار پیادہ بہادروں کے لشکر کے ساتھ (جنگ میں) سوار ہوتے تھے۔ اور جب بنو مراد کے پیچھے پیچھے بنو کندہ بھی ہو جاتے تھے تو ان کی فوج تیس ہزار زرہ پوش اور اسلحہ میں ڈوبے ہوئے اشخاص پر مشتمل ہو جاتی تھی۔

مبرد نے کامل میں اور دیگر مصنفین نے اپنی اپنی کتابوں میں تحریر کیا ہے کہ جناب عروہ نے بھی حجر بن عدی کے ساتھ معاویہ کے سب و شتم حضرت امیرؑ کے خلاف احتجاجات میں نمایاں حصہ لیا تھا جس سے معاویہ نے قصد کیا کہ اُن کو قتل کر دے لیکن زیاد ابن ابیہ کی سفارش سے وہ قتل سے بچ گئے۔

جناب ہانی ہی نے کثیر بن شہاب مذحجی کو اس وقت پناہ دی تھی جب اُس نے مال خراسان میں خیانت کر کے فرار کیا تھا۔ معاویہ نے اس کو طلب کیا مگر وہ جناب ہانی کے پاس چھپا رہا۔ اُس وقت معاویہ نے نذر کی کہ میں ہانی کو قتل کروں گا۔ اتفاقاً ایک دفعہ یہ معاویہ کے دربار میں آئے وہ اُنہیں پہچانتا نہیں تھا لیکن جب لوگ ان کی تعظیم کے لئے اٹھے تو اُن کی عظمت اس کے دل میں بیٹھ گئی معاویہ نے دریافت کیا آپ کون ہیں کیوں آئے ہیں جناب ہانی نے جواب دیا میں ہانی بن عروہ ہوں تیرے جوار میں ہو گیا ہوں۔ معاویہ نے کہا کہ آپ کا یہ دن آپ کے والد کے اس دن کے مانند نہیں ہے جس کے متعلق اُنہوں نے کہا ہے کہ میں اپنے بالوں میں کنگھی کرتا ہوں اور دامن کو زمین پر کھینچتا ہوا چلتا ہوں

اور اپنے کمیت گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ہتھیار کی حفاظت کرتا ہوں بنو غطیف کے لشکر میں چلتا ہوں اور جب مجھ پر برائی نازل ہوتی ہے تو اُسے برداشت کرنے سے انکار کردیتا ہوں۔

جناب ہانی نے جواب دیا کہ اے معاویہ میں آج اس سے زیادہ باعزت ہوں معاویہ نے کہا کیونکر جناب ہانی نے کہا کہ اسلام کے سبب سے (اب ہماری عزت اور زیادہ ہوگئی ہے) معاویہ نے کہا ابن کثیر کہاں ہے انہوں نے کہا کہ میرے پاس تیرے لشکر میں موجود ہے اس وقت معاویہ نے کہا اچھا اس نے جو خیانت کی تھی اس کا کچھ حصہ آپ لے لیجئے اور کچھ اس کے لئے چھوڑ دیجئے۔

طبری نے کہا ہے کہ جب ابن زیاد کے جاسوس معقل نے اس کو جناب مسلم اور شریک کے واقعہ کی اطلاع دی اور بتایا کہ جناب مسلم ہانی کے یہاں مقیم ہیں تو ابن زیاد نے ہانی کو طلب کیا یہ لائے گئے اس وقت اُن کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ قتل کر دئے جائیں گے جب جناب ہانی ابن زیاد کے پاس آئے تو اُس نے بطور مثل یہ مصرع پڑھا:

اتتك بخائن رجلاه تسعیٰ

تجھ تک مرد خائن کو اس کے پیر خود لے کر آتے ہیں۔

جناب ہانی نے کہا کہ اے امیر یہ کیا آخر تم یہ مثل کیوں کہہ رہے ہو ابن زیاد ان کے سوال کو ٹال گیا اور اُن کے گھر میں جو واقعات گزرے تھے اُن کو دریافت کرنے لگا جناب ہانی انکار کرتے جاتے تھے اُس

وقت اس نے معقل کو سامنے بلایا جب اُس نے معقل کو بلایا تو یہ سمجھ گئے کہ یہ ابن زیاد کا جاسوس ہے اور ان تمام واقعات کا اقرار کیا اور کہا کہ مسلم میرے یہاں مہمان آئے تھے اب میں ان کو اپنے گھر میں نہ رہنے دوں گا ابن زیاد نے کہا کہ کیا تمہارے باپ کے ساتھ میرے باپ نے جو نیکی کی تھی اور معاویہ کے شر سے بچایا تھا وہ نیکی تم پر نہیں تھی۔ ہانی نے کہا اب یہ دوسری نیکی ہو جائے گی جو شخص میرا مہمان ہو گیا اس کے سبب سے تو میری حفاظت کر اب میں قول دیتا ہوں کہ مسلم کو گھر سے باہر بھیج دوں گا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے اپنے کوڑے سے اُن کو مارا جن سے اُن کی ناک زخمی ہو گئی اور حکم دیا کہ ان کو قید کر دیا جائے۔

ابو مخنف کہتا ہے کہ جب معقل نے ابن زیاد کو ہانی کے واقعات کی اطلاع دی تو اُس نے محمد ابن اشعث اور اسماء بن خارجہ کو اُن کے پاس بھیجا اور کہا کہ ہانی کو امن و اماں کے ساتھ میرے پاس لاؤ۔ ان دونوں نے ابن زیاد سے کہا کیا ہانی نے کوئی نئی بات کی ہے ابن زیاد نے کہا نہیں۔ جمعہ کا دن تھا جناب ہانی نے اپنے بالوں میں کنگھی کی تھی یہ دونوں جناب ہانی کو اس کے پاس لائے۔

ابن زیاد نے ان سے کہا کہ تم کو معلوم نہیں ہے کہ میرے باپ زیاد نے تمہارے باپ کے علاوہ تمام شیعوں کو قتل کیا تھا اور تمہارے باپ کے حسن صحبت کا لحاظ کیا تھا امیر کوفہ کو خط لکھا تھا جس میں تمہارے بارے میں وصیت کی تھی کیا یہ اسی کی جزا ہے کہ تم نے اپنے

گھر میں ایک شخص کو پوشیدہ کیا ہے تاکہ وہ مجھے قتل کردے۔ پھر شریک نے مسلم سے جس امر کو چاہا تھا اور حضرت مسلم جس سبب سے اس سے باز رہے تھے ابن زیاد نے وہ سب کچھ بیان کیا۔ حضرت ہانی نے کہا کہ میں نے تو ایسا نہیں کیا اُس وقت ابن زیاد نے اپنے جاسوس معقل کو بلایا۔ جناب ہانی نے جب اُسے دیکھا تو سمجھ گئے کہ اصل بات ظاہر ہو گئی ہے۔ اُس وقت انہوں نے کہا کہ اے امیر جو خبر تجھ کو ملی ہے صحیح ہے میں تیرے احسان کو ضائع نہیں کروں گا اب تو اور تیرے اہل و عیال میرے امان میں ہیں اب تم جہاں چاہو جا آسکتے ہو۔

یہ سُن کر عبید اللہ منہ کے بَل ان پر گر پڑا۔ مہران اس وقت اس کے سر پر کھڑا تھا اور ہانی کے ہاتھ میں ایک عصا تھا جس میں لوہے کی بونڈی لگی ہوئی تھی جس پر وہ تکیہ کرتے تھے۔ مہران نے کہا اے امیر کتنی ذلت کی بات ہے کہ یہ تجھے اور تیرے اہل کو اپنے امان میں لے۔ ابن زیاد نے حکم دیا کہ ان کو پکڑ لو مہران نے جناب ہانی کے گیسو پکڑ لئے اور اُن کے چہرے پر مقنع ڈال دیا۔ ابن زیاد نے ہانی کے ہاتھ سے عصا لے لیا اور اُسی سے اُن کے چہرے پر مارنا شروع کر دیا۔ اتفاق سے بونڈی نکل کر دیوار میں چُبھ گئی پھر ابن زیاد نے ہانی کے چہرے پر کوڑے مارنا شروع کئے جس سے اُن کی ناک اور پیشانی مجروح ہو گئی۔

جب لوگوں نے چیخ پکار کی شدید آواز سنی قبیلہ مذحج نے دار الامارہ کو گھیر لیا۔ قاضی شریح (حکم ابن زیاد سے) بنو مذحج کے پاس آیا اور بتایا کہ

ہانی کو کوئی ضرر نہیں پہونچا ہے صرف امیر نے ان کو قید کر لیا ہے۔ ہانی زندہ و سلامت ہیں لوگوں نے کہا کہ اگر امیر نے قید کر لیا ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(جناب مسلم نے جب یہ سُنا) تو اپنا لشکر لے کر آئے اور قصر کو گھیر لیا لیکن ہم حالات جناب مسلم میں ذکر کر چکے ہیں کہ اہل کوفہ نے آپ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

حضرت ہانی اُس وقت تک قید رہے جب تک جناب مسلم گرفتار نہیں ہوئے تھے جب حضرت مسلم بھی گرفتار ہوگئے تو یہ دونوں بزرگوار ایک ساتھ قتل کر دئے گئے اور اُن کی لاشیں پاؤں میں رسّی باندھ کر کھینچی گئیں۔

جناب مسلم ابن عقیل کے ساتھ ہانی بھی یوم ترویہ ہی قتل کئے گئے لیکن حالات جناب مسلم میں گزر چکا ہے کہ جناب مسلم کو بکیر بن حمران نے قتل کر کے دار الامارہ سے نیچے پھینک دیا تھا لیکن حضرت ہانی کو شانے باندھ کر اس بازار میں لایا گیا جہاں چوپائے بکتے تھے۔ اس وقت انہوں نے فریاد شروع کی وامذحجاہ ولا مذحج لی الیوم بنو مذحج سے فرمایا ہے لیکن مذحج کے لوگ آج میری مدد کے لئے نہیں آئے۔ فریاد ہے مذحج سے آج مجھے مذحج چھوڑ کر کہاں چلے گئے۔

پھر جب دیکھا کہ کوئی شخص مدد نہیں کر رہا ہے تو اپنا داہنا ہاتھ کھینچا اور چھڑا لیا پھر کہا کہ آیا کوئی لکڑی یا چھڑی ہے جس سے ایک مرد شجاع

اپنے نفس سے شر کو دفع کر سکے۔ پھر چاروں طرف سے لوگ ٹوٹ پڑے اور اُن کو خوب اچھی طرح سے باندھ دیا اور اُن سے کہا کہ اپنی گردن بڑھاؤ جناب ہانی نے جواب دیا کہ میں گردن نہیں بڑھاؤں گا اور اپنے قتل میں تمہاری مدد نہیں کروں گا۔ اس کے بعد عبیداللہ کے غلام رشید ترکی نے تلوار کا وار کیا جو خالی گیا جناب ہانی نے کہا کہ خدا ہی کی طرف بازگشت ہے پروردگارا میں تیری رحمت و رضا کی طرف آرہا ہوں پھر اُس نے دوسرا وار کیا اور قتل کر دیا۔

ابن زیاد نے جناب مسلمؑ اور ان کے سر کے لئے حکم دیا کہ یزید کے پاس لے جائے جائیں چنانچہ ان دونوں کے سروں کو ہانی وداعی اور زبیر تمیمی کے ہاتھ دمشق روانہ کر دیا۔ جیسا کہ حالات جناب مسلمؑ میں ذکر ہو چکا ہے۔

اہل سیر کہتے ہیں کہ جب ہانی و مسلم کی خبر شہادت امام حسین علیہ السلام تک پہونچی تو آپؑ نے مکرر فرمایا رحمة الله عليهما۔ پھر آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ طبری کہتا ہے کہ جب جنگ قازر پیش آئی (جس میں عبیداللہ بن زیاد ۶۶ھ میں ابراہیم بن مالک اشتر کے ہاتھوں سے مارا گیا تھا تو) عبدالرحمٰن بن حصین مرادی نے رشید کو دیکھ لیا اور کہا کہ خدا مجھے قتل کرے اگر میں رشید کو نہ قتل کروں یا اُس کے سامنے نہ قتل ہو جاؤں پھر اُس کے اوپر نیزے سے حملہ کر کے قتل کر کے اپنی جگہ واپس آگئے۔ (ترجمہ ابصار العین ص ۱۹۶)

عمارہ بن صلخب ازدی

حضرت مسلم کے وارد کوفہ ہونے کے بعد جن لوگوں نے حضرت مسلم کی بیعت کی تھی ان میں جناب عمارہ بھی داخل تھے۔ شیعیان کوفہ میں ان کا شمار تھا ترجمہ ابصار العین (ص ۲۴۸) میں اُن کے حالات میں مرقوم ہے کہ عمارہ بھی شیعوں میں داخل تھے حضرت مسلم بن عقیل کے ہاتھوں پر کوفہ میں بیعت کی تھی اور آپ کے ساتھ جنگ کے لئے نکلے تھے جب حضرت مسلم گرفتار کر لئے گئے اور قتل کر دیئے گئے تو اُن کو بھی ابن زیاد نے طلب کیا اور پوچھا کہ تم کس قبیلہ سے تعلق رکھتے ہو اُنہوں نے جواب دیا کہ میں ازدی ہوں یہ سُن کر اس نے حکم دیا کہ انکو ان کی قوم میں لے جاؤ اور قتل کردو۔ ابو جعفر (طبری ج ۶ ص ۳۱۴) کہتے ہیں کہ جناب عمارہ کو بنو ازد میں لایا گیا اور ازدیوں کے سامنے قتل کر دیا گیا۔

عبد الاعلیٰ بن یزید کلبی علیمی

جناب عبد الاعلی بن یزید کلبی علیمی نامور شیعہ شجاع و بہادر و جیالے اور شہسوار انسان تھے ترجمہ ابصار العین (ص ۲۴۵) میں ان کے بارے میں منقول ہے کہ:

یہ شہسوار و بہادر شیعہ تھے کوفہ کے رہنے والے تھے۔ جن لوگوں

نے حضرت مسلم کے ساتھ کوفہ میں جنگ کی تھی ان میں داخل تھے۔
جب کوفہ والوں نے حضرت مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا تو کثیر بن شہاب نے ان کو گرفتار کر کے عبید اللہ بن زیاد کے سپرد کر دیا اُس نے اُن کو قید خانہ میں ڈال دیا۔

ابو مخنف کہتا ہے کہ جب حضرت مسلم قتل کر دئے گئے تو عبید اللہ بن زیاد نے ان کو طلب کیا اور اُن کی حالت دریافت کی اُنہوں نے جواب دیا میں تو دیکھنے کے لئے آیا تھا ابن زیاد نے کہا اس پر قسم کھاؤ اُنہوں نے قسم کھانے سے انکار کر دیا (اُس وقت) اُن کو جبانہ سبیع میں لایا گیا اور وہیں قتل کر دیے گئے۔

بعینہٖ طبری میں بھی یہی موجود ہے۔ (ج ۶ ص ۲۱۴)

جناب عبد الاعلی کا قسم نہ کھانا بتاتا ہے کہ نصرت حضرت مسلم کے لئے نکلے تھے کہ گرفتار کر لئے گئے۔

قسم نہ کھا کر ظالم عبید اللہ ابن زیاد کے گرفت میں آکر شہادت قبول کرنا ان کے کمال تشیع کی دلیل ہے۔

عبد اللہ بن حارث بن نوفل

تاریخ طبری میں ہے کہ جناب مسلم کے ساتھ جنگ کے لئے مختار ابن ابو عبید اور عبد اللہ بن حارث بن نوفل بھی نکلے تھے۔ جناب مختارؒ کے ہاتھ میں سُرخ جھنڈا تھا اور عبد اللہ بھی سُرخ نشان لئے تھے۔

الغرض جب کوفہ والوں نے جناب مسلم کا ساتھ چھوڑ دیا تو عبید اللہ ابن زیاد نے حکم دیا کہ مختار اور عبد اللہ کو تلاش کیا جائے۔ چنانچہ یہ دونوں بزرگوار گرفتار کر لئے گئے اور قید خانہ میں ڈال دئے گئے (طبری۔ ج٦ ص ۳۱۵) جناب مختار کی گرفتاری و رہائی و عوض خون امام حسینؑ لینا معلوم ہے مگر عبد اللہ کا کیا حال ہوا معلوم نہیں لیکن جناب مختارؒ کی طرح ان کا علمبردار ہونا بتاتا ہے کہ جس پائے کے شیعہ جناب مختارؒ تھے اُسی منزلت کے مالک جناب عبد اللہ بھی تھے۔

رُشید ہجری

جناب رُشید امیر المومنین علیہ السلام کے مخصوص اصحاب میں شامل تھے حضرتؑ کے بڑے مُحب زبردست مخلص اور فدائی تھے۔ جناب رُشید نفس پاکیزہ و سیرت پسندیدہ رکھتے تھے۔ خود امیر المومنین علیہ السلام ان کو رُشید البلایا کہا کرتے تھے۔ بات یہ تھی کہ ان کے صفائے باطن و نفس پاکیزہ کے سبب سے حضرتؑ نے ان کو علم البلایا و المنایا کی تعلیم دی تھی۔ یعنی حضرتؑ کی تعلیم کی برکت سے یہ باخبر تھے کہ کس پر کیا مصیبت آنے والی ہے کس کی موت کب واقع ہوگی۔ ان کا یہ علم ایسا تھا کہ آئمہ معصومین علیہم السلام جب غیب کی خبر دیتے تھے اور اصحاب میں سے کسی کو شک و شبہ ہوتا تو اُن کی غیب دانی کو بطور ثبوت و شاہد پیش کرتے تھے چنانچہ اس طرح کی دو روایتیں علامہ مجلسی علیہ

الرحمہ نے بحار الانوار (ج ۹ ص ۱۴۷۔ ۱۴۳) میں تحریر کی ہیں جن میں سے ایک روایت میں ہے کہ عبد صالح ابوالحسن امام رضا علیہ السلام ایک شخص کو اس کے موت کی خبر دے رہے تھے تو میں نے (راوی) اپنے دل میں کہا کہ کیا حضرتؑ یہ بھی جانتے ہیں کہ اُن کے شیعوں میں سے کوئی کب مرے گا۔ جیسے ہی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا حضرتؑ نے مجھ سے غصہ کے لب و لہجہ میں فرمایا اے اسحاق رشید ہجری تو علم المنایا والبلایا کو جانتے تھے پھر امام تو بدرجہ اولیٰ ان چیزوں کو جانے گا۔

جنابِ رُشید بڑے عابد و زاہد و متقی و پرہیز گار تھے۔ ایک دن ان کی کثرت عبادت کو دیکھ کر ان کی بیٹی قنوا نے کہا بابا آپ تو عبادت میں محنت و مشقت کرتے ہیں فرمانے لگے بیٹی میرے بعد ایک قوم آئے گی جو اپنے دینی سمجھ بوجھ کے اعتبار سے اگلے لوگوں کی بہتر سے بہتر عبادتوں سے اشرف و افضل ہو گی۔ (بحار الانوار ج ۹ ص ۱۴۳)

بیٹی سے جناب رُشید کی یہ گفتگو زمانہ غیبت کے مخلص شیعوں کے فضل و شرف کو ظاہر کر رہی ہے اس لئے کہ زمانہ رُشید میں تو امام ظاہر بظاہر موجود تھے جناب رشید نے امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کی زیارت بھی کی تھی آپ سے علوم و فنون کو حاصل بھی کیا تھا۔ آپ کے معجزات بھی دیکھے ہوں گے۔ اس لئے ان کا مذہب کی سچائی پر یہ یقین کہ ہاتھ پیر کٹوا دئے' زبان گدّی سے کھنچوا دی اور مذہب حق پر باقی رہے' اخلاص سے عبادت خالق اکبر کرتے رہے لیکن زمانہ غیبت کے

شیعہ باوجودیکہ امام علیہ السلام کی خدمت میں بظاہر نہ پہنچیں گے ان کے معجزات کا مشاہدہ نہ کریں گے لیکن ان کو اپنے مذہب پر ایسا یقین ہوگا کہ اپنے مذہب پر ثابت قدم رہیں گے۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور امامؑ کی امامت کا سچا یقین رکھیں گے۔ احکام خدا و آئمہؑ کے پابند رہیں گے اس لئے اُن کی یہ دینی سمجھ بوجھ عبادت گزار افراد کی بہتر سے بہتر عبادت سے افضل و بہتر ہوگی۔

عظمت جناب رُشید ہجری:

جب انسان اپنے خالق کا ہو جاتا ہے اور ہر چیز میں مرضی باری کو مقدم کرتا ہے۔ ہر امر میں اُسی کا مطیع فرمانبردار رہتا ہے اور کثرت عبادت انتہائے زہد و ورع و تقویٰ سے نفس میں جلاء' باطن میں پاکیزگی پیدا کر لیتا ہے تو پھر اس سے ایسے ایسے کرامات ظاہر ہوتے ہیں جنہیں دیکھ کر عقل حیران و ششدر رہ جاتی ہے۔ ہر انسان اس کا تحمل نہیں کر سکتا ہے۔

بدقسمتی سے ہم ایک ایسے زمانے میں ہیں جب انبیاء و مرسلین وائمہ کے معجزات کو سُن کر بعض روشن خیال اور مغرب زدہ افراد چین بجبیں ہو جاتے ہیں پھر اگر ان کے سامنے خاصان خدا اور بزرگان دین میں سے کسی کی کرامت بیان کی جائے تو خدا جانے ان کی کیا حالت ہوگی۔ تعجب نہیں ہے کہ وہ اسے سُن کر جامے سے باہر ہو جائیں لیکن دنیا میں شاید ہی کوئی

قوم ایسی ہو جو اس کی قائل نہ ہو کہ دنیا میں ایسے افراد گزرے ہیں جن سے ایسے افعال سرزد ہوئے ہیں جن کو عام طور سے لوگ نہیں کر سکتے ہیں ہر قوم وملت اپنے بزرگان قوم وملت کے لئے اس کی قائل ہے۔

ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے ہم انبیاء و مرسلین کے علاوہ جب اولیاء اللہ کی تاریخ کا جائزہ لیتے ہیں تو اُن کی زندگی کرامات سے لبریز نظر آتی ہے اور بکثرت ایسے واقعات ملتے ہیں جو خلاف عادت ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو قائل ہونا پڑتا ہے کہ وہ باکرامت تھے۔

خود قرآن مجید نے متعدد مقامات پر ایسے افراد کے کرامتوں کا ذکر کیا ہے جو نبی نہیں تھے اُن میں کچھ مرد ہیں کچھ عورتیں ہیں۔

مردوں میں سے آصف بن برخیا ہیں جن کا ذکر قرآن ان الفاظ میں کرتا ہے:

قال یاایھاالملؤ ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین۔ قال عفریت من الجن انا أتیك به قبل ان تقوم من مقامك وانی علیه لقوی امین۔قال الذی عنده علم من الکتاب انا أتیك به قبل ان یرتد الیك طرفك۔

(النمل آیه ۳۸۔۳۹۔۴۰)

(جناب سلیمانؑ) نے کہا اے لوگو! تم میں سے کون شخص (بلقیس) کے تخت کو ان کے مسلمان ہو کر آنے سے پہلے میرے پاس لائے گا۔ایک دیو نے کہا کہ میں آپ کے اس جگہ سے کھڑے

ہونے سے پہلے لے آؤں گا اور میں اس کی طاقت رکھتا ہوں اور امین ہوں جس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا اُس نے عرض کیا کہ میں تخت بلقیس آپ کی پلک جھپکنے سے پہلے لے آؤں گا۔

آصف کا یہ واقعہ قرآن مجید نے نقل کیا ہے اُن کے ایسے باکرامت ہونے کی خبر دے رہا ہے کہ چشم زدن میں ملک سبا سے جناب سلیمانؑ کے پائے تخت تک بلقیس کا تخت لے آئے۔ جب سلیمانؑ کے اصحاب ایسے باکرامت ہو سکتے ہیں تو کیا اصحاب امیر المومنین علیہ السلام باکرامت نہیں ہو سکتے؟

اگر یہ کہا جائے کہ جناب آصف کے لئے اقوال ہیں کہ وہ جناب سلیمانؑ کے وصی تھے اور وصی نبی کا صاحب اعجاز و کرامت ہونا تعجب خیز نہیں اس لئے ان پر غیر وصی نبی کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

اگر ہم اسے تسلیم بھی کرلیں تو بھی قرآن نے اور بہت سے افراد کا تذکرہ کیا ہے جو نہ نبی تھے نہ وصی نبی تھے لیکن صاحب کرامت تھے جیسے اصحاب کہف یہ محقق ہے کہ یہ افراد پہلے کافر تھے ایمان لائے اور بعد ایمان ایسے باکرامت کہ حسب تصریح قرآن میں اب تک موجود ہے وہ دنیا میں موجود ہیں زندہ ہیں غذا کھاتے ہیں کروٹیں بدلتے ہیں اس واقعہ کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

ام حسبت ان اصحاب الکهف والرقیم کانوا من اٰیاتنا عجبا۔ اذاوی الفتیة الی الکهف فقالوا ربنا اٰتنا

من لدنك رحمة وهئ لنا من امرنا رشدا فضربنا على آذانهم فى الكهف سنين عددا ثم بعثنهم لنعلم اى الحزبين احصىٰ لما لبثوا امدا۔(سورۂ کہف آیہ۹۔ تا۱۲)

کیا تم نے یہ گمان کیا ہے کہ اصحاب کہف ورقیم ہماری نشانیوں میں سے عجیب نشانی تھے جب کچھ جوان ایک غار میں آپہونچے اور دعا کی پالنے والے ہم کو اپنی بارگاہ سے رحمت عطا کر اور ہم کو ہمارے امر میں ہدایت عطا کر تب ہم نے اُن کے کانوں پر کئی سال تک پردے ڈال دیئے پھر ہم نے ان کو بیدار کر کے بھیجا تاکہ یہ معلوم کریں کہ دو گروہوں میں سے کس کو غار میں ٹھہرنے کی مدت یاد ہے۔

یہ واقعہ ہم کو چند چیزیں بتا رہا ہے۔

اصحاب کہف با کرامت ہیں۔

اصحاب کہف زندہ ہیں۔

اصحاب کہف دنیا میں غار میں سو رہے ہیں۔

سوتے سوتے مدت کے بعد بیدار ہوئے۔ پھر سو گئے۔

اصحاب کہف دنیا میں موجود ہیں غار میں سو رہے ہیں دنیا کو اب تک نہ وہ نظر آئے نہ غار ہی دکھائی دیا۔ حیرت یہ ہے کہ جس زمانہ میں غار میں آکر وہ پوشیدہ ہوئے تھے اُس زمانہ کے لوگوں کو نہ وہ نظر آئے نہ غار نظر آیا۔ پس اگر اصحاب حضرت امیرؑ میں یہ کرامتیں پائی جائیں تو محل حیرت واستعجاب کیا ہے۔

عورتوں میں والدہ جناب موسیٰ، والدۂ جناب عیسیٰ باکرامت معظّمہ تھیں قرآنی آیات اس کا بھی تذکرہ کرچکی ہیں۔

ان تذکروں کے بعد ایک مسلمان تو انکار کر ہی نہیں سکتا ہے کہ دنیا میں کچھ افراد ہو سکتے ہیں جن سے ایسے افعال سرزد ہوں جو عام طور سے طاقت بشری سے خارج ہوں۔ قرآن مجید اور احادیث سے قطع نظر کر کے اگر خالص عقلی اعتبار سے نظر ڈالی جائے تو بھی یہ ممکن ہے محال و ناممکن نہیں ہے خود معجزات کا تعلق بھی انہیں چیزوں سے ہوتا ہے جو محال عقلی نہ ہو ہاں عادتاً اس طرح کی بات نہ ہوتی ہو۔ اس لئے عقل اس کو ناممکن نہیں سمجھتی ہے کہ ایک شخص کسی مجمع کی طرف سے گزرے وہ لوگ اُسے دیکھ نہ سکیں یا کسی ایسے شخص کے پاس آئے جو اُس کو دشمن رکھتا ہو اور وہ اُسے نہ پہچانے اور نہ سمجھ سکے کہ یہ وہی شخص ہے جو فلاں جرم میں مطلوب ہے' بلکہ اُسے اپنا دوست خیال کرے۔ جب عقلی اعتبار سے یہ محال نہیں اور اس طرح مسائل میں داخل نہیں ہے کہ بیک وقت ایک ہی اعتبار سے ایک ایک بھی ہو اور دو بھی۔ تو پھر اگر کسی خدا رسیدہ شخصیت سے اس طرح کے افعال سرزد ہوئے ہوں تو کیا خرابی لازم آتی ہے۔

اس تمہید کے بعد اب عظمت جناب رشید کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان کے کمالات روحانی و نفسانی کو دیکھئے علامہ مجلسی بحار الانوار (ج۹ ص ۶۱۵) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"جب جرم محبت حضرت امیر علیہ السلام میں زیاد نے جناب رُشید کی گرفتاری کا حکم دے دیا اور وہ روپوش ہو گئے تو ایک دن ابو اراکہ (جو کوفہ کے ایک رئیس تھے) کے گھر آئے۔ ابو اراکہ اس وقت اپنے مصاحبین کے ساتھ اپنے دروازہ پر بیٹھے ہوئے تھے ابو اراکہ نے جب یہ دیکھا کہ رشید میرے گھر میں چلے گئے تو بہت گھبرائے۔ خوف زدہ رشید کے پاس آئے کہنے لگے تم نے مجھے بھی قتل کیا اور میرے بچوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ رشید نے کہا کیا بات ہے تم کیوں گھبرا رہے ہو۔ ابو اراکہ نے کہا کہ تم کو زیاد گرفتار کرنا چاہتا ہے تم بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے میرے یہاں آگئے سب نے تم کو یہاں آتے دیکھ لیا (زیاد کو خبر ہو گئی تو) وہ مجھے زندہ رہنے دیگا نہ میرے بچوں کو۔ رشید نے کہا تم گھبراؤ نہیں مجھ کو تمہارے یہاں آتے ہوئے کسی نے بھی نہیں دیکھا ہے۔ ابو اراکہ نے کہا کیا تم جادو بھی کرنے لگے (ابھی ابھی) سب کے سامنے آئے ہو انہوں نے ضرور دیکھا ہو گا رشید نے کہا نہیں تم مطمئن رہو مجھے کسی نے نہیں دیکھا ہے۔ یہ سُن کر ابو اراکہ نے رشید کے ہاتھ پیر باندھے اور ایک کوٹھری میں بند کر دیا اور اپنے اصحاب کے پاس آئے کہنے لگے مجھے معلوم ہوتا ہے کہ ایک بزرگ اس وقت میرے گھر میں گئے ہیں سب نے کہا غلط ہے ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں ہماری موجودگی میں تمہارے یہاں کوئی شخص نہیں گیا ہے ابو اراکہ

نے کئی مرتبہ یہ بات کہی ان کے اصحاب اس سے انکار کرتے رہے لیکن ابواراکہ کو اطمینان نہ ہوا دل میں کہنے لگے ممکن ہے ان لوگوں نے رشید کو میرے گھر آتے ہوئے دیکھا ہو مگر مجھ سے چھپا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی شخص اس کی اطلاع زیاد کو دے دے یہ اسی شش و پنج میں گھبرائے ہوئے زیاد کے پاس آئے تاکہ یہ معلوم کریں کہ اُسے رشید کو میرے گھر آنے کی اطلاع تو نہیں ہوئی اگر اسے اطلاع دے دی گئی ہے تو میں خود اس سے کہہ دوں گا کہ رشید میرے گھر میں موجود ہیں۔ ابواراکہ زیاد کے پاس آئے اُن سے اور زیاد سے دوستی تھی اس سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ دیکھا اُنہیں کے خچر پر سوار ہو کر رشید زیاد کے پاس آئے ابواراکہ کے حواس جاتے رہے چہرے کا رنگ اُتر گیا اور یہ یقین کر لیا کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا۔ رشید خچر سے اُتر کر زیاد کے پاس آئے اُسے سلام کیا زیاد نے اُن کی تعظیم کی گلے سے لگایا بوسہ لیا پوچھنا شروع کیا کیسے آئے ہو راستہ میں کوئی زحمت تو نہیں ہوئی تمہارے بچے کیسے ہیں؟ محبت سے داڑھی میں ہاتھ دیا۔ رُشید تھوڑی دیر ٹھہرے اور چلے گئے۔ ابواراکہ نے زیاد سے دریافت کیا اے امیر یہ کون بزرگ تھے؟ زیاد نے کہا یہ تو برادران شام میں سے ایک شخص تھے مجھ سے مل کر واپس چلے گئے۔ ابواراکہ یہ سب دیکھ کر جب گھر آئے تو دیکھتے ہیں کہ رشید اسی طرح گھر میں موجود ہیں جس طرح چھوڑ کر

گئے تھے۔ اُس وقت ابوارا کہ نے رشید سے معذرت کی اور کہنے لگے جب تمہارے پاس ایسا علم موجود ہے تو تمہارا جو جی چاہے کرو اور جب تمہارا دل چاہے میرے یہاں آؤ"۔

اُس پُر آشوب دور میں جب دشمنی اہلبیتؑ طاہرین کی آگ بھڑک رہی ہو اُن کے فضائل مٹائے جارہے ہوں' کمالات پر پردے ڈالے جارہے ہوں۔ جھوٹی حدیثیں بنائی جارہی ہوں حضرت علیؑ پر علی الاعلان سب و شتم ہو رہا ہو اس طرح کی باکرامت شخصیتوں کی ضرورت تھی تاکہ ارباب ایمان کے عقائد میں پختگی۔ اہلبیتؑ کی محبت میں اضافہ اور ائمہؑ کی صحیح معرفت حاصل ہو جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ رشید اور ان کے مانند اصحاب کی سیرت پڑھ کر ہماری سمجھ میں آتا ہے کہ حضرت علیؑ اور ان کی ذریت طیبہ کے کمالات کیا تھے۔

ان کی شہادت کے سلسلہ میں روایتیں مختلف ہیں علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ (ج ۱ ص ۲۱۱) اور علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار (ج ۹ ص ۱۴۷) میں یہ تحریر فرماتے ہیں کہ زیاد ابن ابیہ نے ان کے ہاتھ پیر اور زبان کٹوائی اور سولی پر چڑھا دیا لیکن مجلسی علیہ الرحمہ نے اس سے قبل ص ۱۳۷ پر ان کا قاتل زیاد کے بیٹے عبید اللہ بن زیاد کو تحریر کیا ہے اس کی تائید بحار جلد ۱۰ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں حبیب اور میثم کی بازار کوفہ میں ملاقات و گفتگو اور ایک دوسرے کے قتل کا ذکر

موجود ہے ان کے جانے کے بعد وہاں رشید آئے اور ان دونوں حضرات کو دریافت کیا کہ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رشید واقعہ کربلا سے قبل تک زندہ تھے اس لئے اُن کا قاتل عبیداللہ بن زید تھا۔

جناب رشید کی بیٹی امۃ اللہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے اپنے والد کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا ہے کہ مجھ سے میرے حبیب امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رشید جب تم کو بنی اُمیہ کا زنازادہ بلا کر ہاتھ پیر زبان کاٹے گا تو تمہارے صبر کی کیا کیفیت ہو گی رشید نے عرض کی اے امیر المومنینؑ کیا اس کا آخری نتیجہ جنت ہو گا۔ حضرتؑ نے فرمایا ہاں تم دنیا اور آخرت میں میرے ساتھ رہو گے خدا کی قسم اس گفتگو کو زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ عبیداللہ بن زیاد نے بلوایا اور کہا کہ اے امیر المومنین علیہ السلام سے اظہار بیزاری کرو میرے والد نے اس سے انکار کر دیا اُس نے کہا اچھا یہ بتاؤ تمہارے آقا نے کس طرح تمہاری موت واقع ہونے کی خبر دی ہے بابا نے کہا میرے حبیب صلوات اللہ علیہ نے خبر دی ہے کہ تو مجھ کو حضرتؑ سے اظہار برأت کے لئے کہے گا میں اس سے انکار کروں گا' تو میرے ہاتھ پیر اور زبان کاٹ دے گا' ابن زیاد نے کہا میں آج ضرور تمہارے آقا کی (معاذ اللہ) تکذیب کروں گا اس کے بعد حکم دیا کہ رشید کے ہاتھ اور پیر کاٹ دو اور زبان چھوڑ دو چنانچہ دونوں ہاتھ پیر کاٹ دیئے گئے زبان رہنے دی گئی اور دار الامارہ کے باہر ڈال دیا گیا۔ لوگ اُٹھا کر ہمارے گھر لائے میں نے عرض کیا بابا آپ ہاتھ پیر کٹنے

سے کچھ درد محسوس کر رہے ہیں بابا نے کہا بیٹی خدا کی قسم کوئی تکلیف نہیں محسوس ہو رہی بس اس طرح کی اذیت ہے جیسے کوئی آدمیوں کے کسی مجمع سے گزرا ہو اور جسم پر خراش آگئی ہو۔

پڑوس کے لوگ اور جان پہچان والے افراد آئے اور اظہار رنج و غم شروع کیا۔ بابا نے اُن سے کہا (اس سے کیا فائدہ) کاغذ و دوات لاؤ تاکہ امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے جو آئندہ کی باتیں بتائی ہیں اُنہیں لکھوا دوں لوگ کاغذ و دوات لے کر آئے اور میرے باپ نے امیر المومنین علیہ السلام کی طرف نسبت دے کر غیب کی باتیں لکھوانا شروع کیں اس کی خبر ابن زیاد کو ہوئی اُس نے حجام کو بھیجا کہ زبان کاٹ دے حجام نے زبان کاٹ دی اُسی شب اُن کا انتقال ہو گیا۔

(بحار الانوار ج ۹ ص ۱۳-۷)

ایک روایت میں ہے کہ جب حجام زبان کاٹنے آیا تو انہوں نے کہا ذرا ٹھہر جا میں ایک بات کہہ لوں۔ حجام رُک گیا۔ جناب رشید نے کہا دیکھو میرے مولا نے جو کچھ کہا تھا اُس کی تصدیق ہو گئی۔

ہماری جانیں ان شہیدوں پر فدا ہو جائیں کیا ثبات قدم تھا کیا یقین تھا محبت میں کیسے کامل تھے۔ حضرت امیرؑ ان کو رشید المبتلیٰ (گرفتار بلاء شدہ) کہتے تھے۔ یہ لوگوں سے ملتے تھے تو کہہ دیتے تھے اے شخص تیری موت اس طرح واقع ہو گی اے فلاں تو اس طرح قتل کیا جائے گا۔ رشید جیسا کہہ دیتے تھے ویسا ہی ہوتا تھا اور اس میں سر مو فرق نہیں ہوتا تھا۔

ابو سالم میثم بن یحیی تمار

جناب میثم امیر المومنین علیہ السلام کے خرید کردہ غلام تھے آپؑ نے اُن کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ آزادی کے بعد کوفہ میں خرمہ فروشی کرتے تھے اسی لئے اُن کو تمار کہتے ہیں۔ جناب میثم حضرت کے محبِ خالص اور فدائی تھے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ حضرت کے حواریوں میں داخل تھے۔ بعض میں ہے کہ جناب میثم اصفیاء امیر المومنینؑ میں شامل تھے۔

جناب میثم صفائے نفس وپاکیزگی باطن میں اس حد تک پہنچے ہوئے تھے کہ جناب علامہ مامقانی اپنے رجال (ج ۳ ص ۲۶۳) میں تحریر فرماتے ہیں کہ میثم حضرت امیرؑ کے صحابی تھے۔ حضرتؑ سے ان کی خصوصیات آفتاب سے زیادہ روشن و منور ہیں ان کی عظمت و جلالت و رفعت و بلندی بیان سے مستغنی ہے۔ جناب میثم عادل بھی تھے ثقہ بھی تھے اور اُن کی عدالت اس پایہ پر تھی کہ اگر عدالت و عصمت کے درمیان کوئی درجہ ہوتا تو ہم یقیناً میثم کو اس درجہ میں شمار کرتے۔ جناب میثم ان کمالات کے ساتھ ساتھ حضرت امیرؑ کے کچھ رموز و اسرار کے بھی حامل تھے۔

ظاہر ہے حامل اسرار و رموز امامت وہی ہو سکتا ہے جس کے نفس میں اس کے تحمل کی صلاحیت بھی پائی جاتی ہو۔ انسان کتنا ہی اچھے حسب

ونسب کا مالک ہو اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ پاکیزگی نفس وصلاح باطن کا بھی حامل ہو اگر یہ وصف پایا جاتا ہو تو یہ ضروری نہیں ہے کہ علوم واسرار امامت کا تحمل کر سکے اس لئے غلام ہونے کے باوجود جناب میثم کا اسرار امامت کا رازدار ہونا ان کی بہت بڑی فضیلت ہے۔

ان کے اس مرتبہ پر فائز ہونے سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام نے غلاموں کا مرتبہ کتنا بلند کر دیا تھا۔ اس سلسلہ میں ہم اسلام کی غلام نوازی پر بھی روشنی ڈال دینا چاہتے ہیں اس لئے کہ ہم اس سے قبل بھی بعض غلاموں کے حالات پیش کر چکے ہیں اور ابھی اور کئی غلاموں کی قربانیاں پیش کرنا ہیں۔ جنہوں نے آزاد انسانوں کی طرح حضرت امیرؑ کی خالص محبت میں جام شہادت نوش کیا ہے۔

اسلام اور غلامی:

غلامی جس کے ذریعہ سے افراد بشر کو اس طرح گرفت میں لے لیا جاتا ہے کہ اس سے چھٹکارا دشوار ہو جاتا ہے۔ کوئی پسندیدہ چیز نہیں یہ اسلام سے قبل دنیا میں رائج تھا غلاموں کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا تھا جس کے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں جب اسلام کا روشن سورج چمکا اور اس کی ضیاپاشی نے سارے عالم کو جگمگا دیا تو غلاموں کا ستارا بھی چمک اُٹھا۔ اسلام نے غلامی کو ممنوع تو نہیں قرار دیا لیکن شریعت میں ایسے احکام سکھائے جن پر عمل ہوتا رہتا تو کچھ دنوں میں

غلامی کا خاتمہ ہو جاتا۔

اسلام نے سب سے پہلے قدم تو غلاموں کے سلسلہ میں یہ اُٹھایا کہ ان کے ساتھ انسانیت کا برتاؤ ہونے لگا۔ صفوف بشر میں وہ آزاد آدمیوں کے پہلو بہ پہلو بیٹھنے لگے۔ اُن سے انسانیت سوز برتاؤ کا خاتمہ کر دیا۔ غلاموں میں یہ احساس پیدا ہو گیا کہ وہ بھی انسان ہیں ان کو بھی دنیا میں جینے کا حق ہے وہ سمجھنے لگے کہ جس طرح آزاد انسان تعمیر دنیا کی ایک بنیادی اینٹ ہیں وہ بھی انہیں کے مانند ایک انسان ہیں اُنہیں بھی تعمیر دنیا میں وہی کرنا ہے جو آزاد انسانوں کو کرنا ہے۔

غلام کی غلامی کے بقاء کے ساتھ اسلام نے اسے اتنا نوازا کہ بڑے بڑے نامی گرامی افراد ان کے مقابلہ میں پست ہو گئے اس لئے کہ اسلام نے شرافت و بزرگی کا ایسا معیار سکھایا کہ جو اپنے کو اُس معیار کے مطابق بنا لے وہ معزز و محترم ہو سکتا ہے خواہ وہ سید قریشی ہو یا غلام حبشی ہو ارشاد باری ہے:

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

خدا کے نزدیک سب سے گرامی وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔

احادیث میں بھی اس مضمون کی بکثرت حدیثیں موجود ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ:

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مؤمن میں آٹھ صفتیں ہونا چاہیئے۔ سخت ترین مصیبتوں میں یاد خدا کرتا ہو۔

بلاؤں پر صبر کرے خوش حالی میں شکر گزار ہو۔ جو رزق خدا نے دیا ہو اس پر قناعت کرے دشمنوں پر بھی ظلم نہ کرے دوستوں کے لئے جھوٹی گواہی نہ دیتا ہو اپنے بدن کو تعب و مشقت میں مبتلا رکھتا ہو لیکن لوگ اس سے آرام میں رہتے ہوں۔ علم مؤمن کا دوست حلم اس کا وزیر صبر اس کے لشکر کا وزیر ہے نرمی اس کا بھائی۔ دینداری اس کے باپ کے مانند ہے۔ یہ صفات اور ان کے مانند دیگر صفات سے متصف ہونا آزاد و غلام و کنیز سب کے لئے یکساں ہیں جو ان صفات سے متصف ہو مؤمن کہلائے گا۔

یہ تمام صفات ہر شخص کے لئے ہیں انسان جب چاہے جس حالت میں چاہے اپنے نفس کو ان محاسن سے آراستہ کر سکتا ہے۔

ان بہترین تعلیمات پر خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ائمہ معصومینؑ و بزرگان دین نے عمل کر کے دکھا بھی دیا سلمان فارسی غلام تھے جو ایمان کے دس درجوں پر فائز تھے۔ بلال مؤذن رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غلام ہی تھے جن کو حضرتؐ نے اپنا مؤذن قرار دیا۔ زید بن حارثہ غلام ہی تھے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ان کو اپنا متبنیٰ بنایا۔ اور جنگ موتہ میں لشکر اسلام کی سرداری عطا کی جس میں مہاجرین وانصار سبھی موجود تھے۔

خود امیر المومنین علیہ السلام بھی اسلامی تعلیمات اور سیرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر عمل کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل

راوی ہیں کہ:

"امیر المومنین علیہ السلام اپنے زمانہ خلافت میں بازار آئے آپؑ کے ساتھ آپؑ کا غلام بھی موجود تھا آپؑ نے دو قمیصیں خریدیں اور غلام سے ارشاد فرمایا ان میں سے جو قمیص تجھے پسند ہو لے لے غلام نے ایک قمیص لے لی دوسری آپؑ نے پہن لی آپؑ کے قمیص کی آستینیں بڑی تھیں آپؑ نے حکم دیا کہ اسے کاٹ لیا جائے چنانچہ وہ کاٹ لی گئیں"۔ (بحار الانوار ج ۹ ص ۶۲۵)

جناب سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا اور فضہؓ میں امور خانہ اس طرح تقسیم تھے کہ ایک دن گھر کے کل کام فضہؓ کرتی تھیں اور جناب سیدہ آرام کرتی تھیں۔

یہ تو اُس وقت کا عمل تھا جب تک غلام یا کنیز کی غلامی یا کنیزی ہو لیکن جب اُنہیں آزاد کر دیا جاتا تھا تو اس میں اور عام آزاد مسلمانوں میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا تھا بلکہ وہ ان تمام حقوق کا مستحق ہو جاتا تھا جو مستند سے مستند کسی قبیلہ کے افراد کے حقوق ہوتے تھے۔

جناب میثم کے غلام ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لیکن آپؑ نے اُن کو بھی اور صدہا غلاموں کی طرح آزاد کر دیا تھا۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک وہ جس کا حسب ونسب معلوم ہو شرافت ونجابت کا شہرہ ہو کجا وہ اور کجا وہ جو بازار میں اس طرح لایا گیا ہو کہ کسی جنگ میں اسیر کیا گیا ہو اور فروخت کر ڈالا گیا ہو نہ اس کا حسب معلوم نہ اس کے نسب کی اطلاع نہ

شرافت و نجابت خاندانی کی خبر اس پر طرفہ اضافہ یہ ہے کہ کل تک قلادہ غلامی گردن میں پڑا ہوا تھا اگرچہ اب آزاد ہو گیا ہے لیکن شرفاء کے مقابلہ میں جب بیٹھے گا سر نگو ہو جائے گا۔

آزاد غلاموں کا یہ حال تھا قبل اسلام۔

اسلام دین فطرت ہے۔ قیامت تک کے لئے آیا ہے۔ اس کی شریعت ہمیشہ باقی رہے گی۔ اس لئے معاشرہ پر اسے نظر کرنا ہی پڑے گی کہ آیا یہ پسماندہ اور گرا ہوا طبقہ ہے جو کبھی غلام تھا۔ جس کے حسب و نسب و قوم و قبیلہ کا کچھ پتہ نہیں کس طرح رکھا جائے کل تک یہ غلامی کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا نہ اس کے پاس مال و دولت تھی نہ زمینوں اور باغات کا مالک تھا اب آزاد ہونے کے بعد اس سے کیا برتاؤ کیا جائے۔

بیت المال میں اس کا کیا حصہ مقرر کیا جائے؟

شادی بیاہ اس کے ساتھ کی جائے یا نہیں؟

اسے تعلیم دی جائے یا جاہل رکھا جائے؟

میل جول اور معاشرت میں کیا اُسے مساوی درجہ دیا جائے یا نہ دیا جائے؟ کسی عہدہ اور منصب پر اُسے سرفراز کیا جائے یا محروم رکھا جائے۔

اسی طرح کے بکثرت مسائل ہیں جن پر اسلامی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالنا ہے۔ آیا اسے اسلام نے نظری کر دیا ہے یا ارباب جاہلیت کی سیرت پر عامل رہا۔ یا اس لئے کہ یہ بھی اولاد آدم و حوا میں داخل ہیں مسائل کشمکش حیات میں مساویانہ اور عادلانہ برتاؤ کیا جائے۔ حقیقت یہ

ہے کہ اسلام نے آزاد شدہ غلاموں سے وہی برتاؤ کیا جو برتاؤ مستند قبائل کے رؤساء سے کیا جاتا تھا۔

جب قرآن مجید واحادیث وسیرت کی سیر کی جاتی ہے تو واضح الفاظ میں ملتا ہے کہ بیت المال سے جو حصہ قریش یا دیگر حسب ونسب کے حامل افراد کو دیا جاتا تھا اتنا ہی آزاد شدہ غلاموں کو بھی ملتا تھا چنانچہ جب امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ سریر آرائے سلطنت ہوئے اور زمانۂ عثمان کے جمع شدہ اموال کی تقسیم شروع ہوئی۔

''سہل بن حنیف کھڑے ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ میں نے اس غلام کو آزاد کر دیا ہے کیا اس کو بھی تین ہی دینار ملیں گے۔ حضرتؑ نے فرمایا ہاں اسے بھی تین ہی دینار ملیں گے''۔

جناب رسولؐ خدا نے زید بن حارثہ کا عقد زینب بنت جحش سے کیا جو قرشیہ تھیں تعلیم معارف وحقائق میں اسلام نے کوئی امتیاز غلاموں اور آزاد افراد میں نہیں کیا ہے بلکہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اُن کے اوصیاء طاہرینؑ جب معارف وحقائق شریعت کی تعلیم دیتے تھے تو جس طرح اس سیلاب علم سے آزاد اپنی پیاس بجھا کر علم وعرفان کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہو جاتے تھے اُنہیں کے دوش بدوش غلام وکنیز خواہ آزاد بھی نہ ہوں اپنے کو زیور علم سے آراستہ کر لیتے تھے۔ آج ہمارے پاس اسلامی تعلیمات کا جو عظیم ذخیرہ پایا جاتا ہے وہ جس طرح آزاد لوگوں کا رہین منّت ہے اسی طرح غلاموں کا بھی ممنون احسان

ہے۔ راویان حدیث میں ایک بڑا طبقہ غلاموں کا بھی داخل ہے۔

اسلام نے کبھی طبقات پر افراد بشر کو تقسیم نہیں کیا اولاد آدم و حوا پر اُس نے ہمیشہ مساویانہ نظر رکھی اور آزاد آدمیوں کی طرح غلام بھی معاشرہ کا ویسا ہی جز سمجھے جاتے تھے۔ جس طرح آزاد۔

منصب اور عہدے جس طرح آزاد افراد کو دئے جاتے تھے غلاموں کو بھی یہ عزت دی جاتی تھی۔ اس روشنی میں اب سیرت میثم تمار اور آنحضرتؐ اور ائمہؑ کے دوسرے غلاموں کی زندگی کا مطالعہ کیجئے۔ جناب میثم اگرچہ سابق میں غلام رہ چکے تھے مگر دولت علم سے مالامال تھے آزاد آدمیوں کے دوش بدوش تجارت بھی کرتے تھے زمانہ خلافت ظاہری میں کبھی کبھی حضرت امیرؑ ان کی دوکان پر بھی جاکر بیٹھتے تھے۔

کمالات نفسیانہ جناب میثم

جناب میثم کے فضائل و محامد میں بہت سی روایات وارد ہیں جو اُن کے کمال نفس کی بھی دلیل ہیں منجملہ ان کے ایک روایت میں ہے کہ جناب میثم کے فرزند صالح بن میثم ابو خالد تمّار سے روایت کرتے ہیں کہ میں فرات میں کشتی پر جمعہ کے دن سفر کر رہا تھا کہ آندھی آئی جناب میثم انار کی کشتی میں سوار تھے اپنی کشتی سے اُترے ہوا پر نظر کی اور ساتھیوں سے کہنے لگے اپنی کشتیاں باندھ لو یہ سخت آندھی ہے ابھی ابھی معاویہ مرا ہے جب دوسرا جمعہ آیا تو شام سے قاصد آیا میں نے اس

سے ملاقات کر کے حالات دریافت کیئے اُس نے کہا لوگ تو خیریت سے ہیں لیکن معاویہ مر گیا اور لوگوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے میں نے دریافت کیا کس دن مرا اُس نے کہا جمعہ کے دن۔

علامہ ابراہیم کتاب ''الغارات'' میں احمد بن حسن میثمی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت کے غلام میثم تمار بنی اسد کی ایک عورت کے غلام تھے حضرتؑ نے اُن کو خرید کر آزاد کر دیا جب میثم حضرتؑ کی خدمت میں آئے تو آپؑ نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے؟ اُنہوں نے کہا مجھے سالم کہتے ہیں حضرتؑ نے فرمایا مجھے تو رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خبر دی ہے کہ عجم میں تمہارے باپ نے تمہارا نام میثم رکھا تھا میثم نے عرض کیا خدا کے رسولؐ اور اے امیر المومنینؑ آپؑ نے صحیح ارشاد فرمایا ہے خدا کی قسم یہی میرا نام تھا حضرتؑ نے فرمایا میثم اپنے نام سالم کو ترک کر کے اپنے پہلے نام کو اختیار کر لو اور اس نام سے میں تمہاری کنیت رکھے دیتا ہوں اس دن سے حضرت امیرؑ نے ان کی کنیت ابو سالم قرار دے دی۔

حضرت امیر علیہ السلام نے ان کو علم کثیر اور وصایت کے بہت سے پوشیدہ رموز و اسرار سے بھی آگاہ کیا تھا۔ جناب میثم ان میں سے بعض چیزوں کو کبھی کبھی بیان بھی کر دیا کرتے تھے جس میں کوفہ کا ایک گروہ شک و شبہ بھی کیا کرتا تھا وہ لوگ حضرت امیرؑ کی طرف یہ نسبت دیا کرتے تھے کہ آپؑ بعید از قیاس باتیں اور واہیات و خرافات چیزیں (معاذ اللہ) لوگوں سے بیان کر دیتے ہیں۔

ایک دن حضرت علی علیہ السلام بہت سے لوگوں کی موجودگی میں جن میں مشکوک و مخلص دونوں قسم کے افراد موجود تھے میثم بھی حاضر تھے ارشاد فرمایا کہ اے میثم تم میرے بعد گرفتار کئے جاؤ گے سولی دی جائے گی سولی دئے جانے کے دوسرے دن تمہارے نتھنوں اور منھ سے خون نکلے گا جس سے تمہاری داڑھی خضاب (کی طرح رنگین) ہو جائے گی جب تیسرا دن آئے گا تو تم پر ایک حربہ سے حملہ کیا جائے گا جس سے تمہاری موت واقع ہو گی۔ میثم تم اس کے منتظر رہو۔ میثم جہاں تم کو سولی دی جائے گی وہ مقام عمرو بن حریث کے دروازہ پر واقع ہے میثم تم سولی دئے جانے والے دس میں سے ایک ہو گے تمہاری سولی کی لکڑی سب سے چھوٹی اور زمین سے زیادہ قریب ہو گی۔ میثم میں تم کو اس درخت خرمہ کا تنہ بھی دکھادوں گا جس پر سولی دی جائے گی۔ اس ارشاد کے دو دن کے بعد آپؑ نے وہ درخت خرما جناب میثم کو دکھا بھی دیا۔ جناب میثم اس درخت کے پاس آکر نماز پڑھا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے اے درخت تجھے برکت دی جائے میں تیرے ہی لئے پیدا کیا گیا ہوں اور تو میرے لئے اگایا گیا ہے۔ جناب میثم حضرت علی علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس درخت خرما کی نگرانی کیا کرتے یہاں تک کہ وہ درخت کاٹ دیا گیا تو اس کے تنہ کی دیکھ بھال رکھتے تھے اور آیا جایا کرتے تھے عمرو بن حریث سے ملتے تھے تو کہتے تھے میں تمہارے پڑوس میں آنے والا ہوں مجھ سے اچھا برتاؤ کرنا عمرو یہ نہیں سمجھ پاتا تھا کہ میثم کا مقصد کیا ہے وہ

اُن سے کہا کرتا تھا کہ تم ابن مسعود یا ابن حکیم کا گھر خرید نا چاہتے ہو۔

جناب میثم جس سال شہید کئے گئے حج کے لئے بھی گئے اور مدینہ میں جناب ام المؤمنین ام سلمہ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ جناب ام سلمہ نے دریافت کیا تم کون ہو؟ میثم نے کہا میں ایک مرد عراقی ہوں' جناب ام سلمہ نے کہا تم اپنا نام و نسب بیان کرو۔ میثم نے عرض کیا میں حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ کا غلام ہوں جناب ام سلمہ نے فرمایا سبحان اللہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سنا ہے کہ اکثر شب کے وقت تمہارے بارے میں حضرت علیؑ کو وصیت کیا کرتے تھے۔

جناب میثم نے ام المؤمنین ام سلمہ سے امام حسین علیہ السلام کو دریافت کیا آپ نے فرمایا وہ اپنے باغ گئے ہیں۔ میثم نے عرض کیا جب تشریف لائیں تو عرض کر دیجئے کہ میں سلام کرنا چاہتا تھا لیکن اب قیام نہیں کر سکتا آج پلٹ جانا چاہتا ہوں انشاء اللہ بارگاہ رب العزت میں ملاقات ہو گی۔ جناب ام سلمہ نے خوشبو منگوائی جس سے اُن کی داڑھی معطر کی گئی۔

جناب میثم نے عرض کیا آج یہ خوشبو سے معطر کی گئی ہے تو کل خون سے خضاب ہو گی مدینہ سے کوفہ آئے عبید اللہ بن زیاد نے گرفتار کرا لیا اس کے سامنے لائے گئے اس سے کہا گیا کہ حضرت علیؑ اُن کو بہت دوست رکھتے تھے۔ یہ ان کے مخصوصین میں شامل تھے عبید اللہ نے کہا کیا یہ عجمی ایسا ہے کہا گیا ہاں عبید اللہ نے (میثم سے) سوال کیا

تمہارا رب کہاں ہے؟

میثم: (عبید اللہ سے) ہر ظالم کی تاک میں ہے اور تو بھی ظالموں میں سے ایک ظالم ہے۔

عبید اللہ: (میثم سے) مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم کو حضرت ابو تراب سے بڑی خصوصیت حاصل تھی۔

میثم: ہاں بعض ایسی باتیں ضرور تھیں لیکن تو کیا چاہتا ہے؟

عبید اللہ: میثم یہ بتاؤ کہ میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا جس کی خبر تم کو تمہارے آقا نے دی ہے؟

میثم: آقا نے یہ خبر دی ہے کہ دس اشخاص میں سے ایک شخص ہوں گا جسے تو سولی دے گا۔ میرے سولی کی لکڑی سب سے چھوٹی ہو گی اور زمین سے زیادہ قریب ہو گی۔

عبید اللہ: میں اس کی ضرور مخالفت کروں گا۔

میثم: مولا کے ارشاد کی تو کیونکر مخالفت کر سکتا ہے خدا کی قسم میرے مولا نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُن سے بتایا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جبرئیلؑ نے اور جبرئیلؑ کو خدا نے خبر دی تھی اس لئے تو ان سب کے ارشاد کی مخالفت کیونکر کر سکتا ہے میں تو اُس جگہ کو بھی جانتا ہوں جہاں مجھے سولی دی جائے گی اس گفتگو کے بعد میثم کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا۔ جناب میثم کے ساتھ مختار ابن ابی عبید بھی قید کئے گئے۔ جناب میثم نے قید خانہ میں مختار سے کہا کہ تم قید سے رہائی

پاؤ گے اور امام حسین علیہ السلام کے خون کا عوض لینے کے لئے نکلو گے عبیداللہ جو ہم لوگوں کو قتل کرے گا تم اس کو قتل کرو گے۔

عبیداللہ بن زیاد نے جب جناب مختار کو قتل کے لئے قید خانہ سے بلایا تو اسی وقت یزید کا قاصد مختار کی رہائی کا خط لے کر آیا ابن زیاد نے ان کو چھوڑ دیا اور میثم کے لئے حکم دیا کہ ان کو سولی دے دی جائے۔ وہ قید خانہ سے نکالے گئے۔ کچھ جوانوں نے کہا میثم تم تو اپنے کو قتل سے بچا سکتے تھے جناب میثم ہنسنے لگے اور کہنے لگے (درخت خرمی کی طرف اشارہ کر کے) میں ترے لئے پیدا کیا گیا ہوں اور تجھے میرے لئے غذا دی گئی ہے جب میثم سولی پر چڑھا دئے گئے تو عمرو نے کہا خدا کی قسم میثم مجھ سے کہا کرتے تھے کہ میں تمہارے پڑوس میں آنے والا ہوں جب میثم کو سولی دے دی گئی تو عمرو نے کنیز کو حکم دیا کہ سولی کے نیچے جھاڑو دے پانی چھڑک کے خوشبو سلگائے جناب میثم نے سولی کے اوپر بنو ہاشم کے فضائل بیان کرنا شروع کر دئے۔ ابن زیاد سے کہا گیا کہ اس غلام (میثم) نے تم سب کو رُسوا کر دیا ہے عبیداللہ نے کہا اچھا ان کے منھ پر لجام چڑھا دی جائے۔

جناب میثم خلق اللہ میں پہلے شخص ہیں جن کو زمانۂ اسلام میں سولی دی گئی۔ جب اُن کی سولی کے تین دن گزر گئے تو اُن کو ایک حربہ سے مارا گیا میثم نے تکبیر کہی اور دن کے آخری حصہ میں اُن کے منھ اور نتھنوں سے خون جاری ہو گیا۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ج ا ص ۲۱۱)

ایک روایت خود جناب میثم کی زبانی وارد ہے وہ ابو حکیم سے بیان

کرتے ہیں کہ میں تم سے ایک واقعہ نقل کرتا ہوں جو حق ہے ابو حکیم کہتے ہیں میں نے کہا ابو صالح بیان کیجئے۔ جناب میثم فرمانے لگے میں اس سال حج کے لئے جاؤں گا۔ واپسی میں جب میں قادسیہ پہنچوں گا تو زنا زادہ عبید اللہ میری گرفتاری کے لئے ایک شخص کو بھیجے گا جس کے ساتھ سو آدمی ہوں گے یہ مجھے گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لائیں گے ابن زیاد مجھ سے کہے گا کیا تو بھی ان جلے بھنے خبیث فرقہ سبائیہ میں داخل ہے جن کی جلدیں ان کے جسم پر خشک ہو گئی ہیں۔ خدا کی قسم میں ضرور بالضرور تیرے ہاتھ اور پیر کاٹوں گا میں اس سے کہوں گا خدا کی قسم حضرت علیؑ تجھ کو اس وقت اچھی طرح جانتے تھے جب تیرے سر پر درہ لگایا تھا امام حسنؑ نے عرض کیا بابا اسے دُرّہ نہ ماریئے اس لئے کہ یہ ہم کو دوست رکھتا ہے حضرت نے امام حسنؑ کے جواب میں ارشاد فرمایا بیٹا میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا ہے اور شگوفہ کو اگایا ہے یہ شخص یقیناً تمہارے دشمنوں کا دوست اور تمہارے دوستوں کا دشمن ہے۔ اس وقت مجھے ابن زیاد سولی پر چڑھانے کا حکم دے گا اہل اسلام میں میں پہلا شخص ہوں جس کے دہن پر خرمہ کی چھال کی بٹی ہوئی رسّی کی لجام چڑھائی جائے گی جب تیسرا دن ہو گا تو تم کہو گے آفتاب غروب ہوا یا نہیں اس وقت میرے نتھنوں سے تازہ خون میری داڑھی اور سینے پر جاری ہو گا راوی کہتا ہے میں اس واقعہ کا منتظر رہا جب میثم کی سولی کو تیسرا دن گزرا میں نے کہا

آفتاب غروب ہوا یا نہیں اتنے میں میثم کے نتھنوں سے خون نکل کر اُن کی داڑھی اور سینہ پر بہنے لگا۔ (جب سولی پر میثم کی شہادت واقع ہو گئی) تو ہم سات خرمہ فروش جمع ہوئے اور اُن کی لاش اُٹھانے کا سامان فراہم کیا جب ہم سولی کے قریب آئے تو پہرے داروں نے وہاں آگ روشن کر رکھی تھی وہ آگ ہمارے اور اُن کے درمیان حائل ہو گئی چنانچہ ہم لوگ سولی کو مع اُن کی میت کے اُٹھا لائے ہم لوگ اُسے لئے ہوئے قبیلہ مراد کے پانی پر پہنچے اور جناب میثم کو وہیں دفن کر دیا اور اسی قبیلہ کے ایک خرابہ میں سولی کی لکڑی پھینک دی جب صبح ہوئی تو پہرہ داروں نے بہت ڈھونڈھا کہ میت کو کون لے گیا مگر اُن کو کچھ بھی پتہ نہ چلا۔

(رجال کشی ص ۵۵، بحار الانوار ج ۹ ص ۶۱۵)

اسی کتاب میں مذکور ہے کہ یوسف بن عمران میثمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے میثم مہروانی کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ ایک دن مجھے امیر المومنین صلوات اللہ علیہ و آلہ نے طلب کیا اور فرمانے لگے میثم اُس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب بنی اُمیہ کا زنا زادہ عبید اللہ بن زیاد تم سے مجھ سے برأت و بیزاری کا مطالبہ کرے گا میں نے عرض کیا خدا کی قسم میں تو ہرگز آپؑ سے برأت و بیزاری نہ کروں گا حضرتؑ نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرو گے تو وہ تم کو سولی دے گا اور قتل کرے گا میں نے عرض کیا میں اس پر صبر کروں گا اس لئے کہ اس مصیبت کا خوشنودیٔ خدا کے لئے برداشت کرنا معمولی بات ہے۔ حضرت نے فرمایا اس کے بعد تم جنت

میں میرے درجہ میں ہو گے۔

جناب میثم کی قوم پر حکومت کا جو حاکم تھا جب اس کی طرف سے گزرتے تھے تو کہا کرتے تھے عنقریب وہ دن آنے والا ہے کہ تجھ سے بنی امیہ کے زنازادے کا بیٹا عبید اللہ مجھے طلب کرے گا جب میں تیرے پاس آؤں گا تو تو مجھے لے کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس جاوے گا وہ مجھے عمرو بن حریث کے دروازے کے قریب قتل کردے گا جناب میثم کو جس خرمہ کی لکڑی پر سولی دی گئی جب اس کی طرف سے گزرتے تھے تو اس سے کہتے تھے کہ تجھے میرے لئے غذا دی گئی ہے اور مجھے تیرے لئے غذا دی گئی ہے۔ جناب میثم جب عمرو بن حریث کی طرف سے گزرتے تھے تو اس سے کہتے تھے کہ جب میں تیرے پڑوس میں آکر رہوں تو میرے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ عمرو بن حریث یہ خیال کرتا تھا کہ یہ شاید اپنے پیشہ کی حالت خراب ہو جانے کے سبب سے کوئی گھر یا زمین میرے پڑوس میں خریدنا چاہتے ہیں اُن کے جواب میں عمرو کہا کرتا تھا کہ کاش تم ایسا کرتے۔

کچھ دنوں بعد میثم مکہ گئے ابن زیاد نے اُن کے حاکم قبیلہ کو بلایا اور میثم کو طلب کیا۔ اس نے کہا وہ مکہ گئے ہیں ابن زیاد نے کہا اگر تم میثم کو اتنی مدت میں حاضر نہ کرو گے تو تم کو قتل کردوں گا۔ یہ حاکم کوفہ سے قادسیہ آیا اور میثم کا منتظر رہا (جب میثم واپس آئے تو گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس لایا اُس نے کہا) تم ہی میثم ہو اُنھوں نے جواب دیا ہاں

مسلمانوں میں حضرت میثم پہلے شخص ہیں جن کو سولی پر لجام چڑھائی گئی۔

یہ واقعہ جناب میثم کے فرزند عمران کی زبانی کتاب خرائج میں بھی تحریر کیا گیا ہے۔ ان دونوں روایات میں جو اختلاف ہے ممکن ہے راوی کے سہو کے سبب سے پیدا ہو گیا ہو۔ ورنہ جب خود جناب میثم ناقل ہیں تو یہ ممکن نہیں ہے کہ کہیں سولی پر تین دن کہیں چار دن باقی رہنے کو بیان کریں۔ ان روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جناب میثم علمی و نفسانی اعتبار سے کس قدر بلند مرتبہ تھے۔

خالد بن مسعود

جناب خالد جلیل القدر اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں داخل تھے۔ یہ بھی جناب میثم ہی کی طرح دل و جان سے حضرتؑ پر فدا تھے۔ انہیں کی طرح ان کو بھی عبید اللہ بن زیاد نے جرم محبت امیر المومنین علیہ السلام میں شہید کیا تھا اور سولی دی تھی۔ ان کی شہادت کا پتہ امام رضا علیہ السلام کی اس روایت سے چلتا ہے جسے آپؑ نے امیر المومنین علیہ السلام سے اپنے آباء طاہرینؑ کے توسط سے نقل کیا ہے۔ اس روایت کو علامہ کشی علیہ الرحمہ نے (معرفۃ اخبار الرجال ص ۵۶) نے حالات جناب میثم تمار میں نقل کیا ہے۔

امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پہلے جناب میثم نے شہادت امیر المومنین علیہ السلام کی خبر دی پھر حضرتؑ نے فرمایا میثم ہم تم

سے سچ سچ کہتے ہیں کہ تمہارے پاؤں کاٹے جائیں گے زبان قطع کی جائے گی اور کناسہ کا درخت خرمہ بھی ضرور کاٹا جائے گا جس کے چار ٹکڑے کئے جائیں گے جس کے ایک ٹکڑے پر تم کو ایک پر حجر بن عدی کو ایک پر محمد بن اکثم کو ایک پر خالد بن مسعود کو سولی دی جائے گی۔

علامہ شیخ عبداللہ مامقانی نجفی نے اپنی کتاب میں جناب خالد کے حالات میں اس روایت کی طرف اشارہ کر کے صرف اس قدر تحریر فرمایا ہے کہ:

یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ جناب خالد منفرد شیعوں میں داخل تھے اور ان کا بھی شمار ان لوگوں میں ہے جنہوں نے اپنی جان محبت امیر المؤمنین علیہ السلام میں دے دی اور یہ مرتبہ مرتبۂ عدالت سے بھی بالاتر ہے۔ غالباً ان کی شہادت بھی زمانۂ شہادت جناب میثم کے لگ بھگ ہی واقع ہوئی ہوگی اور ان کا قاتل بھی عبیداللہ بن زیاد ہی ہوگا۔

محمد بن اکثم

محمد بن اکثم کے حالات بھی کتب رجال و تاریخ میں نہیں ملتے ہیں۔ امام رضا علیہ السلام کی جس روایت کو ہم حالات جناب خالد بن مسعود میں ذکر چکے ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ کناسہ کے درخت خرما کے ایک

چوتھائی پر ان کو بھی سولی دی جائے گی۔ خبر شہادت حضرت میثم کے ساتھ ان کی شہادت کا ائمہ علیہم السلام کے زبان سے ذکر بتاتا ہے کہ یہ جلیل القدر و عظیم المرتبت شیعہ تھے اور ایسے ہی جانباز و فدائی و مخلص امیر المومنین علیہ السلام تھے کہ آپؑ کی محبت میں سولی پر چڑھادیے گئے۔

جناب میثم کے ساتھ ان کا تذکرہ یہ بھی بتاتا ہے کہ ان کی شہادت جناب میثم کی شہادت سے کچھ قبل یا بعد واقع ہوئی ہوگی ان کا قاتل بھی عبید اللہ بن زیاد ہی رہا ہوگا۔

حُجر بن عدی

ان کی شہادت کا واقعہ بھی اسی روایت سے معلوم ہوا ہے جس کی طرف اس سے قبل کے دو واقعات میں ہم اشارہ کر چکے ہیں۔ علامہ شیخ عبد اللہ مامقانی نجفی اس روایت کو نقل کرنے کے بعد حاشیہ پر تحریر کرتے ہیں کہ:

حجر بن عدی سے غالباً حجر بن عدی بن ادبر مراد نہیں ہیں اس لئے کہ وہ دمشق کے قریب مرج عذرا میں شہید ہوئے ہیں۔

جن کے حالات ہم تفصیل سے مصائب الشیعہ ج ۲ ص ۱۹۷ تا ۲۰۳ پر تحریر کر چکے ہیں جو زمانۂ معاویہ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تھے۔ یہ کوفہ میں عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھوں سولی پر چڑھائے گئے اس لئے کہ جناب میثم کے ساتھ ان کا تذکرہ اس پر روشنی ڈالتا ہے۔ ایک نام کے

متعدد اشخاص بھی ہو سکتے ہیں۔ بہر حال محبت امیر المومنین علیہ السلام میں شہادت بہت بڑا شرف ہے بہت بڑی منزلت ہے جس کے مالک جناب حجر بن عدی تھے۔

کامل

جناب کامل دیندار عاقل عابد و زاہد انسان تھے محبت حضرت سید الشہداءؑ میں حضرتؑ کی شہادت سے چند دن قبل عبید اللہ بن زیاد کے ہاتھ سے جام شہادت پیا اور راہی جنت ہو گئے۔ ان کے واقعہ کو علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار جلد ۱۰ (ص ۱۷۰) میں تحریر فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

میرے بعض معاصرین کے مؤلفات میں درج ہے کہ جب ابن زیاد نے جنگ جناب امام حسین علیہ السلام کا پختہ ارادہ کر لیا تو اُس نے ستر ہزار کا ایک لشکر جمع کیا اور لوگوں سے کہا کہ تم میں سے کون شخص امام حسینؑ کے قتل پر تیار ہے جو اس پر تیار ہو گا جس ملک کی حکومت چاہے گا میں اُسے دے دوں گا ابن زیاد کا یہ اعلان لوگوں نے سنا کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر ابن زیاد نے عمر بن سعد بن وقاص کو بلایا اور اس سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ امام حسینؑ سے تو جنگ کرے عمر نے جواب دیا کہ مجھے اس سے معاف رکھ ابن زیاد نے کہا میں معاف کرتا ہوں لیکن میں نے تجھے حکومت رے کا جو فرمان دیا ہے واپس کر دے۔ عمر نے کہا اچھا ایک شب

کی مہلت دے ابن زیاد نے مہلت دی عمر سعد اپنے گھر واپس آیا اور اپنی قوم بھائیوں اور قابل اعتماد ساتھیوں سے اس کے متعلق مشورہ شروع کیا۔ کسی نے یہ مشورہ نہیں دیا کہ امام حسینؑ سے جنگ کے لئے جو فوج جارہی ہے اس کی سرداری قبول کرے۔

اُس زمانے میں عمر کے یہاں اُس کے باپ کا دوست کامل بھی مقیم تھا جو صاحب خیر عقل مند اور اپنے نام کی طرح واقعاً کامل انسان تھا اُس نے دریافت کیا' کیا سبب ہے میں تجھے بے چین و مضطرب دیکھ رہا ہوں آخر تو نے کیا ایسا ارادہ کیا ہے؟ عمر نے کہا کہ مجھے اُس فوج کا افسر مقرر کیا جارہا ہے جو قتل امام حسین علیہ السلام کے لئے تیار کی گئی ہے اور میرے لئے اُن کا اور اُن کے اہلبیتؑ کا قتل ایک لقمہ کھانے یا ایک گھونٹ پانی پینے کے مانند ہے جب میں حسینؑ کو قتل کردوں گا تو حاکم رے ہو جاؤں گا۔ کامل نے کہا کہ اے عمر بن سعد تیری حالت بڑی افسوس ناک ہے اس لئے کہ تو حسینؑ ابن دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کا ارادہ کر رہا ہے اے عمر تجھ پر اور تیرے دین پر افسوس ہے تو منکر حق ہے ہدایت ورشد سے دور ہے کیا تجھے نہیں معلوم کہ تو کس سے جنگ کے لئے جارہا ہے کس سے مقابلہ و مقاتلہ کرے گا؟ انا للہ وانا الیہ راجعون خدا کی قسم اگر مجھے دنیا اور اس کی کل چیزیں اس لئے دی جاتیں کہ میں امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کسی ایک شخص کو قتل کردوں تو میں ہرگز اسے قبول نہ کرتا تو کیسا انسان ہے کہ دختر

رسولؐ کے بیٹے کے قتل کا ارادہ کر رہا ہے۔ کل جب قیامت کے دن رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سامنے اس طرح جائے گا کہ آپؐ کے فرزند خنکی چشم ثمر قلب فرزند سیدۂ نساء عالمین و دلبند سید الوصیین کا قاتل ہوگا تو کیا جواب دے گا۔ اے عمر حسینؑ ساری دنیا میں سردار جوانان جنت ہیں اور ہمارے زمانے میں ہمارے لئے اپنے جد کے مانند ہیں۔ حضرتؐ کی پیروی کی طرح ان کی پیروی بھی ہم پر واجب ہے۔ آپؑ ہی جنت و دوزخ کا دروازہ ہیں اب تجھے اختیار ہے اپنے لئے جو چاہے اختیار کرے میں اس کی گواہی دیتا ہوں کہ اگر تو نے حسینؑ سے جنگ کی یا اُن کو قتل کیا یا قتل میں مدد کی تو دنیا میں تھوڑے ہی دن زندہ رہے گا۔ عمر نے کہا کہ تم مجھ کو موت سے ڈراتے ہو جب حسینؑ کے قتل سے فارغ ہوں گا تو ستر ہزار کے لشکر کا حاکم ہوں گا۔ ملک رے کا والی بنوں گا۔

کامل نے کہا میں تجھ سے ایک سچا واقعہ بیان کرتا ہوں اگر تجھے اُسے قبول کی توفیق ہوئی تو مجھے امید ہے کہ نجات پا جائے گا۔ میں نے ایک مرتبہ تیرے باپ کے ساتھ سفر شام کیا اتفاقاً میری سواری قافلہ سے جدا ہو گئی اور میں راستہ بھول گیا۔ مجھے ایک دیر نظر آیا میں اُس کے پاس آیا گھوڑے سے اُتر کر دیر راہب کے دروازے پر پانی پینے کے لئے آیا۔ اوپر سے مجھے راہب نے دیکھا۔ دریافت کیا کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا کہ پیاسا ہوں اُس نے کہا تم اُس نبیؐ کی امت سے ہو جس کے افراد محبت و اقتدار دنیا کے لئے ایک دوسرے کو قتل کریں گے میں نے کہا یقیناً میں

اُمت مرحومہ امتّ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرد ہوں اس نے کہا تم بدترین امتّ میں داخل ہو قیامت کے دن تمہارے لئے ویل ہے تم نے اپنے نبیؐ کی عترت سے غداری کی ہے تم اُن کی عورتوں کو گرفتار کرو گے اموال کو لوٹو گے میں نے کہا کیوں راہب کیا ہم ایسا کریں گے؟ راہب نے کہا ہاں تم ایسا کرو گے اور جب تم ایسا کرو گے تو آسمان وسمندر دکوہ و صحراء و جنگل و وحوش وطیور چیخ چیخ کے تم پر لعنت کریں گے اُن کا قاتل دنیا میں تھوڑے ہی دن زندگی گزارے گا اس کے بعد ایک شخص ظاہر ہو گا جو اُن کے خون کا بدلہ لے گا اور جو بھی اُن کے خون میں شریک ہوا ہو گا اُسے قتل کرے گا اور خداوند عالم ان کی روح کو جلد دوزخ میں پہونچا دے گا۔ اس کے بعد راہب نے کہا کہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تم سے اور قاتل فرزند طاہر حسینؑ سے کچھ قرابت ہے خدا کی قسم اگر میں اس کے زمانہ کو پاتا تو ضرور دل وجان سے تلوار لے کر اُن کی مدد کرتا۔ میں نے کہا اے راہب میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ فرزند دختر رسولؐ سے جنگ کروں۔ راہب نے کہا اگر تم جنگ نہ کرو گے تو تمہارا کوئی قریبی عزیز داران سے جنگ کرے گا۔ یقیناً قاتل حسینؑ پر اہل جہنم کا نصف عذاب ہو گا اس کا عذاب عذاب فرعون وہامان سے زیادہ ہو گا یہ کہہ کر راہب نے دیر کا دروازہ بند کر لیا اور مجھے پانی پلانے سے انکار کر دیا۔ کامل بیان کرتے ہیں میں گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے ساتھیوں سے آملا مجھ سے تیرے باپ سعد نے کہا کہ کیوں تاخیر کی میں نے راہب سے جو کچھ سنا تھا

بیان کر دیا سعد نے مجھ سے سُن کر کہا تم سچ کہتے ہو۔

پھر سعد نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں بھی اس راہب کے دیر کے پاس اُترا تھا اُس نے مجھے بھی خبر دی تھی کہ وہ وہی شخص ہے جو فرزند دختر پیغمبرؐ کو قتل کرے گا۔ اس سے تیرا باپ بہت خوف زدہ ہو گیا اور وہ اس سے ڈرتا رہتا تھا کہ کہیں میں ہی قاتل حسینؑ نہ ہوں اس لئے وہ تجھے اس سے دور دور رکھتا تھا۔ اے عمر تو اس سے ڈر کہ تجھ پر اہل جہنم کا نصف عذاب ہو۔

عمر سعد نے یہ خبر ابن زیاد کو پہونچادی اس نے کامل کو طلب کیا اور اُن کی زبان کاٹ دی۔ کامل زبان کٹنے کے بعد چند دن زندہ رہے اور انتقال کر گئے۔ اس روایت کے علاوہ جناب کامل کے اور حالات نہیں معلوم ہو سکے مگر یہ عجیب و غریب روایت بتاتی ہے کہ صحف انبیاء سابقین میں تفصیل سے واقعہ شہادت امام حسینؑ اور اُن کے قاتلوں کا پتہ موجود تھا جس کے ذریعہ سے راہب نے اس واقعہ کی اطلاع دی لیکن جس پر شقاوت غالب ہو وہ کسی ناصح کی نصیحت کو نہیں سُنتا ہے۔ کامل علیہ الرحمۃ والرضوان نے عمر سعد سے جو کچھ کہا تھا وہی ہوا اور عمر سعد نہ حکومت رے حاصل کر سکا نہ زیادہ عرصہ تک زندہ رہا اس لئے کہ جناب مختار علیہ الرحمہ نے اُسے بھی دیگر قاتلان امام حسین علیہ السلام کے ساتھ قتل کر دیا۔ اور یہ ہی ہونا بھی چاہیئے تھا اس لئے کہ امام حسین علیہ السلام نے اسے بد دعا دی تھی اور فرمایا تھا کہ تجھے حکومت رے نہ مل سکے گی۔

ظلم وجور یزیدؑ کا سب سے بھیانک منظر

کربلا کی خونچکاں داستاں

کربلا کا خونی المیہ ظلم وجور یزید کی ایسی دردناک تصویر ہے جس کے تصور سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں دل تھرا جاتا ہے قلم کانپنے لگتا ہے اس لئے کہ کربلا کے تپتے بن میں امام حسین علیہ السلام پر پانی کی بندش۔ ننھے ننھے بچوں اور عورتوں تک کی تشنگی۔ حضرتؑ کا ہزاروں افراد کے محاصرہ میں گھر جانا۔ اعوان و انصار کی قلت خود ایک دردناک منظر ہے جس سے نرم دل تو نرم دل سخت قلب کے انسان بھی لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔

ہم یہاں پر اس حادثۂ عظمیٰ و داستان الم انگیز کو نہایت اختصار سے تحریر کرتے ہیں جو اس دردناک حادثہ کو تفصیل سے پڑھنا چاہتا ہو وہ ہماری کتاب "ترجمہ ابصار العین فی انصار الحسینؑ" کا مطالعہ کرے اس کتاب میں شہداء کربلا و ناصران امام حسین علیہ السلام کے حالات علیحدہ علیحدہ تفصیل سے درج ہیں اور یہ بھی تحریر ہے کہ نصرت امام حسینؑ میں کون کون سے افراد کہاں کہاں شہید ہوئے۔ روز عاشوراء کتنے افراد نے جام شہادت نوش کیا وہ کس قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے ان کا زہد

وورع و تقویٰ کیسا تھا شجاعت و بہادری میں کیسے نامور تھے۔ حضرت سید الشہداءؑ کے کیسے فدائی و وفادار تھے۔

علاوہ اسکے شیعہ و سُنی مصنفین نے چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں واقعہ کربلا پر تصنیف کی ہیں اس لئے واقعہ کربلا تشنہ بیان نہیں ہے اگرچہ شہداء کربلا ہمارے موضوع کی بہت مشہور و نامور و نادر روزگار فردیں ہیں لیکن ان کے حالات پر بھی عربی، فارسی، اُردو نیز دیگر زبانوں میں مصنفات موجود ہیں لیکن ہم نے جن لوگوں کے مصائب و آلام کو منظر عام پر لانے کا تہیہ کیا ہے ان میں زیادہ وہ ہستیاں ہیں جن کے الم انگیز حادثات تاریخ کے بحر ذخار میں گم ہیں مؤرخین نے اُن کو چھپانے ان پر پردہ ڈالنے کی زبردست کوشش کی ہے اس لئے بارگاہ حضرت سید الشہداءؑ و شہداء کربلا میں بصد معذرت ہم واقعات کربلا کو نہایت اختصار سے تحریر کرتے ہیں۔

رجب ۶۰ھ میں جب معاویہ بصد حسرت ویاس اپنے اعمال زشت و کردار بد کی پاداشت حاصل کرنے کے لئے موت کے ہاتھوں گرفتار ہو کر قبر کے گڑھے میں چھپادیا گیااور اس کا جانشین اس کا شراب خور و فاسق و فاجر و ظالم بیٹا یزید ہوا اُس نے تخت سلطنت پر بیٹھتے ہی والی مدینہ ولید بن عتبہ کو جو خط تحریر کیا ہے اس میں خبر مرگ معاویہ کے بعد لکھا کہ:

قد كان عهد الى واوصانى ان احذر آل ابى طالب وجرئتهم علىٰ سفك الدماء و قد علمت يا وليد ان الله

تعالیٰ منتقم للمظلوم عثمان بن عفان من اٰل ابی تراب باٰل سفیان لانهم انصار الحق وطلاب العدل فاذا ورد کتابی هذا فخذ البیعة لی علی جمیع اهل المدینة۔

میرے باپ (معاویہ) نے تجھ سے کہا تھا اور وصیت کی تھی کہ آل ابوتراب سے اور اُن کے خونریزی کی جرأت سے ڈرتے رہنا اے ولید تجھ کو معلوم ہے کہ اللہ مظلوم عثمان بن عفان کا عوض آلِ ابوتراب سے آل سفیان کے ذریعہ سے لے گا اس لئے کہ آل ابوسفیان ہی حق کے مددگار اور طالب عدل ہیں اس لئے جب میرا یہ خط پہونچے تو تمام اہل مدینہ سے بیعت لے لینا۔

اس خط کے ساتھ گویا چوہے کے کان کے برابر ایک خط تحریر کیا جس میں تحریر کیا تھا کہ:

امابعد۔ حسینؑ، عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن زبیر سے سختی سے بیعت لینا اس میں کوتاہی کی اجازت نہیں ہے ان میں سے جو بیعت سے انکار کرے اس کی گردن اڑادے اور میرے پاس سر بھیج دے۔ (مقتل خوارزمی ج ا ص ۱۸۰)

اس خط کے بعد ولید اور امام حسین علیہ السلام کے درمیان کیا گفتگو ہوئی اور مروان نے کیا مشورہ دیا مشہور و معروف ہے۔ حضرتؑ اس کے بعد روضہ رسولؐ اکرم پر آئے حضرتؑ کو داہنے بائیں ملائکہ کے ساتھ خواب میں دیکھا اور سنا کہ آپؐ نے فرمایا کہ:

اے میرے محبوب حسینؑ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ تو خون میں تر بتر ذبح کیا ہوا زمین کربلا پر میری امت کی ایک جماعت کے درمیان پڑا ہوا ہے اور پیاسا ہے۔ اس کے باوجود وہ میری شفاعت کے امیدوار ہیں روز قیامت اُن کو میری شفاعت حاصل نہ ہوگی اے حسینؑ تیرے ماں باپ بھائی میرے ساتھ ہیں تیرے منتظر و مشتاق ہیں۔ اے حسینؑ تیرے لئے جنت میں درجات ہیں جن کو تو شہادت ہی کے بعد پائے گا۔ امام حسین علیہ السلام حضرتؐ کو دیکھ رہے تھے کلام سن رہے تھے اُس وقت اپنے نانا سے عرض کیا کہ اے نانا مجھے دنیا میں جانے کی ضرورت نہیں اپنی قبر میں لے لیجئے حضرتؐ نے فرمایا اے حسینؑ دنیا میں جانا ضروری ہے تاکہ تو شہادت پائے اس لئے کہ اللہ نے تیرے لئے ثواب عظیم معین کیا ہے۔ اے حسینؑ تمہارے باپ ماں بھائی چچا تمہارے باپ کے چچا ایک ساتھ ایک گروہ میں محشور ہوں گے اور داخل جنت ہوں گے۔ (مقتل خوارزمی ص ۱۸۷)

اس خواب کے بعد آپؑ نانا اور ماں کی قبر سے رُخصت ہوئے اور ۲۸/ صفر یا ۳/ شعبان ۶۰ھ کو مع اہل و عیال کے جن کی تعداد ایک سو بائیس افراد تھی شاہراہ سے روانہ ہوئے چند دن کے بعد وارد مکہ ہوئے۔ شعبان، رمضان، شوال ذی قعدہ اور ۸/ ذی الحجہ ۶۰ھ تک مکہ میں مقیم رہے۔ حضرتؑ کے وارد مکہ ہونے کی خبر اہل کوفہ کو ہوئی تو انہوں نے

خطوط پر خطوط روانہ کرنا شروع کیے بالآخر آپؑ نے حضرت مسلم کو روانہ کیا ان پر جو واقعات گزرے ہیں ہم اسی کتاب میں ص ۶۲ سے ص ۸۱ تک تحریر کر چکے ہیں۔

ادھر یزید نے مطابق وصیت معاویہ (مقتل خوارزمی ص ۱۹۸) جیسا کہ معاویہ کے غلام سرحون نے اُسے باخبر کیا تھا عبید اللہ ابن زیاد کو قتل حضرت مسلم و امام حسین علیہ السلام کے لئے بصرہ سے کوفہ روانہ کیا۔ حضرت امام حسینؑ نے مکہ میں یہ خطرہ محسوس کیا کہ اگر میں یہاں قیام کروں گا تو زمانہ حج میں گرفتار یا قتل کر دیا جاؤں گا اس لئے ۸/ ذی الحجہ یوم ترویہ قصد حج کو عمرۂ مفردہ سے بدل کر کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

چنانچہ علامہ سپہر کاشانی ناسخ التواریخ (جلد ۶) میں فرماتے ہیں کہ:

یزید نے شیاطین بنو امیہ سے تیس آدمیوں کو معین کیا تھا کہ حاجیوں کے ساتھ جائیں اور مکہ میں امام حسینؑ کو گرفتار کر لیں اور اگر گرفتار نہ کر سکیں تو قتل کر دیں چونکہ امام حسینؑ کو اس مکر کی اطلاع تھی اس لئے آپؑ نے مجبور ہو کر عراق کے سفر کا پختہ ارادہ کر لیا۔

اس کی تائید تاریخ طبری (ج ۶ ص ۲۱۷) کے اس تحریر سے بھی ہوتی ہے جس میں آپؑ نے عبداللہ بن زبیر سے آہستہ آہستہ گفتگو کے بعد عبداللہ بن سلیم اسدی و نذری بن شمعل اسدی سے ارشاد فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ ابن زبیر مجھ سے کیا کہہ رہے تھے ہم نے عرض کیا

نہیں، آپؑ نے فرمایا کہ عبداللہ بن زبیر مجھ سے کہہ رہے تھے کہ آپؑ مسجد میں قیام کیجئے میں آپؑ کے لئے لوگوں کو جمع کرتا ہوں اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر میں مسجد الحرام سے ایک بالشت باہر قتل کیا جاؤں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ مسجد الحرام کے اندر ایک بالشت زمین پر قتل کیا جاؤں خدا کی قسم اگر میں کیڑے مکوڑوں کے سوراخ میں جا کر چھپ جاؤں تو مجھے اس سے باہر نکال کر یہ لوگ اپنا مقصد پورا کریں گے خدا کی قسم مجھ پر ضرور بالضرور اسی طرح زیادتی کی جائے گی جس طرح یہودیوں نے ہفتہ کے دن زیادتی کی تھی۔

اسی کتاب (طبری ج۶ ص ۲۱۸) میں دوسرے مقام پر مذکور ہے کہ:

جب حضرت مکہ سے حج کو عمرۂ مفردہ سے تبدیل کر کے جا رہے تھے تو فرزدق سے ملاقات ہوئی فرزدق نے حج ترک کر کے سفر کا سبب دریافت کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا کہ:

لولم اعجل لاخذت

اگر میں جلدی نہ کرتا تو مجھے گرفتار کر لیا جاتا۔

تقریباً ۳۰ منزلیں طے کر کے آپؑ ۲؍ محرم ۶۱ھ کو کربلا پہونچے آپؑ کے پہونچتے ہی وہاں عمر بن سعد کی سرکردگی میں فوجوں پر فوجیں آنا شروع ہو گئیں ساتویں محرم سے پانی بند ہوا یہاں تک کہ جب عاشور کی بھیانک سحر طالع ہوئی، اُفق مشرق سے خونی لباس پہنے ہوئے کانپتا ہوا آفتاب نکلا تو تلواروں کی چمک کمانوں کی کڑک نیزوں کی کھٹکھٹاہٹ سے

بہادروں کے زہرے آب ہونے لگے لیکن حسینؑ مظلوم کے ساتھی دلوں کو زرہ کے اوپر پہن کر شیرانہ موت کے منہ میں پھاند پڑ رہے تھے۔ الغرض زمین کربلا پر خون کی بارش شروع ہوئی۔ عمر بن سعد نے حملہ کرنے میں پہل کی تیر اندازوں نے تیروں کی باڑھ چلائی۔ ادھر حسینی بہادر سینہ تانے ہوئے میدان جنگ میں پھاند پڑے۔ اگرچہ تعداد میں کم اور بہت کم تھے لیکن ایسے جیالے ایس بہادر کہ ان چند نفوس نے صبح سے عصر تک مسلسل جنگ کی اور نصرت امام حسینؑ سے منہ نہیں موڑا بالآخر جب سب انصار و اقرباء درجۂ شہادت پر فائز ہو گئے تو سبط رسولؐ فرزند علیؑ و جان و دل زہراؑ نے جنگ کے لئے کمر کسی ہزاروں کو بھوکے پیاسے کمر شکستہ جگر فگار حسینؑ ابن علیؑ نے تہ تیغ کیا جب خود زخموں سے چور ہو کر گھوڑے سے گرے تو زمین تھرا گئی آسمان سے خون کی بارش ہوئی آفتاب کو گہن لگ گیا بیت المقدس میں جس پتھر کو اُٹھایا جاتا تھا تازہ خون اُبلنے لگتا تھا۔

اس نبرد آزمائی میں عمر سعد نے اپنی بے رحمی و سفاکی و درندگی سے ایسا کام لیا کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ حد یہ ہے کہ چھ مہینے کی جان حضرت علی اصغرؑ کو بھی زندہ نہیں چھوڑا۔ امام حسینؑ بچے کے لئے پانی مانگ رہے تھے کہ عمر بن سعد نے حرملہ کو حکم دیا کہ امام کا کلام قطع کر دے اُس نے تیر سہ شعبہ سے علی اصغرؑ کو باپ کے ہاتھوں پر شہید کر دیا۔

فہرست شہدائے کربلا

کربلا میں یزیدی فوج کے ہاتھوں کتنے افراد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور اُن کے حالات کیا تھے اس کے مطالعہ کے لئے ہماری کتاب ترجمہ ابصار الحسین پڑھی جائے لیکن ہم یہاں پر اس کتاب سے مشہور شہداء کے اسماء قبیلہ وار درج کرتے ہیں۔

شہدائے بنوہاشم

۱۔ علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ ابن ابی طالبؑ
۲۔ عبداللہ بن الحسین بن علیؑ ابن ابی طالبؑ
۳۔ عباسؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ
۴۔ عبداللہ بن علیؑ بن ابی طالبؑ
۵۔ عثمان بن علیؑ بن ابی طالبؑ
۶۔ جعفر بن علیؑ بن ابی طالبؑ
۷۔ ابو بکر بن علیؑ بن ابی طالبؑ
۸۔ ابو بکر بن حسن بن علیؑ بن ابی طالبؑ
۹۔ قاسمؑ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ
۱۰۔ عبدؑاللہ بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ
۱۱۔ عونؑ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالبؑ

۱۲۔ محمدؑ بن عبدؑ اللہ بن جعفرؑ بن ابی طالب

۱۳۔ عبدؑ اللہ بن مسلمؑ بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ

۱۴۔ محمدؑ بن مسلمؑ بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ

۱۵۔ محمدؑ بن ابی سعیدؑ بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ

۱۶۔ عبدؑ اللہ بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ اکبر

۱۷۔ عبدؑ الرحمٰن بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ

۱۸۔ جعفرؑ بن عقیلؑ بن ابی طالبؑ

غلامان بنو ہاشم

۱۹۔ اسلم بن عمرو غلام امام حسینؑ

۲۰۔ قاب ابن عبداللہ د کلی غلام امام حسینؑ

۲۱۔ سلیمان بن ابی سلیمان غلام امام حسینؑ

۲۲۔ منجح بن سہم غلام امام حسنؑ

۲۳۔ سعد بن حارث غلام حضرت علیؑ

۲۴۔ نصر بن ابی نیرز غلام حضرت علیؑ

۲۵۔ حرث بن بنہان غلام حضرت حمزہؑ بن عبد المطلب

شہدائے بنو اسد

۲۶۔ انس بن حرث بن نبیہ اسدی کاہلی

۲۷۔ حبیب بن مظاہر اسدی فقہی

۲۸۔ مسلم بن عوسجہ اسدی سعدی

۲۹۔ عمرو بن خالد اسدی صیداوی

شہدائے آلِ ہمدان

۳۰۔ ابو ثمامہ عمر صائدی

۳۱۔ بریر ابن خضیر ہمدانی مشرقی

۳۲۔ عابس ابن ابی شبیب شاکری

۳۳۔ شوذب ابن عبداللہ ہمدانی شاکری

۳۴۔ حنظلہ ابن اسد شبانی

۳۵۔ عبدالرحمٰن ارحبی

۳۶۔ شبیب غلام حارث بن حارث ابن سریع ہمدانی

۳۷۔ زیاد ابو عمرہ ہمدانی سائدی

۳۸۔ سوار ابن منعم ہمدانی نہمی

شہدائے قبیلۂ مذحج

۳۹۔ جنادہ ابن حارث مذحجی مرادی

۴۰۔ مجمع ابن عبداللہ عائذی

۴۱۔ عائذ بن مجمع ابن عبداللہ مذحجی

۴۲۔ نافع ابن ہلال مذحجی جملی

شہدائے انصار

۴۳۔ عمر ابن عرضا انصاری

۴۴۔ عبدالرحمٰن بن عبدرب انصاری خزرجی

۴۵۔ نعیم ابن عجلان انصاری

۴۶۔ جنادہ ابن کعب انصاری

۴۷۔ عمر ابن جنادہ ابن کعب انصاری

۴۸۔ سعد

شہدائے بجلیین و خثمیین

۴۹۔ ظہیر ابن قیس انماری بجلی

۵۰۔ سلمان ابن مضارب انماری بجلی

شہدائے قبیلہ کندہ

۵۱۔ یزید ابن زیاد ابن مہاجر بھجلی

۵۲۔ حارث ابن امر اُالقیس کندی

۵۳۔ جندب ابن حجیر کندی حولانی

شہدائے قبیلہ غفار

۵۴۔ عبدالرحمٰن ابن عروہ ابن حراق غفاری

۵۵۔ عبداللہ ابن عروہ بن حراق غفاری

۵۶۔ جون ابن حوی غلام ابوذر غفاری

شہدائے بنی کلاب

۵۷۔ عبداللہ ابن عمیر کلبی

شہدائے قبیلۂ ازد

۵۸۔ مسلم بن کثیر اعرج ازدی

۵۹۔ قسم بن حصیب بن ابی بشر ازدی

۶۰۔ زہیر بن سلیم ازدی

۶۱۔ نعمان بن عمرو ازدی راسبی

شہدائے قبیلۂ عبدہ

۶۲۔ یزید بن شبیط عبدی بصری

۶۳۔ عبداللہ بن یزید بن شبیط عبدی بصری

شہدائے قبیلۂ تمیم

۶۴۔ جابر بن حجاج غلام عامر بن نشل تمیمی

۶۵۔ مسعود بن حجاج تمیمی

۶۶۔ عبدالرحمٰن بن مسعود بن حجاج تمیم

شہدائے قبیلہ طی

۶۷۔ عمار بن حسان طائی

شہدائے قبیلہ تغلب

۶۸۔ قاسط بن زہیر بن حارث تغلبی
۶۹۔ کردوس بن زہیر بن حارث تغلبی
۷۰۔ مقسط بن زہیر بن حارث تغلبی

شہدائے قبیلہ جہن

۷۱۔ مجمع بن زیاد بن عمرو جہنی

شہدائے قبیلہ تمیم

۷۲۔ حُر بن یزید ریاحی

شہدائے قبائل متفرقہ

۷۳۔ جبلہ بن علی شیبانی
۷۴۔ سعید بن عبداللہ حنفی۔

یہ اور اُن کے علاوہ جتنے افراد کربلا میں شہید ہوئے سب کا خون یزید ہی کی گردن پر ہے اس لئے کہ اسی نے عبیداللہ بن زیاد کو حضرت کے قتل کا حکم دیا اس لعین کو بصرہ کے ساتھ کوفہ کا حاکم بھی اسی مقصد

کے لئے بنایا۔ چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں تحریر کرتے ہیں کہ:

جب امام حسینؑ مکہ سے اپنے اہلبیتؑ کے ساتھ عراق کی طرف روانہ ہوئے تو

فکتب یزید الیٰ والیه عبیدالله بن زیاد لقتاله فوجه الیه جیشه۔

پس یزید نے اپنے والی عبید اللہ ابن زیاد کو ان سے جنگ کے لئے تحریر کیا چنانچہ اس نے امام سے جنگ کے لئے اپنا لشکر روانہ کیا۔

علامہ محمد مبین صاحب فرنگی محلی لکھنوی کتاب وسیلۃ النجات (ص ۲۸۹) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

جب یزید پلید کو یہ خبر معلوم ہوئی (کہ امام حسینؑ مکہ سے عراق کی طرف روانہ ہوئے ہیں تو اُس نے) عامل بصرہ عبید اللہ بن زیاد ملعون کو خط تحریر کیا کہ امام حسین علیہ السلام سے جنگ کر کے اُن کا کام تمام کر دے۔

موصوف نے اسی کتاب میں ص ۲۹۵ پر بھی تحریر کیا ہے کہ:

ابن زیاد نے جملہ مظالم یزید پلید کے حکم سے اہلبیتؑ پر توڑے ہیں۔

علامہ طبری (طبری ج ۷ ص ۶) تحریر کرتے ہیں کہ:

جب یزید نے عبید اللہ ابن زیاد و مرجانہ کو عبد اللہ بن زبیر سے

جنگ کرنے کو تحریر کیا تو اُس نے کہا کہ میں اس فاسق کے لئے دو باتوں کو جمع نہیں کروں گا کہ فرزند دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل کردوں اور خانہ کعبہ سے جنگ کروں۔

ابن زیاد کا یہ قول دلیل ہے کہ یزید نے اُسے قتل امام حسین علیہ السلام کا حکم دیا تھا۔ تاریخ ابن واضح (ص ۲۸۸) میں ہے کہ:

وکان یزید قد ولی عبیداللہ بن زیاد العراق وکتب الیہ قد بلغنی ان اھل الکوفۃ قد کتبوا الی الحسین فی القدوم علیھم وانہ قد خرج من مکۃ متوجھا نحوھم وقد بلیٰ بہ بلدك من بین البلدان وایامك من بین الایام فان قتلتہ والارجعت الیٰ نسبك والی ابیك عبید حذر ان یفوتك۔

یزید نے عبیداللہ ابن زیاد کو والی عراق بنایا تھا اور اسے تحریر کیا تھا مجھے خبر پہنچی ہے کہ اہلِ کوفہ نے (امام) حسینؑ کو کوفہ آنے کی دعوت دی ہے اور وہ ان کی دعوت پر اُن کا قصد کرکے مکہ سے چل چکے ہیں اور ممالک وایام کے مقابلہ میں تیرا ملک وزمانہ اس میں مبتلا ہوا ہے اگر تو نے حسینؑ کو قتل کردیا تو خیر ورنہ تو اپنے باپ عبید کے نسب کی طرف پلٹ جا اس لئے تو اس سے ڈرتا رہ کہیں یہ موقع تیرے ہاتھ سے نکل نہ جائے۔

علامہ مرزا محمد معتمد خاں مفتاح النجا (ص ۱۱۲) میں فرماتے ہیں کہ:

کان یزید فاسقاً شریرا متکبراً جابراً مسرفاً فی

المعاصی واقبح ما وقع منه قتل الحسین ثم وقعة الحره۔

یزید فاسق شریر متکبر ظالم معصیت خدا میں مسرف تھا سب سے زیادہ برا فعل جو اُس سے سرزد ہوا وہ حسینؑ کا قتل اور اس کے بعد واقعہ حرہ تھا۔

مولانا شاہ سلامت اللہ صاحب تحریر الشہادتین (ص ۷۸) میں فرماتے ہیں کہ:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یزید پلید ہی قتل امام حسینؑ کا حکم دینے والا ہے وہ اس پر راضی تھا خوش ہوا تھا یہ مذہب مختار اہلسنت والجماعت ہے۔

علامہ شبراوی کتاب الاتحاف (ص۱۸) میں فرماتے ہیں کہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا کے قضائے محکم میں یزید کی شقاوت تھی اس نے اہل بیتؑ کو اذیتیں دیں۔ اپنے لشکر کو امام حسینؑ سے جنگ کے لئے روانہ کیا۔ امام حسینؑ کو قتل کیا آپؑ کے اہل حرم واولاد کو قید کیا حالانکہ وہ اہل زمین میں سب سے زیادہ مکرم و معظم تھے۔

علامہ غزالی سر العالمین (ص ۱) میں فرماتے ہیں کہ:

اما الذین بعدهم طائفة تزعم ان یزید لم یکن راضیا بقتل الحسین علیه السلام فاضرب لکم مثلاً فی ملکین اقتتلا فملك احدهما الاخر افتراه یقتله العسکر علی غیر اختیار صاحبها الاغلطا و مثل الحسینؑ لا یحتمل

حاله الغلطية لما جرى من القتل والعطش والسبى وحمل الرأس اجماعًا من جماهير المفسرين۔

لیکن جو لوگ ان خلفاء کے بعد آئے ان کے بارے میں ایک گروہ کا گمان یہ ہے کہ یزید قتل امام حسینؑ پر راضی نہیں تھا میں اس کے لئے تمہارے سامنے دو بادشاہوں کی ایک مثل بیان کرتا ہوں جنہوں نے آپس میں جنگ کی اور اُن میں سے ایک دوسرے کے ملک پر قابض ہو گیا تمہارا خیال ہے کہ لشکر نے غلطی سے بغیر آقا کی اجازت کے قتل کیا ہے لیکن امام حسینؑ کی منزلت ایسی نہیں ہے کہ اُن کے قتل کے واقعہ کو غلطی پر محمول کیا جائے۔

اس لئے کہ قتل، پیاس، گرفتاری اور سر مبارک کو نیزے پر رکھ کر پھرانا یہ وہ واقعات ہیں جن پر تمام مفسرین کا اتفاق ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ یزید مدینہ اور مکہ ہی میں امام حسین علیہ السلام کو قتل کرادینا چاہتا تھا جیسا کہ روضۃ الاحباب وطبری (طبری ج ٦ ص ۱۸۸ و وسیلۃ النجات ص ۳۰۱) و وسیلۃ النجات وغیرہ کتب میں مرقوم ہے۔

الغرض ان تاریخی شواہد کے بعد حامیان یزید کا اس کے دامن کو قتل امام حسینؑ سے پاک وصاف کرنا بدترین تاریخی خیانت ہے۔ اختصار مد نظر ہے ورنہ ہم اس کے اور شواہد بھی پیش کرتے۔

جب سوائے امام زین العابدین علیہ السلام کے امام حسینؑ اور آپؑ کے کل اعزہ واصحاب تین دن کے بھوکے پیاسے شہید ہو گئے تو عمر سعد

نے خیمے جلادیۓ عورتوں اور بچوں کو رسن بستہ کیا سید سجاد کو ہتکڑیوں بیڑیوں میں جکڑ کر اسیر کیا۔ عیال امام حسینؑ کو سر برہنہ بے مقنع وچادر بے کجاوہ وعماری کے اونٹوں پر سوار کر کے اسیر ومقید سید سجاد کے ساتھ بھرے بازار کوفہ سے ابن زیاد کے دربار میں لایا گیا۔ اس نے چند دن کوفہ میں مقید رکھا اور یزید کی اجازت لینے کے بعد ان تمام قیدیوں کو اسی طرح دمشق بھیج دیا۔ اہل بیتؑ امام حسینؑ کو اسی عالم میں اشقیاء نے دربدر پھراتے ہوئے دمشق کے بازاروں سے یزید کے دربار میں پہونچایا۔ یزید کے سامنے طشت طلا میں سر امام حسینؑ رکھا تھا وہ سر سے بے ادبی کرتا جاتا تھا اور ابن زبعیری کے یہ اشعار پڑھتا جاتا تھا۔

لیت اشیاخی ببدر شهدوا ...الخ

جس کو سُن کر جناب ثانی زہراء حضرت زینب صلوات اللہ علیہا نے ایک فصیح وبلیغ خطبہ پڑھا اور یزید کے ایک ایک کلمہ کا منہ توڑ جواب دیا جو آئندہ مندرج ہوگا۔ الغرض عرصہ تک اہل بیتؑ امام حسینؑ کو یزید نے اسیر ومقید رکھا لیکن جب اُس نے دمشق کی حالت اثر شہادت امام حسینؑ سے دگرگوں دیکھی تو نعمان بن بشیر انصاری کے ساتھ مدینہ واپس کر دیا۔

عبداللہ بن عفیف ازدی

جناب عبداللہ بن عفیف کی شہادت بعد واقعہ کربلا اس وقت واقع ہوئی جب کربلا کا لٹا ہوا قافلہ کوفہ آیا۔ عبیداللہ بن زیاد نے شہادت امام

حسین علیہ السلام کے بعد ان کو شہید کیا۔ جناب عبداللہ بن عفیف بڑے عابد وزاہد و متقی تھے۔ اُس وقت مسجد کوفہ میں موجود تھے۔ اس لئے کہ کثرت زہد و ورع و عبادت کے سبب مسجد میں برابر رہا کرتے تھے۔ اُن کی ایک آنکھ جنگ جمل اور ایک صفین میں حضرت امیر علیہ السلام کی نصرت میں شہید ہو چکی تھی ان کا واقعہ شہادت یہ ہے کہ:

جب ابن زیاد نے سر امام حسین علیہ السلام کو کوفہ کے گلی کوچوں میں پھرانے کے بعد مسجد کوفہ میں خطبہ شروع کیا اور کہا خدا کا شکر ہے کہ جس نے حق کو غالب (معاذاللہ) کذاب بن کذاب کو ناکامیاب اور قتل کیا یہ سن کر عبداللہ بن عفیف کو تاب ضبط باقی نہ رہی فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا تو اور تیرا باپ جھوٹا ہے اور جس نے تجھ کو حاکم بنایا ہے وہ اور اُس کا باپ جھوٹا ہے اے ابن زیاد تو انبیاء کے بیٹوں کو قتل کرتا ہے اور مسلمانوں کے منبر پر یہ باتیں کرتا ہے؟ ابن زیاد یہ سُن کر غضب ناک ہوا اور کہا یہ کون ہے اُنہوں نے جواب دیا میں عبداللہ بن عفیف ازدی ہوں تو نے پاک و پاکیزہ ذرّیت کے لوگوں کو قتل کیا ہے جن سے اللہ نے اپنی کتاب میں ہر طرح کی بُرائی کو دور کیا ہے اور اس کے بعد گمان کرتا ہے کہ میں دین اسلام پر ہوں یہ سنتے ہی انتہائے غیظ و غضب میں ابن زیاد کے گلے کی رگیں پھول گئیں اُس نے پولیس کو حکم دیا کہ اُن کو گرفتار کرے لوگ عبداللہ کی گرفتاری کے لئے بڑھے اُدھر ان کے قبیلہ والے ان کی حمایت کے لئے کھڑے ہو گئے اور سپاہیوں کے پنجے سے چھڑا کر ان کو ان کے گھر پہونچا دیا

ابن زیاد نے حکم دیا کہ عبداللہ بن عفیف کو گرفتار کر کے لایا جائے۔ جب فوج گرفتاری کے لئے گئی تو قبیلہ ازد کے لوگ اُن کی حمایت کے لئے میدان میں آگئے ابن زیاد نے کچھ اور قبائل کی امداد حاصل کر کے روانہ کیا بالآخر قبیلہ ازد اور ابن زیاد کی فوج سے جنگ ہوئی اور اس سلسلہ میں قبیلہ ازد کے بہت سے افراد قتل ہوئے فوج دروازہ توڑ کر عبداللہ ابن عفیف کے گھر میں داخل ہوگئی عبداللہ کی بیٹی نے باپ سے کہا بابا فوج گھر میں آگئی ہے فرمانے لگے بیٹی پریشان نہ ہو مجھے میری تلوار دے دے اور بتاتی جا کہ فوجی کس طرف سے حملہ آور ہے۔ غرض بیٹی بتاتی جاتی تھی عبداللہ رجز پڑھ پڑھ کر حملہ کرتے تھے لیکن ایک نابینا تنہا کہاں تک لڑتا گرفتار کر لئے گئے اور بیٹی فریاد کرتی رہی۔ گرفتاری کے بعد عبداللہ نے کہا آج میری آنکھ میں بینائی ہوتی تو تمہاری مجال نہ تھی کہ مجھے گرفتار کر سکتے۔

الغرض ابن زیاد کے سامنے لائے گئے اُس نے کہا تم عثمان ابن عفان کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ عبداللہ بن عفیف نے جواب دیا تجھے ان سے کیا مطلب اُنہوں نے جو کچھ کیا ہے خدائے عادل اس کا عدل و انصاف سے فیصلہ کرے گا۔ لیکن اے مرجانہ وسمیہ کے بیٹے تو مجھ سے اپنے اور اپنے باپ۔ یزید اور اس کے باپ کے بارے میں دریافت کر تو میں بیان کروں۔ ابن زیاد نے کہا کہ میں ان چیزوں کے بارے میں تم سے کچھ نہ پوچھوں گا لیکن تم کو بری طرح قتل کروں گا یہ سنتے ہی عبداللہ خوش ہوگئے فرمانے لگے ابن زیاد میں تیری پیدائش سے پہلے سے دعا کیا

کرتا تھا کہ میری شہادت بدترین خلق کے ہاتھوں واقع ہو۔ جمل وصفین میں اپنی آنکھوں کی شہادت کے سبب سے مایوس ہو گیا تھا مگر خدا کا شکر ہے کہ میری دعا قبول ہو گئی۔

کچھ فرق کے ساتھ یہ واقعہ مقتل الحسین خوارزمی (ج ۲ ص ۵۵) میں بھی موجود ہے۔

جناب عبداللہ بن عفیف کی ظاہری آنکھوں میں بینائی نہ تھی لیکن دل کی آنکھیں روشن و منور تھیں محبت اہل بیت سے جام دل لبریز تھا جوش ایمانی نے بے پناہ قوت وطاقت عطا کی تھی اس لئے شان امام حسین وحضرت امیر علیہما السلام میں ابن زیاد کے بے ادبانہ کلمات کو برداشت نہ کر سکے۔ بھری مسجد میں اُسے ٹوک بھی دیا لعنت بھی کی باوجود نابینا ہونے کے جنگ بھی کی جام شہادت بھی نوش کیا۔

واقعہ بتاتا ہے کہ قبیلہ ازد نے حمایت عبداللہ بن عفیف میں جہاد کیا اور بہت سے افراد اس قبیلہ کے درجہ شہادت پر فائز ہوئے تاریخ کی خیانت ہے کہ ہم کو نہ اُن کی تعداد معلوم ہے نہ اسماء کا علم ہے نہ حالات معلوم ہیں۔ اس معرکہ میں جندب بن عبداللہ ازدی نے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں اُن کے مختصر حالات ہم اس کے بعد ذکر کریں گے۔

جندب بن عبداللہ ازدی

علامہ ابن نما علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

شہادت جناب عبداللہ بن عفیف کے بعد ابن زیاد نے جناب جندب بن عبداللہ ازدی کو طلب کیا یہ بڑے بوڑھے انسان تھے ابن زیاد نے کہا کیا تم صحابی ابو تراب نہیں ہو انہوں نے کہا بے شک میں حضرت علیؑ کا صحابی ہوں اور تجھ سے اس کی کوئی معذرت نہیں کروں گا۔ ابن زیاد نے کہا میں تمہارا خون بہا کر بارگاہ رب العزت میں تقرب حاصل کرنا چاہتا ہوں جناب جندب نے کہا کہ میرا خون بہانے سے تجھے خدا کا تقرب حاصل نہیں ہوگا بلکہ تجھے خدا سے دوری حاصل ہوگی۔ ابن زیاد نے کہا چھوڑ دو اس بڈھے کی عقل جاتی رہی ہے جیسا کہ کتاب مقتل الحسین خوارزمی میں ہے۔

(بحار الانوار ج ۱۰ ص ۲۳۲۔ مقتل الحسینؑ خوارزمی ج ۲ ص ۵۵)

اصحاب امیر المؤمنین علیہ السلام میں کیا ثبات قدم و پامردی تھی باوجود اس کے کہ دیکھ رہے تھے کہ شیعیان علیؑ بن ابی طالبؑ قتل ہو رہے ہیں میثم و رشید کی شہادت ہو چکی ہے بعد واقعۂ کربلا ابھی ابھی عبداللہ بن عفیف اسی ظالم کے ہاتھوں جام شہادت نوش کر چکے ہیں لیکن ایسے ظالم و جابر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کتنے فخر سے کہتے ہیں کہ صحابی علیؑ ہوں اور تو جب کہ شیعوں کو چن چن کر قتل کر رہا ہے اس پر معذرت خواہ بھی نہیں ہوں۔

اس کے بعد بغیر موت سے ڈرے کہہ دیا کہ تو مجھے قتل کرے گا تو اللہ سے دور ہو جائے گا۔ ظالم کی شکست یہ تھی کہ اُن کو بے عقل کہہ کر رہا کر دیا۔

شیخ شامی کا جرأت مندانہ اقدام

دور یزید بن معاویہ بھی زمانۂ معاویہ ہی کی طرح ایسا سخت دور تھا کہ تذکرہ فضائل اہل بیتؑ بھی بدترین جُرم تھا خصوصاً شہادت امام حسینؑ واسیری اہلبیتؑ کے بعد تو اس میں شدّت اور زیادہ ہو گئی تھی جس کی دلیل وہ واقعہ ہے جس کو علامہ ابوالمؤید مؤید موفق ابن احمد اخطب خوارزم۔ نے اپنے مقتل میں تحریر کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

اہلبیتؑ امام حسینؑ جب اسیر و مقید دمشق میں باب توما سے داخل ہوئے اور اُن کو دروازۂ مسجد جامع پر وہاں لا کر کھڑا کیا گیا جہاں کنیزیں اور غلام کھڑے کئے جاتے تھے تو ایک شیخ آیا اور اُن کے قریب آکر کھڑا ہوا اور ان سے کہنے لگا کہ خدا کا شکر کہ جس نے تم کو قتل و ہلاک کیا اور تمہارے مردوں سے اپنے بندوں کو راحت پہنچائی اور امیر المومنینؑ کو تم پر قدرت عطا کی۔

اس وقت جناب امام علیؑ بن الحسینؑ نے اس سے فرمایا کہ کیوں اے شیخ تو نے قرآن پڑھا ہے؟

شیخ۔ جی ہاں قرآن پڑھا ہے۔

امام زین العابدینؑ۔ کیا تو نے قرآن میں یہ آیت بھی پڑھی ہے؟ قل لا اسئلکم علیه اجراً الا المودة فی القربیٰ اے پیغمبرؐ کہہ دو کہ میں تبلیغ رسالت پر صرف یہ مزدوری چاہتا ہوں کہ میرے قرابت داروں کو دوست رکھو۔

شیخ۔ جی ہاں یہ آیت پڑھی ہے۔
امام زین العابدینؑ۔ اے شیخ وہ قرابت داران رسولؐ جن کی محبت اجر رسالت ہے ہم ہی ہیں۔
امام زین العابدینؑ۔ اے شیخ تو نے قرآن میں یہ آیت پڑھی ہے؟ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ولیطھرکم تطھیراً یقیناً اللہ نے یہ ارادہ کیا ہے کہ اے اہلبیتؑ تم سے ہر بُرائی کو دور رکھے اور اس طرح پاک کرے جو پاک کرنے کا حق ہے۔
شیخ۔ جی ہاں یہ آیت بھی پڑھی ہے۔
امام زین العابدینؑ۔ اے شیخ ہم وہ اہلبیتؑ ہیں جن کو اللہ نے طہارت کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔
شیخ۔ یہ سن کر ایک گھنٹہ تک کھڑا رہا اور جو کچھ کہا تھا اُس پر شرمندہ ہو گیا اُس کے بعد آسمان کی طرف سر بلند کیا اور عرض کرنے لگا پالنے والے میں تیری بارگاہ میں اُن کی دشمنی سے توبہ کرتا ہوں۔ پالنے والے میں جن وانس کے دشمنان آلِ محمدؐ سے اظہار بے زاری کرتا ہوں۔ (مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۶۲) یہ خبر یزید کو ہوئی تو اس نے شیخ کو قتل کر دیا۔

اظہارِ محبت اہل بیتؑ میں ایک عالم یہودی پر ظلم

جب یہ لُٹا ہوا قافلہ دمشق پہونچا تو یزید نے جوش کامیابی میں ایک دن خطیب کو حکم دیا کہ منبر پر جا کر امام حسینؑ اور اُن کے والد ماجد کو بُرا

بھلا کہے (مجمع میں سید سجاد بھی موجود تھے) خطیب منبر پر گیا۔ حمد وثنائے خدا کے بعد حضرت علیؑ، امام حسینؑ کو برا بھلا کہنا شروع کیا معاویہ اور یزید کی بہت تعریف وتوصیف کی امام زین العابدینؑ نے یہ سن کر بلند آواز سے ارشاد فرمایا کہ اے خطیب تو نے مخلوق کو خوش کر کے خالق کی ناراضگی کو خرید لیا اس لئے تیری شرم گاہ آگ سے پُر کر دی جائے گی اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے یزید مجھے بھی اجازت دے کہ اس منبر پر ایسا کلام پیش کروں جس میں اللہ کی رضا اور حاضرین کو اجر و ثواب ملے یزید نے انکار کر دیا لوگوں نے کہا کہ اے امیر المومنین اجازت دے دیجئے تاکہ ہم لوگ بھی ان سے کچھ سنیں۔ یزید نے کہا کہ اگر یہ منبر پر گئے تو بغیر مجھے اور آل ابوسفیان کو رُسوا کئے نہیں اُتریں گے لوگوں نے کہا کہ ان میں کہاں اتنی قدرت ہے آپ اجازت دے دیجئے۔ یزید نے کہا کہ یہ اس گھرانے سے ہیں جس کو بھرپور علم و کمال عطا کیا گیا ہے الغرض یزید انکار کرتا رہا لوگ اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ یزید نے آپؑ کو منبر پر جانے کی اجازت دے دی۔ آپؑ منبر پر گئے حمد وثنائے خدا کی اس کے بعد ایسا فصیح و بلیغ خطبہ پڑھا کہ حاضرین رونے لگے دل خوف زدہ ہو گئے حضرتؑ نے اسی خطبہ میں ارشاد فرمایا:

اے گروہ مردم! ہم کو چھ چیزیں عطا کی گئیں اور سات چیزوں کے ذریعہ سے سب پر فضیلت دی گئی ہے ہم کو علم و حلم وجود وسخاو فصاحت و شجاعت اور مومنین کے دلوں میں محبت عطا کی گئی ہے اور ہم کو سب سے

افضل اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ ہم ہی میں سے نبی مختار محمد صلی اللہ علیہ وآلہ ہیں ہم ہی میں صدیق ہیں ہم ہی میں جنت میں پرواز کرنے والا ہے ہم ہی میں اللہ ورسول کا شیر ہے ہم ہی میں سیدہ نساء عالمین فاطمہؑ بتول ہیں ہم ہی میں اس امت کے دونوں سبط وسردار جوانان جنت ہیں جو مجھے پہچانتا ہے پہچانتا ہے جو نہیں پہچانتا میں اُسے پہچنوائے دیتا ہوں اور اپنے حسب ونسب سے باخبر کیئے دیتا ہوں میں مکے کا بیٹا ہوں مِنا کا فرزند ہوں زمزم وصفا کا لخت جگر ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو اپنی چادر میں رکھ کر تقسیم کرنے جاتا تھا میں اُس کا بیٹا ہوں جو لباس پہننے والوں' ردا کاندھے پر ڈالنے والوں میں سب سے افضل تھا۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو ننگے پاؤں اور جوتا پہن کر چلنے والوں میں سب سے افضل تھا۔ میں اُس کا بیٹا ہوں جو طواف وسعی کرنے والوں میں سب سے اچھا تھا میں اس کا بیٹا ہوں جو حج کرنے والوں اور تلبیہ پڑھنے والوں میں سب سے بہتر تھا میں اس کا بیٹا ہوں جسے براق پر سوار کر کے بالائے ہوا لے جایا گیا میں اس کا بیٹا ہوں جسے شب کے وقت بالائے آسمان لے جایا گیا میں اس کا بیٹا ہوں جسے جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ تک لے گئے۔ میں اس کا فرزند ہوں جو قاب وقوسین او ادنیٰ کی منزل پر پہونچا میں اس کا بیٹا ہوں جس نے ملائکہ آسمان کو نماز پڑھائی میں اس کا بیٹا ہوں جس پر اللہ جلیل نے جو چاہی وحی بھیجی میں محمدؐ مصطفےٰ کا فرزند ہوں۔ بے شک میں علیؑ مرتضیٰ کا بیٹا ہوں۔ میں اس کا بیٹا ہوں جو لوگوں کی ناک رگڑتا رہا یہاں تک کہ اُنہوں نے

لاالہ الا اللہ کہا میں اس کا بیٹا ہوں جس نے رسولؐ اللہ کے سامنے دو تلواروں سے جنگ کی دو نیزوں سے نیزہ بازی کی دو ہجرتیں کی دو مرتبہ رسولؐ اللہ کی بیعت کی دونوں قبلوں کی جانب نماز پڑھی۔ بدر و حنین میں جہاد کیا۔ چشم زدن بھی کفر نہیں اختیار کیا میں اُس کا بیٹا ہوں جو صالح المومنین تھا انبیاء کا وارث تھا ملحدوں کی سرکوبی کرنے والا تھا اہل اسلام کا بادشاہ (یعسوب) تھا مجاہدوں کا نور عابدوں کی تربیت خوف خدا سے گریہ کرنے والوں کا تاج سب صابروں سے بہتر تھا آل یٰسین و رسول رب العالمین میں سب سے افضل تھا میں اس کا فرزند ہوں جس کی تائید جبرئیل، جس کی نصرت میکائیل سے کی گئی میں اس کا فرزند ہوں جو مسلمانوں کے حرم کا حافظ ناکثین (بیعت توڑنے والے) قاسطین (منکرین امام) مارقین (امام کی اطاعت سے نکل جانے والے کا قاتل اور اپنے ناصبی دشمنوں سے جہاد کرنے والا تھا۔ تمام قریش میں جو لوگ زمین پر چلتے ہیں ان سب سے افضل تھا۔ مؤمنین میں سے پہلا شخص تھا جس نے خوشنودیٔ خدا کے لئے اسلام قبول کیا اور قبول کرنے کی خواہش کی تھی۔ جو تمام سابقین سے قدیم تھا۔ سرکشوں کا سر توڑنے والا تھا مشرکوں کا ہلاک کنندہ تھا الٰہی کمان سے منافقین پر تیراندازی کرنے والا تھا۔ عابدوں کی زبان کی حکمت۔ دین خدا کا ناصر تھا الٰہی امور کا ولی اللہ کی حکمتوں کا باغ علم خدا کا ظرف تھا جواد و سخی و سید و سردار وزکی تھا مکہ کی پتھریلی زمین کا رہنے والا تھا رضی و مرضی تھا اقدام کرنے والا سید و سردار

صابر بڑا روزے دار مہذب بڑا نماز گزار شجاع بڑا عطا کرنے والا سردار صلبوں کو کاٹ دینے والا گروہوں کو متفرق کرنے والا سب سے زیادہ مضبوط دل سب سے بڑا فصیح و بلیغ و امور کا کر گزرنے والا پختہ ارادہ کا مالک تھا خودداری میں سب سے سخت۔ حملہ آور شیر ابر بارندہ تھا۔ چکی کی طرح لوگوں کو جنگ میں پیس ڈالتا تھا جب نیزے نیزوں سے گتھ رہے ہوں گھوڑوں کی عنانیں قریب ہو رہی ہوں۔ لوگوں کو اس طرح پراگندہ کرتا ہو جس طرح ہوا خشک گھاس کو متفرق کرتی ہے۔ حجاز کا شیر تھا صاحب اعجاز تھا عراق کا سید و سردار تھا۔ وہ امام تھا جس کے لئے امامت کی نص (اس خطبہ کو سنیوں کے زبردست عالم علامہ ابوالمؤید موفق بن احمد مکی اخطب خوارزمی نے مقتل الحسین میں تحریر فرمایا ہے اس لئے اس میں سید سجادؑ کا یہ فقرہ ہونا کہ الامام بالنص والاستحقاق جو امام نص و استحقاق کے سبب تھا دلیل حقانیت مذہب شیعہ ہے آپ اسیری کے عالم میں بھی اپنے جد کی خلافت بلا فصل کا اعلان یزید ایسے ظالم و جابر کے دربار میں فرما رہے ہیں۔ 'مصنف') بھی تھی مستحق امامت بھی تھا وہ مکی و مدنی و ابطحی و تہامی و خیفی و عقبی تھا بدری واحدی و بیعت روز شجرہ کرنے والا تھا مہاجر تھا۔ عرب کا سردار جنگ کا شیر مشعرین کا وارث تھا وہ سبطین حسنؑ و حسینؑ کا پدر مظہر العجائب و غرائب لشکروں کا پراگندہ کرنے والا شہاب ثاقب عقاب کرنے والا نور تھا وہی اسد اللہ الغالب مطلوب ہر طالب غالب کل غالب تھا یہ میرے جد علی بن ابی طالب تھے۔ میں

فاطمہ زہراؑ کا بیٹا ہوں سیدۃ النساء کا فرزند ہوں میں طاہرہ بتولؑ کا دلبند ہوں میں پارہ جگر رسولؐ کا فرزند ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ آپؑ برابر اَنا اَنا (میں ' میں) فرماتے رہے یہاں تک لوگوں نے چیخیں مار مار کر رونا شروع کیا اور یزید کو خوف پیدا ہوا کہ شورش برپا ہو جائے گی اس لئے مؤذن کو حکم دیا کہ اذان کہے مؤذن نے اذان شروع کی تو آپؑ نے کلام قطع کیا اور خاموش ہو گئے۔ جب مؤذن نے کہا الله اکبر تو علی بن الحسینؑ نے فرمایا کہ میں اللہ کو ایسا بزرگ سمجھتا ہوں جس پر کسی کا قیاس نہ کیا جا سکتا ہے نہ اسے حواس سے ادراک کیا جا سکتا ہے کوئی شئے اللہ سے بڑی نہیں ہے۔ جب مؤذن نے کہا اشھدان لا الہ الا الله تو حضرت نے فرمایا کہ اس کی گواہی میرے بال میرا گوشت پوست ہڈی اور ہڈی کے گودے نے بھی دی ہے جب مؤذن نے کہا اشھدان محمد رسول الله تو آپؑ نے بلندی منبر سے یزید سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ اے یزید محمدؐ میرے جد ہیں یا تیرے اگر تو یہ گمان کرے کہ تیرے جد ہیں تو تو جھوٹا ہے اور اگر یہ کہے کہ میرے جد ہیں تو پھر تو نے اُن کی عترت کو قتل کیوں کیا ہے........؟

روایت کی گئی ہے کہ یزید کی اس نشست میں ایک یہودی عالم تھا اُس نے سوال کیا کہ یہ لڑکا (جو خطبہ پڑھ رہا تھا) کون ہے؟

یزید۔ علیؑ بن الحسینؑ

یہودی عالم۔ حسینؑ کون تھے؟

یزید۔ علیؑ بن ابی طالبؑ کے بیٹے۔

یہودی عالم۔ ان کی ماں کا کیا نام تھا؟

یزید۔ فاطمہؑ بنت محمدؐ

یہودی عالم۔ اے سبحان اللہ اے یزید یہ تیرے نبی کی بیٹی کا بیٹا تھا جسے تو نے اتنی جلد قتل کر دیا تو نے اپنے نبیؐ کی ذریت سے بہت بُرا برتاؤ کیا ہے خدا کی قسم اگر ہمارے نبیؑ جناب موسیٰ بن عمران نے اپنا نواسہ چھوڑا ہوتا تو ہم خدا کی عبادت کے علاوہ اس کی عبادت کرتے۔ لیکن تو نے ابھی اپنے نبیؐ سے جدائی اختیار کی ہے اور اس کے فرزند پر حملہ کر کے قتل کر دیا ہے تو تو بہت بُری امت میں داخل ہے۔ اُس وقت یزید نے حکم دیا کہ اس یہودی عالم کا گلا گھونٹ دیا جائے چنانچہ تین مرتبہ اس کا گلا گھونٹا گیا اس کے بعد وہ یہودی عالم کھڑا ہوا اور یہ کہتا جاتا تھا کہ چاہے تو مجھے قتل کر دے چاہے چھوڑ دے میں نے تو توراۃ میں یہ پڑھا ہے کہ جو شخص کسی نبیؑ کی ذریت کو قتل کرے گا جب تک زندہ رہے گا ملعون رہے گا اور جب مر جائے گا تو اُسے اللہ آتش جہنم میں جلائے گا۔

(مقتل خوارزمی ص ۷۱)

سفیر شاہ روم کی شہادت

امام زین العابدین علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ جب یزید کے پاس

امام حسینؑ کا سر لایا گیا تو وہ محفل شراب منعقد کیا کرتا تھا سر امام حسین علیہ السلام اپنے سامنے رکھ شراب کے جام پیتا تھا ایک دن اس محفل میں شاہ روم کا سفیر آیا جو اشراف و بزرگان روم میں داخل تھا اُس نے کہا کہ اے شاہ عرب یہ کس کا سر ہے؟ یزید نے کہا تجھے اس کے حالات دریافت کرنے سے کیا فائدہ۔ اس نے جواب دیا جب میں اپنے ملک واپس جاؤں گا تو جو کچھ میں نے دیکھا ہے ہمارا بادشاہ اس کے بارے میں سوال کرے گا اس لئے میں نے چاہا کہ وہاں پہونچ کر اسے اس سر اور صاحب سر کے حالات بھی بیان کروں تا کہ وہ بھی تری مسرت میں شریک ہو جائے۔

یزید نے کہا کہ یہ سر حسینؑ ابن علیؑ بن ابی طالبؑ کا ہے سفیر نے دریافت کیا حسینؑ کی ماں کا کیا نام تھا یزید نے کہا فاطمہؑ زہراء سفیر نے کہا کس کی بیٹی یزید نے کہا رسولؐ کی بیٹی سفیر نے کہا یزید تجھ پر اور تیرے دین پر افسوس ہے اے یزید تیرے دین سے زیادہ بُرا کوئی دین نہیں ہے۔اے یزید میں جناب داؤد کے پوتوں میں داخل ہوں میرے اور ان کے درمیان بہت سی پشتوں کا فاصلہ ہے لیکن عیسائی اب بھی میری عزت کرتے ہیں تبرک کے لئے میرے زیر قدم کی خاک لیتے ہیں حسین اور نبیؐ کے درمیان صرف ایک ماں کا فاصلہ ہے مگر تم نے اپنے نبیؐ کی بیٹی کے فرزند ہی کو قتل کر دیا' بھلا یہ کون سا دین ہے۔

اے یزید تو نے ''کھر'' والے گرجے کا حال سنا ہے؟ یزید نے کہا بیان کر۔ اُس نے کہا عُمان اور چین کے درمیان ایک سمندر ہے جس

میں ایک سال کی مسافت کا سفر ہے اس میں پانی کے وسط میں سوائے ایک جزیرے کے کوئی آبادی نہیں ہے اُس کی لمبان چوڑان اسّی اسّی فرسخ ہے۔ زمین پر اُس سے بڑا کوئی شہر نہیں ہے وہیں سے کافور یاقوت عنبر دوسرے مقامات پر لے جایا جاتا ہے وہاں کے درخت خوشبودار ہیں وہ شہر عیسائیوں کے قبضہ میں ہے کسی بادشاہ کی ملکیت اس شہر پر موجود نہیں اس شہر میں بہت سے گرجے ہیں سب سے بڑا وہ گرجا ہے جس میں "کُھر" رکھا ہے اس کے محراب میں سونے کی ایک صندوقچی لٹکی ہے اس میں ایک کُھر ہے لوگ کہتے ہیں یہ اس گدھے کا کُھر ہے جس پر حضرت عیسیٰ سوار ہوا کرتے تھے اس صندوقچی کے اطراف سونے جواہرات ریشم و دیباج سے مزین و آراستہ کئے گئے ہیں ہر سال عیسائی بہت کثیر تعداد میں وہاں آتے ہیں اس صندوقچی کے گرد طواف کرتے ہیں اُس کی زیارت کرتے ہیں بوسہ لیتے ہیں اس کی برکت سے اپنی حاجتیں بارگاہ خدا میں پیش کرتے ہیں عیسائیوں کی یہ عقیدت وارادت اس گدھے کے کُھر سے ہے اے یزید تو نے نبی زادی کے بیٹے کو قتل کر دیا خدا تجھے اور تیرے دین کو برکت نہ دے۔

یزید نے سفیر روم کی تقریر سُن کر اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ اس عیسائی کو قتل کر دو اس لئے کہ یہ اپنے شہر میں جا کر ہم کو رُسوا کرے گا۔ جب نصرانی نے یہ محسوس کیا کہ وہ قتل ہو جائے گا تو یزید سے کہا کیوں یزید مجھے قتل کرنا چاہتا ہے اُس نے کہا ہاں نصرانی نے کہا اب تجھے معلوم

ہونا چاہئے کہ میں نے گزشتہ شب تمہارے نبی کو خواب میں دیکھا کہ وہ مجھ سے فرمارہے ہیں کہ اے نصرانی تو اہل جنت سے ہے میں حضرتؑ کے اس کلام سے تعجب کر رہا تھا کہ یہ واقعہ پیش آیا یہ کہہ کر اُس نے کلمہ پڑھا اور سر امام حسینؑ اٹھالیا اور اُس کے بوسے لیتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔

مجد الائمہ سرخسی نے ابو عبداللہ حداد سے روایت کی ہے کہ نصرانی نے تلوار کھینچ کر یزید کو قتل کرنے کے لئے حملہ کیا یزید کے ملازمین حائل ہو گئے اور اُسے قتل کر دیا اور وہ کلمۂ شہادت پڑھتا رہا۔

(مقتل الحسین خوارزمی ج ۲ ص ۷۳)

کیا مظلومیت تھی حضرت سید الشہداءؑ کی اور کیا اثرات شہادت تھے کہ غیر قومیں آپؑ کی مظلومیت سے حلقہ بگوش اسلام ہو جاتی تھیں اور ہو رہی ہیں مگر وہ کیسے تھے جنہوں نے حضرتؑ کو شہید کیا حیرت ہے کہ آج بھی ایسے مسلمان موجود ہیں جو ان ظالموں کی حمایت اور امام حسینؑ کی مخالفت کرتے ہیں۔

سوار بن منعم بن حابس بن ابی عمر ابن نہم ہمدانی نہمی

سوار حضرتؑ کی خدمت میں اُس وقت حاضر ہوئے جب حضرتؑ و عمر سعد سے چند دن مصالحت رہی اور وہ ابن زیاد سے حضرتؑ کے بارے میں خط و کتابت کر رہا تھا۔ چنانچہ ترجمہ ابصار العین (ص ۱۸۸) میں اُن کے

حالات میں مرقوم ہے کہ:

سوار بھی ایام مصالحت میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پہلے حملہ میں جنگ کی زخمی ہو کر زمین پر پچھاڑیں کھانے لگے۔

صاحب حدائق وردیہ نے لکھا ہے کہ:

سوار نے جنگ کی یہاں تک کہ گرفتار کر کے عمر سعد کے پاس لائے گئے اُس نے اُن کے قتل کا ارادہ کیا لیکن اُن کی قوم کے لوگوں نے اُن کی شفاعت کی اور یہ زخموں سے چور چور اُنہیں کے پاس رہے یہاں تک کہ چھٹے مہینے دنیا سے رحلت کر گئے۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ ان کی قوم نے صرف قتل نہ کئے جانے کی سفارش کی تھی اور یہ مرتے دم تک قید رہے اسی کی شہادت وہ زیارت بھی دیتی ہے جو حضرت حجت علیہ السلام سے منقول ہے اس میں حضرتؑ فرماتے ہیں کہ:

السلام علی الجریح الماسور سوار بن ابن ابی عمر نهمی۔

سلام ہو اس زخمی قیدی پر جس کا نام سوار بن ابی عمر نہمی تھا۔

اس عبارت کو اس پر بھی حمل کیا جا سکتا ہے کہ یہ ابتداء میں قید رہے ہوں پھر چھوڑ دئے گئے ہوں۔ اُن کے اخلاص و عظمت و جلالت پر یہ بہترین دلیل ہے کہ امام عصر صلوات اللہ علیہ نے ان پر سلام بھیجا ہے۔

عمرو بن عبداللہ ہمدانی جندعی

بنو جندع قبیلہ ہمدان کی ایک شاخ تھی جس کے ایک فرد جناب عمرو بن عبداللہ بھی تھے ترجمہ ابصار العین (ص۱۸۹) میں مرقوم ہے کہ:

عمرو بھی ایام مصالحت ہی میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؑ کے ساتھ موجود رہے۔

صاحب حدائق نے کہا ہے کہ انہوں نے امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کربلا میں جنگ کی اور زخموں سے چور چور ہو کر زمین پر گر پڑے ایک ضربت اُن کے سر پر لگی تھی جو سر میں در آئی پھر اُن کی قوم کے لوگ ان کو اٹھا لے گئے اور کامل ایک سال تک اس ضربت کے اثر سے اپنے فرش خواب پر پڑے رہے اور ابتداء ۶۲ھ میں گزر گئے۔ حضرت حجت علیہ السلام کی زیارت کا فقرہ بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے۔ حضرتؑ فرماتے ہیں:

السلام علی الجریح المرتث عمرو الجندعی۔

زخموں سے چور چور شخص عمرو جندعی پر سلام ہو۔

حضرت امام عصر علیہ السلام کا ان پر سلام کرنا ان کے شرف و منزلت و خلوص کی بہترین دلیل ہے۔

موقع بن ثمامہ اسدی صیداوی

جناب موقع عراق کے مشہور قبیلہ بنو اسد سے تعلق رکھتے تھے

اصحاب حضرت امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ میں داخل تھے۔ حضرتؑ کی تمام لڑائیوں میں شریک رہے اور بڑی جوانمردی اور خلوص سے جنگ کی علامہ شیخ محمد سماوی کتاب ابصار العین میں تحریر کرتے ہیں:

یہ تابعی اور اصحاب امیر المومنین علیہ السلام میں داخل تھے حضرتؑ کے ساتھ حضرتؑ کی تمام لڑائیوں میں شریک تھے۔ واقعہ طف میں جو لوگ امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں آئے ان میں جناب موقع بھی تھے۔ لشکر یزیدی سے خلاصی پانے والوں کے ساتھ یہ بھی اپنے کو چھڑا کر شب کے وقت حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

ابو مخنف کہتا ہے کہ:

جب جناب موقع زخموں سے چور چور ہو کر زمین پر گرے تو ان کی قوم نے ان کو دشمنوں سے چھڑا لیا اور کوفہ میں لا کر چھپا دیا اس کی خبر ابن زیاد کو ملی اس نے کچھ لوگوں کو بھیجا کہ ان کو قتل کر دیں لیکن بن اسد کی ایک جماعت نے ان کی سفارش کی تو اُس نے قتل نہیں کیا لیکن لوہے کی زنجیروں میں مقید کر کے (مقام زارہ (زارہ عمان میں ایک مقام کا نام ہے زیاد و عبید اللہ ابن زیاد کوفہ و بصرہ کے جن لوگوں کو شہر باہر کرتا تھا یہیں بھیج دیا کرتا تھا۔ تاریخ الخلفاء ص ۵۵) میں بھیج دیا۔ وہاں جناب موقع زخموں کے سبب سے سال بھر تک بیمار رہے اور زنجیروں میں جکڑے رہے اور ایک سال کے بعد انتقال کر گئے۔

جناب مُسلم کے دو کمسن بچوں کی شہادت

مسیح الدین صاحب کاکوروی متوفی ۱۲۹۰ھ کتاب تاریخ الخلفاء میں تحریر کرتے ہیں کہ:

اور بعد اس کے حضرت مسلم کے دونوں بیٹوں کو جن کا نام محمد و ابراہیم تھا اسی ابن مرجانہ بے حیا نے شہید کیا رحمھم اللہ وارضاھم۔

علامہ عبداللہ بن نور اللہ مقتل العوالم (ص ۱۱۸ و بحار الانوار ج ۱۰ ص ۱۱۰ و مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۱۱۸) میں فرماتے ہیں کہ علامہ صدوق علیہ الرحمہ امالی میں فرماتے ہیں کہ:

جب امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہو گئی تو بچے میدان جنگ میں گرفتار کر کے ابن زیاد پلید کے سامنے لائے گئے اُس نے داروغہ قید خانہ کو بلا کر حکم دیا کہ ان دونوں بچوں کو قید خانہ میں بند کر دے اُن کو نہ اچھا کھانا کھلانا نہ ٹھنڈا پانی پلانا اور ان پر سختی کرتے رہنا دونوں بچے دن میں روزہ رکھتے تھے جب رات آتی تھی تو وہ دو جو کی روٹیاں اور دو کوزے پانی کے لاتا تھا جس سے بچے اپنا روزہ افطار کرتے تھے جب بچوں کو قید خانہ میں ایک سال ہو گیا تو بچوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ بھائی ہماری قید کو عرصہ گزر چکا ہے قریب ہے کہ ہماری عمریں فنا ہو جائیں ہمارے بدن گھل جائیں آج جب داروغہ قید خانہ آئے تو ہم اسے اپنی منزلت اور جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی

قرابت کو بیان کریں ممکن ہے وہ اس سے ہم پر سختی کم کردے کھانے پانی میں کچھ اضافہ کردے۔ جب شب آئی تو داروغہ قید خانہ جو کی روٹیاں اور پانی کے کوزے لے کر آیا چھوٹے بچے نے اس سے کہا کیوں اے شیخ تو جناب محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جانتا ہے اُس نے کہا ان کو کیوں نہ جانوں گا وہ تو ہمارے نبیؐ ہیں بچے نے کہا تم جناب جعفرؑ کو پہچانتے ہو اُس نے کہا میں ان کو کیونکر نہ جانوں گا اس لئے کہ خدا نے اُن کو جنت میں پَر عطا کیے ہیں وہ ملائکہ کے ساتھ جدھر چاہتے ہیں پرواز کر کے جاتے ہیں بچے نے کہا تم علیؑ بن ابی طالبؑ کو پہچانتے ہو اُس نے کہا میں اُن کو کیونکر نہ پہچانوں گا وہ تو نبیؐ کے چچازاد بھائی ہیں بچے نے کہا اے شیخ ہم تیرے نبیؐ کی عترت ہیں اور مسلم اُبن عقیل بن ابی طالبؑ کے فرزند ہیں تجھ سے اچھا کھانا ٹھنڈا پانی مانگتے ہیں تو ہم کو نہیں کھلاتا پلاتا ہے قید خانہ میں ہم پر سختی کرتا ہے یہ سنتے ہی وہ اُن کے قدموں پر گر پڑا اور پیروں کو چومنے لگا اور عرض کرنے لگا میری جان تمہاری جان پر فدا ہو میرا چہرہ تمہارے چہرے پر فدا ہو اے عترت محمدؐ مصطفٰے قید خانہ کا یہ دروازہ کھلا ہوا ہے تمہارا جہاں جی چاہے چلے جاؤ جب رات ہوئی حسب معمول کھانا پانی لایا پھر ان دونوں بچوں کو راستہ پر لا کر کہا کہ اب تم دونوں کا جہاں جی چاہے چلے جاؤ لیکن دن بھر پوشیدہ رہنا رات کو مسافت طے کرنا یہاں تک کہ خدا تم کو آسودہ اور مطمئن کردے ان دونوں بچوں نے یہی کیا لیکن جب رات آئی تو دونوں بچے ایک عورت کے دروازے

پر پہونچے جو اپنے دروازہ پر کھڑی تھی بچوں نے اُس سے کہا کہ ہم دو کمسن بچے ہیں مسافر ہیں راستہ سے باخبر نہیں ہیں رات آچکی ہے۔ آج کی شب تو ہمیں مہمان کر لے صبح چلے جائیں گے۔ بڑھیا نے کہا کہ تم کون ہو؟ میں تم سے ایسی خوشبو سونگھ رہی ہوں کہ آج تک ایسی خوشبو نہیں سونگھی تھی حالانکہ میں ہر طرح کی خوشبو سونگھ چکی ہوں بچوں نے کہا کہ ہم عترت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہیں عبیداللہ ابن زیاد کے قید خانہ سے قتل کے خوف سے بھاگے ہیں اس عورت نے کہا کہ میرا شوہر مرد فاسق ہے ابن زیاد کے ساتھ واقعۂ کربلا میں موجود تھا مجھے خوف ہے کہ اگر وہ تم کو یہاں پا جائے گا تو قتل کردے گا بچوں نے کہا ہم تو بس رات بھر رہیں گے صبح چلے جائیں گے غرض وہ معظّمہ بچوں کے لئے کھانا پانی لائی جب بچے کھا پی کر سونے کے لئے لیٹے تو چھوٹے بھائی نے بڑے بھائی سے کہا کہ آج کی شب تو ہم کو اطمینان ہو گیا قبل اس کے کہ موت ہم دونوں میں جدائی ڈالے آؤ ایک دوسرے کے گلے لگ کر سو جائیں تم میری خوشبو سونگھو میں تمہاری خوشبو سونگھوں چنانچہ دونوں بچے ایک دوسرے سے گلے لگ کر سو رہے۔

رات کا ابھی کچھ ہی حصہ گزرا تھا کہ اس عورت کا شوہر آیا دروازہ کھٹکھٹایا عورت نے دریافت کیا تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں فلاں ہوں اس نے کہا اس وقت تو کیوں آیا ہے یہ تو تیرے آنے کا وقت نہیں تھا۔ اُس نے کہا قبل اس کے کہ میں مجنون ہو جاؤں یا پتہ پھٹ جائے تو دروازہ

کھول دے اس لئے کہ مجھے بہت تعب و تھکن ہے مؤمنہ نے کہا تجھے یہ تھکن کیسی؟ اُس نے کہا کہ مسلم کے دو چھوٹے بچے قید خانہ سے بھاگ گئے ہیں ابن زیاد نے فوج میں منادی کرائی ہے جو دونوں کا سر لائے گا اُسے دو ہزار درہم دوں گا۔ میں نے دن بھر اپنے کو تعب میں ڈالے رکھا اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔ اس عورت نے کہا اے مرے شوہر قیامت کے دن محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کو اپنا دشمن نہ بنا اُس نے جواب دیا کہ دنیا لالچ کے قابل چیز ہے اُس عورت نے کہا اُس دنیا کو لے کر کیا کرے گا جس کیساتھ آخرت نہ ہو۔ حارث نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تو جناب مسلم کے بچوں کی حمایت کر رہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ امیر کے مطلوب بچے تیرے پاس موجود ہیں تو امیر کے پاس چل وہ تجھے بلا رہا ہے زوجہ حارث نے کہا مجھے امیر کیوں بلا رہا ہے؟ میں تو ایک صحرا نشین عورت ہوں حارث نے جواب دیا کہ بچوں کی تلاش میں تجھے بلایا ہے۔ اچھا دروازہ کھول تا کہ میں راحت و آرام کروں صبح کے وقت بچوں کے تلاش کے لئے کوئی راستہ اختیار کروں گا۔ زوجہ حارث نے دروازہ کھولا اس کے لئے کھانا پانی لائی وہ کھاپی کر سونے کے لئے لیٹ گیا رات کے کسی حصہ میں اُس نے گھر کے اندر سے بچوں کے خرّاٹے کی آواز سنی۔ یہ آواز سنتے ہی وہ بیل اور اونٹ کی طرح جوش میں بھرا ہوا اٹھا ہاتھ سے اندھوں کی طرح دیوار ٹٹولتا ہو چلا یہاں تک کہ اس کا ہاتھ چھوٹے بچے پر پڑا بچہ نے کہا یہ کون ہے حارث نے کہا میں گھر کا مالک ہوں چھوٹے

بچے نے بڑے بھائی کو جگایا اور کہا بھیا اُٹھو ہم جس سے ڈر رہے تھے اس مہلکہ میں گرفتار ہو گئے۔ حارث نے کہا تم کون ہو؟ بچوں نے کہا اگر ہم سچ سچ بتادیں گے تو ہم امان خدا میں ہیں اُس نے کہا ہاں بچوں نے کہا ہم خدا اور رسولؐ کی امان میں ہیں حارث نے کہا ہاں خدا اور رسولؐ کی امان میں ہو۔ بچوں نے کہا کہ کیا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس پر گواہ ہیں حارث نے کہا ہاں اس وقت بچوں نے کہا اے شخص ہم عترت محمدؐ مصطفےٰ سے ہیں ابن زیاد کے خوف اور موت کے ڈر سے بھاگے تھے موت کے پنجے میں پھنس گئے۔ خدا کا شکر کہ اُس نے مجھے تم کو گرفتا کرنے میں کامیاب کر دیا۔ اس کے بعد دونوں بچوں کے شانوں کو باندھ دیا رات بھر دونوں بچے بندھے رہے جب صبح صادق طالع ہوئی تو اُس نے اپنے غلام فلیح کو بلایا اور حکم دیا کہ ان دونوں بچوں کو دریا کے کنارے لے جا اور قتل کر کے ان کے سر میرے پاس لے آتا کہ میں اُنہیں لے کر عبید اللہ ابن زیاد کے پاس جاؤں اور دو ہزار درہم انعام حاصل کروں۔ غلام نے تلوار لی اور دونوں بچوں کو لے کر فرات کی طرف چلا دونوں بچے اس کے آگے آگے چل رہے تھے غلام تھوڑی دور بچوں کو لے کر چلا تھا کہ ایک بچے نے اُس سے کہا کہ تیری سیاہی بلال موذن رسولؐ سے کس قدر مشابہ ہے غلام نے کہا کہ میرے آقا نے تو قتل کا حکم دیا ہے تم کون ہو بچوں نے کہا اے حبشی کالے غلام ہم تیرے نبیؐ کی عترت میں داخل ہیں قتل کے خوف سے عبید اللہ ابن زیاد کے قید خانے سے بھاگے تھے تیری

مالکہ نے ہم کو مہمان کیا تھا لیکن تیرا آقا ہم کو قتل کرنا چاہتا ہے یہ سنتے ہی غلام بچوں کے قدموں پر گر پڑا پاؤں چومتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ اے عترت محمدؐ مصطفٰے میری جان تم پر فدا میرا چہرہ تمہارے چہرے پر فدا خدا کی قسم کل قیامت کے دن محمدؐ مصطفٰے میرے دشمن نہیں ہوں گے اس کے بعد تلوار پھینک کر بھاگا اپنے کو فرات میں ڈال دیا اور تیر کر اُس پار چلا گیا حارث نے چیخ کر کہا کہ اے غلام تو نے میری نافرمانی کی غلام نے جواب دیا اے آقا میں اُس وقت تک تیری اطاعت کرتا رہا جب تک تو خدا کی معصیت نہیں کرتا تھا لیکن جب تو نے اللہ کی معصیت کی تو میں تجھ سے دنیا و آخرت میں بَری ہوں۔

اس کے بعد اُس نے اپنے بیٹے کو بلایا اور حکم دیا کہ ان دونوں بچوں کو قتل کر دے وہ لڑکا دونوں بچوں اور تلوار کو لے کر چلا۔ بچوں نے کہا اے جوان ہم کو قتل کر کے کل رسولؐ اللہ کو کیا جواب دے گا تو ہم کو کس جرم و گناہ میں قتل کر رہا ہے جوان نے دریافت کیا تم کون ہو؟ بچوں نے کہا کہ ہم جعفر طیارؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے چچازاد بھائی کی اولاد میں ہیں اُس جوان نے بھی تلوار پھینک دی اور تیر کر دریا پار چلا گیا اور کہا اے بابا تو نے مجھے جہنم میں جلانے کا ارادہ کیا تھا اور یہ کہ محمدؐ مصطفٰے میرے دشمن ہوں اے بابا خدا سے ڈر اور ان دونوں بچوں کو چھوڑ دے۔ حارث نے کہا تو نے میری نافرمانی کی جوان نے کہا کہ میں نے تیری نافرمانی کر کے اللہ کی اطاعت کی یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ تیری

اطاعت کر کے اللہ کی نافرمانی کروں جب حارث نے یہ کیفیت دیکھی تو خود بچوں کو قتل کے ارادہ سے تلوار لے کر چلا اور کہا میں ہی تم کو قتل کروں گا بچوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو زندگی سے مایوس ہو گئے اور حارث سے کہا کہ اے حارث خدا سے ڈر اور ہم کو قتل نہ کر اگر اپنی احتیاج کے سبب سے ہم کو قتل کرتا ہے تو ہم کو بازار میں چل کر فروخت کر ڈال ہم تیری غلامی کا اقرار کرلیں گے اُس نے کہا کہ زیادہ باتیں نہ بناؤ میں فقر وفاقہ کے سبب سے تم کو قتل نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں تمہارے والد اور اہل بیتؑ محمدؐ کو دشمن رکھتا ہوں اس لئے قتل کر رہا ہوں۔ اس کے بعد اُس نے تلوار کو حرکت دی اور بڑے بھائی کی گردن اُڑا دی اور جسم فرات میں پھینک دیا۔ سر اپنے توبڑے میں رکھ لیا۔ چھوٹے بھائی نے کہا کہ اتنی دیر ٹھہر جا کہ میں بھائی کے خون میں لوٹ لوں پھر قتل کر دینا وہ یہ کہتا جاتا تھا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے بھائی کے خون میں لتھڑا ہوا حاضر ہوں گا۔ بچہ بھائی کے خون میں لوٹنے لگا حارث ملعون نے کہا کہ میں عنقریب تم کو تمہارے بھائی کے پاس پہونچا دوں گا۔ اس کے بعد وہ بچہ کھڑا ہوا حارث نے اس کا بھی سر کاٹ کر توبڑے میں رکھا اور جسم کو فرات میں ڈال دیا۔ دونوں جسم تیر کر قریب آئے اور ایک دوسرے سے چمٹ کر فرات میں ڈوب گئے۔

حارث سروں کو لے کر عبید اللہ بن زیاد کے پاس آیا دونوں سر اس کے سامنے رکھ دئے اس لعین نے جب سروں کو دیکھا تو کھڑا ہوا اور بیٹھا

تین مرتبہ یہی کیا اس کے بعد کہا کہ تیرا بُرا ہو تو نے ان بچوں کو کہاں پایا اُس نے جواب دیا کہ میری زوجہ نے اُن کو مہمان کیا تھا ابن زیاد نے کہا تو نے حق ضیافت کا بھی لحاظ نہیں کیا اور قتل کر دیا اُس نے کہا نہیں ابن زیاد نے کہا بچوں نے تجھ سے کیا کہا تھا حارث نے کہا کہ بچوں نے مجھ سے کہا کہ بازار چل کر ہم کو بیچ ڈال اور قیامت میں جناب محمدؐ مصطفےٰ کو اپنا دشمن نہ بنا ابن زیاد نے کہا تو نے اس کا کیا جواب دیا حارث نے کہا کہ میں نے جواب دیا کہ میں ایسا نہیں کروں گا بلکہ تمہارے سر عبید اللہ ابن زیاد کے پاس لے جا کر دو ہزار درہم کا انعام لوں گا۔ ابن زیاد نے کہا بچوں نے پھر کیا کہا اُس نے جواب دیا کہ بچوں نے کہا کہ اچھا ہمیں ابن زیاد کے پاس زندہ لے چل وہ جو چاہے گا ہمارے بارے میں حکم کرے گا میں نے کہا یہ ممکن نہیں ہے میں تو تمہارا خون بہا کر ابن زیاد سے تقرب حاصل کروں گا۔ ابن زیاد نے کہا کہ اگر تو ان بچوں کو زندہ لاتا تو میں تیرا انعام دوگنا کر دیتا حارث نے کہا کہ میں نے مناسب یہی خیال کیا کہ اُنہیں قتل کر کے تجھ سے تقرب حاصل کروں۔ ابن زیاد نے کہا کہ پھر بچوں نے کیا کہا اُس نے کہا کہ اُنہوں نے کہا اے شیخ ہماری رسولؐ سے قرابت کا لحاظ کر اور قتل نہ کر ابن زیاد نے کہا تو نے کیا کہا حارث نے کہا میں نے کہا کہ تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرابت ہی نہیں ہے ابن زیاد نے کہا پھر بچوں نے کیا کہا اُس نے کہا بچوں نے کہا ہماری کمسنی پر رحم کر ابن زیاد نے کہا تو نے اس پر بھی رحم نہیں کیا اُس

نے کہا کہ میں نے کہا کہ میرے دل میں تمہارے لئے رحم نہیں ہے ابن زیاد نے کہا پھر بچوں نے کیا کہا حارث نے جواب دیا بچوں نے کہا کہ اتنی مہلت دے کہ ہم چند رکعتیں نماز پڑھ لیں میں نے کہا اگر نماز تم کو فائدہ پہونچائے تو جتنی رکعتیں نماز چاہو پڑھ لو چنانچہ دونوں بچوں نے چار رکعتیں نماز پڑھیں ابن زیاد نے کہا کہ نماز کے بعد بچوں نے کیا کہا حارث نے کہا کہ بچوں نے ہاتھ بلند کیئے اور کہا کہ اے حی اے علیم اے احکم الحاکمین ہمارے اور اس کے درمیان میں حق کے مطابق حکم کر عبید اللہ بن زیاد نے کہا کہ احکم الحاکمین نے تمہارے درمیان حکم دے دیا اس کے بعد ایک مرد شامی کو حکم دیا کہ جہاں اس نے بچوں کو قتل کیا ہے وہاں لے جا کر اسے قتل کر دے لیکن خبردار اس کا خون بچوں کے خون سے نہ ملنے پائے اور جلد اس کے سر کو میرے پاس لے آ اُس نے ایسا ہی کیا اور اُس کا سر ابن زیاد کے پاس لایا ابن زیاد نے اس کے سر کو ایک نیزے پر نصب کر دیا بچے اس لعین کے سر پر تیر مارتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ ذریت رسولؐ کا قاتل ہے۔

حادثۂ کربلا میں عورتوں پر مظالم

یزید کے تیر ظلم کا نشانہ جس طرح حضرت سید الشہداء امام حسینؑ آپؑ کے اعزاء و اصحاب بنے اسی طرح اس جفاکار کے ظلم و ستم کے تیر حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کے اہلبیتؑ پر بھی پڑے حالانکہ دنیا کی تمام

اقوام خصوصاً عرب کبھی عورتوں پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ اور اگر کوئی عورت پر ہاتھ اُٹھادیتا تھا تو یہ اُس کے لئے بدترین عیب شمار کیا جاتا تھا۔ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اپنے ایک کلام بلاغت نظام میں ارشاد فرماتے ہیں:

ولاتهيجوا النساء باذى ران شتمن اعراضكم وسبئن امرآئكم فانهن ضعيفات القوىٰ والانفس والعقول انا كنا لنومر بالكف عنهن وانهن لمشركات وان كان الرجل ليتناول المرأة في الجاهلية بالفهرة او الهراواة فيعير بها وعقبه بعده۔ (نہج البلاغہ ج ۲ ص ۱۶)

عورتوں کو اذیت دے کر ہیجان واضطراب میں مبتلا نہ کرو اگرچہ وہ تمہاری بے آبروئی کریں اور تمہارے رئیسوں اور سرداروں کو گالیاں دیں اس لئے کہ اُن کے قویٰ، نفس اور عقلیں کمزور ہیں ہم کو تو اس وقت عورتوں سے باز رہنے کا حکم دیا جاتا تھا جب مقابلہ میں مشرکہ عورتیں آتی تھیں (چہ جائیکہ مسلمان عورتیں مقابلہ میں ہوں) اگر زمانۂ جاہلیت میں کوئی شخص کسی عورت کو چھوٹے سے پتھر یا لکڑی سے ماردیتا تھا تو یہ عیب اس کے لئے اور اس کے پسماندگان کے لئے ہمیشہ بیان کیا جاتا تھا۔

عورتوں کے بارے میں یہ اسلامی احکام ہیں جب اسلام نے مشترکہ عورتوں کی حرمت کالحاظ رکھاہے تو پھر زن مسلمہ کی اس کی نظر

میں کیا عزت ہوگی اور وہ مسلمہ عورتیں اگر سبط رسول الثقلین کے اہلبیتؑ اور اصحاب کے عیال ہوں تو اُن کا احترام کیسا کرنا چاہئے واضح و ظاہر ہے لیکن افسوس ہے کہ یزید و عُمّال یزید نے شریعت کو ایسا بھلا دیا تھا کہ وہ حدود انسانیت سے باہر ہو گئے تھے اسی لئے اُس نے حضرتؑ کی عورتوں ننھے ننھے بچوں پر تین دن سے دانا پانی بند کر رکھا تھا۔ پھر بعد شہادت امام حسینؑ اُن سے کیا امید کی جا سکتی تھی کہ رحم و کرم سے کام لیں گے اسی لئے یزیدیوں نے کربلا کی عورتوں کے قتل ایذا رسانی و اسیر و مقید کرنے در بدر پھرانے میں حمیت و انسانیت کا قطعی لحاظ نہیں کیا۔ مردوں پر جو مظالم ہوئے اس کا مختصر حال ہم بیان کر چکے اب آیئے عورتوں پر ظلم و جور و ستم کو ملاحظہ کیجئے:

بعد شہادت امام مظلوم عورتوں کو بھی ہدف ظلم و ستم بنایا گیا۔ ان مظلومہ عورتوں کے لئے یہی کیا کم تھا کہ اُن کے گود کے پالے بچے بے دردی سے بھوکے پیاسے قتل کئے گئے۔ کتنی ہی عورتوں کی مانگیں اُجڑ گئیں بہت سی بی بیوں کے بھائی بھتیجے ذبح کئے گئے لیکن ظالم یزیدیوں نے اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ حضرت امام حسینؑ کی شہادت کے بعد درّانہ خیموں میں داخل ہو گئے اور ان میں جو کچھ تھا لوٹ لیا۔

علامہ موفق بن احمد مکی مقتل الحسین (ص ۳۸) میں تحریر کرتے ہیں:

واقبل الاعداء حتیٰ احرقوا بالخیمة ومعهم شمر بن ذی الجوشن فقال ادخلوا فاسلبوا بزتهن فدخل القوم

فاخذوا کل ماکان بالخیمة حتی اقصد الی قرط کان فی اذ ن ام کلثوم اخت الحسینؑ فاخذه وخرموا اذنها حتیٰ کانت المرأة لتنازع ثوبها علیٰ ظهرها حتیٰ تغلب علیه۔

دشمن آئے اور خیمہ کو گھیر لیا ان کے ساتھ شمر بھی موجود تھا اس نے کہا خیمہ میں درّانہ داخل ہو جاؤ اور ان عورتوں کا سامان لوٹ لو چنانچہ فوج کے لوگ خیموں میں داخل ہو گئے اور جو کچھ تھا وہ سب لوٹ لیا یہاں تک کہ امام حسینؑ کی بہن ام کلثوم کے کانوں میں بندے تھے اُسے بھی چھین لیا جس سے ان کے کانوں کی لویں پھٹ گئیں۔ حالت یہ تھی کہ ظالم عورتوں سے اُن کی چادریں چھینتے تھے اور وہ اُسے بچانا چاہتی تھیں۔ (مگر بچ نہ پاتی تھیں)

قیس ابن اشعث نے امام حسینؑ کے بیٹھنے کی مسند لوٹ لی جس کے سبب اُسے قطیفی کہتے ہیں۔ اسود نامی ایک ازدی نے حضرتؑ کی نعلین کو لے لیا اس کے بعد لوگ درس (زعفران کی طرح پسی ہوئی سُرخ چیز ہوتی ہے جس سے چہرے کے لئے سُرخی بنائی جاتی ہے) گھوڑوں اور اونٹوں کی طرف بڑھے اور کل سامان لوٹ لئے۔

علامہ محمد باقر بہبہانی دمعہ ساکبہ (ص ۳۴۸) میں فرماتے ہیں کہ:

دشمن امام حسینؑ کے خیموں کو لوٹنے کے لئے بڑھے یہاں تک عورتوں کے سروں سے چادریں بھی چھین لیں۔

اسی کتاب میں ہے کہ:

امالی علامہ صدوق میں جناب فاطمہ بنت حسینؑ سے مروی ہے کہ عام لوگ ہمارے خیموں میں لوٹنے کے لئے داخل ہوئے میں ایک چھوٹی لڑکی تھی میرے پاؤں میں دو سونے کے خلخال تھے ایک شخص اُن کو اتارتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا میں نے کہا اے دشمن خدا تو روتا کیوں ہے؟ اُس نے کہا میں کیونکر نہ روؤں اس لئے کہ نبی زادی کو لوٹ رہا ہوں، میں نے کہا کہ پھر مجھ کو نہ لوٹ اس نے کہا مجھے ڈر ہے کہ کوئی اور آئے گا اور یہ خلخال لے لے گا۔

صاحب الدمعۃ الساکبہ ہی تحریر کرتے ہیں کہ:

(جب خمیوں کے لوٹ کے وقت) عورتوں نے چیخنا چلانا رونا پیٹنا شروع کیا تو عمر بن سعد نے کہا کہ ان سب خیموں میں آگ لگادو اور جو کچھ ان میں ہے جلادو۔ یہ سن کر انہیں میں سے ایک شخص نے کہا کہ اے ابن سعد تیرا بُرا ہو کیا امام حسینؑ ان کے اہلبیتؑ وانصار کا قتل تیرے لئے کافی نہیں ہے۔ جواب اُن کے بچوں اور عورتوں کو بھی جلادینا چاہتا ہے تو نے تو اب ایسے کام کا ارادہ کیا ہے کہ خدا ہم کو زمین میں دھنسادے گا۔ الغرض لوگوں نے جلدی جلدی عورتوں کو لوٹنا شروع کردیا۔

جناب زینبؑ بنت امیر المومنین علیہ السلام فرماتی ہیں کہ میں اُس وقت خیمہ میں کھڑی تھی کہ ایک نیلی آنکھوں والا آدمی آیا اور جو کچھ خیمہ میں تھا سب لے لیا۔ اُس نے علی بن الحسینؑ کو دیکھا کہ وہ بیماری سے ایک چمڑے پر لیٹے ہوئے ہیں اُسے ان کے پیچھے سے کھینچ لیا اور زمین پر گرادیا

میری طرف دیکھا میرے سر سے چادر اُتار لی میرے کانوں میں بندے تھے وہ اُن کو اُتار تا جاتا تھا اور روتا بھی جاتا تھا یہاں تک کہ بندوں کو اُتار لیا میں نے کہا کہ تو ہم کو لوٹ بھی رہا ہے اور رو بھی رہا ہے اُس نے کہا میں تم اہل بیتؑ کی مصیبت پر رو رہا ہوں۔ میں نے کہا خدا تیرے ہاتھ پیر کاٹ ڈالے اور آتش جہنم سے پہلے دنیا کی آگ سے جلا دے۔

اہل بیتؑ کی لوٹ کھسوٹ رونے پیٹنے کا یہ ایسا دردناک منظر تھا کہ دشمن کا دل بھی ہل جاتا تھا۔ چنانچہ اسی کتاب میں ہے حمید ابن مسلم لعنہ اللہ بیان کرتا ہے کہ:

قبیلہ بکر بن وائل کی ایک عورت جو اس واقعہ میں عمر بن سعد کے لشکر میں تھی جب اُس نے دیکھا کہ لوگ امام حسینؑ کے خیموں میں داخل ہو کر لوٹ کھسوٹ رہے ہیں تو ایک تلوار لے کر ان خیموں کے پاس آئی اور پُکار پُکار کر کہنے لگی اے آل بکر بن وائل کیا رسولؐ اللہ کی بیٹیاں لوٹ لی جائیں (اور تم دیکھتے رہو) حکم صرف اللہ کا حکم ہے فریاد ہے رسولؐ کے خون کا عوض لینے والوں سے اس کی یہ کیفیت اس کے شوہر نے دیکھی اور اپنے خیمہ میں واپس لے گیا۔

کتاب منتخب میں ہے کہ:

جناب فاطمہ صغریٰ بیان کرتی ہیں کہ میں ایک خیمہ کے دروازہ پر کھڑی دیکھ رہی تھی کہ میرے والد اور اُن کے اصحاب قربانی کے جانور کی طرح ذبح کیے ہوئے پڑے ہیں اور گھوڑے ان کے جسموں پر دوڑ

رہے ہیں میں اُس وقت یہ سوچ رہی تھی کہ دیکھیں بنواُمیہ ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں آیا ہم کو بھی قتل کردیں گے یا گرفتار کریں گے اتنے میں میں نے دیکھا کہ ایک گھوڑے سوار نیزہ لئے آرہا ہے اور عورتوں کو نیزہ کی بونڈی سے ہنکارہا ہے وہ بے چاریاں ایک دوسرے کے پیچھے پناہ لے رہی ہیں اُن کی چادریں اور زیورات میں سے کچھ اُن کے جسم پر نہیں رہے یہ عورتیں پکاررہیں تھیں:

واجداہ وا ابتاہ واعلیاہ واقلۃ ناصراہ واحسانا

آیا کوئی پناہ دینے والا ہے جو ہم کو پناہ دے آیا کوئی ہم سے دشمن کو دور کرنے والا ہے جو دشمن کو دور کرے۔(الدمعۃ الساکبہ ص ۳۴۹)

جناب فاطمہؑ صغریٰ بیان کرتی ہیں کہ یہ ہولناک منظر دیکھ کر میرا دل پریشان ہو گیا جسم تھر۲انے لگا میں اُس کے خوف سے داہنے بائیں اپنی پھوپھی ام کلثوم کو دیکھ رہی تھی ابھی میں اسی حالت میں تھی کہ وہ میرے قریب آگیا میں اس کے خوف سے صحرا کی طرف چلی میرا گمان تھا کہ اس سے بچ جاؤں گی اتنے میں اس نے نیزے کی بونڈی میری پیٹھ پر ماری میں غش کھا کر گر پڑی اُس نے میرے کانوں کے بندے نوچ لئے میری چادر چھین لی میرے کانوں سے خون بہنے لگا وہ مجھے چھوڑ کر خیموں کی طرف گیا اتنے میں میری پھوپھی آگئیں وہ روتی جاتی تھیں اور کہہ رہیں تھیں فاطمہؑ اٹھو چلو دیکھیں تمہاری بہنوں اور بیمار بھائی کے ساتھ ظالموں نے کیا سلوک کیا میں نے عرض کیا پھوپھی کوئی کپڑا ہو تو دے دیجئے میں اپنا

سر چھپالوں اُنہوں نے فرمایا کہ بیٹی تیری ہی طرح پھوپھی بھی سر برہنہ ہے میں نے دیکھا اُن کی پیٹھ ان ظالموں کی مار سے سیاہ پڑگئی تھی اب جو میں پھوپھی کے ساتھ خیموں میں آئی تو کل خیمے لٹ چکے تھے میرے بھائی سید سجاد منھ کے بل زمین پر پڑے تھے بھوک پیاس اور مرض کے سبب سے اُٹھ نہیں سکتے تھے وہ ہم پر رو رہے تھے ہم اُن کے مصائب پر گریہ کر رہے تھے۔ (الدمعۃ الساکبہ ص ۳۴۹)

ظالم جب خیموں کو لوٹ کھسوٹ اور جلا چکے اور اپنے نجس لاشوں کو دفن کر چکے تو تیسرے دن امام حسینؑ و انصار واقرباء امام حسینؑ کے لاشوں کو اسی طرح بے گور و کفن ریگ گرم کربلا پر چھوڑ کر قیدیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔

یہ ظالم حرم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس طرح لے کر چلے جس طرح قیدی لے جائے جاتے ہیں جب کوفہ پہنچے تو لوگ تماشا دیکھنے کے لئے نکلے ان قیدیوں کو تباہ حال دیکھ کر اُنہوں نے رونا شروع کیا۔ امام زین العابدینؑ بیمار تھے طوق و ہتکڑی و بیڑی میں جکڑے ہوئے تھے مرض نے اُن کو کمزور و لاغر کر دیا تھا کوفیوں کو روتا دیکھ کر فرمایا کہ لوگ ہم کو دیکھ کر رو رہے ہیں تو پھر ہم کو قتل کس نے کیا ہے؟۔

(مقتل ابن جوزی ج ۲ ص ۴۰)

اسی طرح سر برہنہ رسیوں اور لوہے میں جکڑے ہوئے یہ قیدی بھرے بازار کوفہ سے دربار ابن زیاد میں لائے گئے۔ اُس نے یزید سے

اُن کو دمشق روانہ کرنے کی اجازت طلب کی جب اجازت نامہ آگیا تو اسی طرح دمشق روانہ کیا۔

علامہ موفق بن احمد مکی اپنے مقتل (ج ۲ ص ۵۵) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

عبید اللہ ابن زیاد نے زجر بن قیس جعفی کو بلایا اور امام حسینؑ ان کے بھائیوں، اہل بیتؑ اور شیعوں کے سر دیئے امام زین العابدینؑ کو بلایا انہیں ان کی پھوپھیوں، بہنوں اور تمام عورتوں کے سامنے یزید کے پاس روانہ کیا یہ لوگ ایسے اونٹوں پر سوار کر کے حرم رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو لے کر چلے جن پر نہ پردہ تھا نہ بچھونا تھا اسی طرح ایک شہر سے دوسرے شہر میں گزرتے ہوئے دمشق پہونچے وہ اس معزز ترین گھرانے کے افراد کو اس ذلت کے ساتھ لے کر چلے جس طرح ترک و دیلم کے قیدی لے جائے جاتے ہیں۔ دمشق پہونچ کر اسی طرح دربار یزید میں لے گئے جہاں سینکڑوں کرسی نشینوں کا مجمع تھا۔

کربلا کی ایک مقتول خاتون مادر وہب بن عبد اللہ

مجد الائمہ سرخسی نے ذکر کیا ہے کہ ابو عبد اللہ حداد بیان کرتا ہے کہ:

وہب بن عبد اللہ نصرانی تھے وہ اُن کی ماں (اور زوجہ) نے امام حسینؑ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا تھا۔ وہب مقابلہ کے لئے نکلے۔

چوبیس پیادوں اور بارہ سواروں کو قتل کیا۔ اس کے بعد اسیر کر کے عمر بن سعد کے سامنے لائے گئے اُس نے کہا تم تو بہت سخت حملہ کر رہے تھے اس کے بعد حکم دیا کہ اُن کا سر قلم کر دیا جائے چنانچہ اُن کا سر کاٹ کر امام حسینؑ کے لشکر کی طرف پھینک دیا گیا۔ سر کو اُن کی ماں نے لیا بوسہ دیا اور ایک عمود خیمہ لے کر دشمنوں پر حملہ کیا اور دو آدمیوں کو قتل کر دیا۔ اُس وقت امام حسینؑ ان کے قریب آئے اور فرمایا کہ اے ام وہب عورتوں سے جہاد ساقط ہے تم خیمہ میں واپس چلی جاؤ چنانچہ وہ خیمہ میں واپس تو ہو گئیں لیکن کہتی جاتی تھیں پالنے والے میری امید کو منقطع نہ کر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ام وہب خدا تیری امید کو قطع نہیں کرے گا اے ام وہب تو اور تیرا لڑکا جنت میں جناب رسولؐ خدا اور اُن کی ذریت کے ساتھ رہیں گے۔ (مقتل الحسینؑ خوارزمی ج ۲ ص ۱۲)

اس روایت سے قبل صاحب مقتل حسینؑ و دیگر مقتل نویس افراد نے تحریر کیا ہے کہ:

بُریر اور ان کے چچازاد بھائی عبید اللہ بن جابر کی شہادت کے بعد جناب وہب بن عبد اللہ بن جناب کلبی میدان جنگ میں آئے ان کے ساتھ ان کی والدہ بھی کربلا میں موجود تھیں۔ ماں نے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹا جاؤ فرزند دُختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصرت کرو اُنہوں نے عرض کیا مادر گرامی میں امام حسینؑ کی نصرت

کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا اس کے بعد رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے حملہ کیا اور ایک جماعت کو قتل کر کے ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ماں سے دریافت کیا والدۂ ماجدہ آپ مجھ سے راضی ہوئیں۔ مؤمنہ نے جواب دیا کہ جب تک تم فرزند رسولؐ کے سامنے قتل نہ ہو جاؤ گے میں راضی نہیں ہوں گی جب یہ میدان کی طرف چلے تو زوجہ نے کہا کہ میں خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ مجھے اپنے فراق میں دردمند نہ کرو۔ یہ سُن کر ان کی والدہ ام وہب نے کہا بیٹا زوجہ کی بات نہ سنو واپس جاؤ اور فرزند دختر پیغمبر کے سامنے قتل ہو جاؤ تا کہ وہ کل بارگاہ پروردگار عالم میں تمہاری شفاعت کریں۔ یہ سُن کر یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔ اور برابر جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ اُن کا داہنا ہاتھ کٹ گیا انہوں نے بائیں ہاتھ سے جنگ شروع کی یہاں تک کہ وہ بھی کاٹ دیا گیا اور یہ قتل کر دئے گئے۔

ان کی شہادت کے بعد اُن کی ماں لاشہ پر آئی اُن کے چہرے سے خون پونچھتی جاتی تھیں یہ شمر نے دیکھ لیا اُس نے اپنے غلام کو حکم دیا اُس نے ایک چوب خیمہ سے اُس کو قتل کر دیا۔ یہ پہلی عورت ہیں جو میدان کربلا میں شہید ہوئیں۔ (مقتل الحسین خوارزمی ج ۲ ص ۱۴۔۱۳)

سید العلماء علامہ سید حسین مجالس مفجعہ (ص ۲۵۱) میں فرماتے ہیں کہ:

جب وہب کے ہاتھ کٹ گئے تو خیمہ کی بلّی لے کر اُن کی زوجہ میدان میں آگئی اُن کی ہمت بڑھاتی جاتی تھی اور کہتی جاتی تھی کہ پاک وپاکیزہ حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے جنگ کرو۔ وہب اس کے قریب آئے کہ اُسے عورتوں کے پاس واپس کردیں اُس نے کپڑوں کو پکڑ کر کہا میں واپس نہ ہوں گی بلکہ تمہارے ہی ساتھ قتل ہو جاؤں گی اس وقت امام حسینؑ اس کے قریب آئے اور خیمہ میں واپس کردیا۔

قید خانہ میں ایک دختر صغیر کی وفات

علامہ محمد باقر بہبانی دمعۃ الساکبہ (ص ۳۸۶) میں کتاب منتخب طریحی سے نقل کرتے ہیں کہ:

جب اہل بیتؑ رسولؐ قید ہو کر شام آئے تو یزید نے اُن کے قیام کے لئے ایک گھر مخصوص کردیا جس میں شب و روز یہ سب امام حسین علیہ السلام پر گریہ وزاری میں مشغول رہتے تھے امام حسینؑ کی ایک تین سال کی لڑکی تھی جس دن سے حضرت شہید ہوئے تھے بچی نے اپنے باپ کو نہیں دیکھا تھا یہ بچی اہل حرم سے اپنے باپ کو طلب کرتی تھی اُسے بہلا دیا جاتا تھا۔

ایک شب اُس نے حضرتؑ کو خواب میں دیکھا جب بیدار ہوئی تو اُس نے رونا پیٹنا شروع کیا اس سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو اُس نے کہا

(ابھی میرے بابا آئے تھے) میرے باپ کو میرے پاس لاؤ جتنا اُسے سمجھایا جاتا تھا گریہ بڑھتا جاتا تھا۔ اس سے اہل بیتؑ نے بھی قید خانہ میں رونا پیٹنا سروں پر خاک ڈالنا شروع کیا سروں کے بال کھول دئے رونے پیٹنے کی آواز جب یزید نے سنی تو اُس نے واقعہ دریافت کیا اس سے اس بچی کے خواب اور باپ کو طلب کرنے کا واقعہ بیان کیا گیا۔ یزید نے حکم دیا کہ سرِ امام کو طشت میں رکھ کر بچی کے پاس بھیج دیا جائے تاکہ اسے تسلی ہو جائے چنانچہ طشت میں رکھ کر رومال سے ڈھانک کر حضرتؑ کا سر بچی کے سامنے رکھ دیا گیا۔ جب بچی نے رومال ہٹایا تو دریافت کیا یہ سر کیسا ہے اس سے کہا گیا یہ تمہارے والد کا سر ہے یہ سنتے ہی اُس نے سر اٹھالیا منھ پر منھ رکھ کر بین کرنا شروع کیا بین کرتے کرتے اسے غش آگیا۔ اب جو اُسے ہوش میں لانے کے لئے بازو ہلایا گیا تو علوم ہوا کہ اس کی روح دنیا سے مفارقت کر گئی ہے۔ اس حادثہ جانکاہ سے ان اسیر ان مصائب وبلا کا غم تازہ ہو گیا اور اس قدر گریہ ہوا کہ اس سے قبل کبھی نہیں ہوا تھا۔

مصائب جناب ثانی زہراء حضرت زینب علیہا السلام

امام حسینؑ کی بڑی بہن ثانی زہرا علیا معظّمہ جناب زینب صلوات اللہ علیہا پر حادثہ کربلا میں جو مصائب گزرے ہمارے قلم میں کہا اتنی طاقت کہ تصویر کشی کر سکیں۔ ان مصائب کے تصور سے قلب تھرّا جاتا

ہے دل و دماغ قابو سے باہر ہو جاتے ہیں۔ جسم میں تھر تھری پڑ جاتی ہے آنکھوں سے سیل اشک جاری ہو جاتے ہیں اس لئے کہ ثانی زہراؑ کی ذات وہ تھی جو تمام مصائب میں بھائی کی شریک رہیں آنکھوں سے اعزاء و اقرباء بھتیجوں بھائیوں کے تڑپتے لاشے دیکھے۔ حد یہ ہے کہ امام حسینؑ ایسے بھائی کے سینہ پر قاتل کو سوار دیکھا ذبح ہوتے دیکھا لیکن ان تمام روح فرسا مصائب میں زینبؑ نے صبر و شکیبائی کے وہ جوہر دکھائے جن سے عقل حیران ہو جاتی ہے۔ سخت سے سخت مصائب میں جناب زینبؑ کے ہاتھوں سے دامن صبر نہیں چھوٹا۔

بعد امام حسینؑ بزرگ خاندان جناب زینبؑ ہی تھیں۔ سوائے بیمار بھتیجے کے مردوں میں کوئی باقی نہیں تھا۔ ایک اکیلی ثانی زہراؑ تھیں جو جلتے خیموں سے اہل حرم کو نکال بھی رہیں تھیں اہل حرم کو تسکین بھی دے رہی تھیں ننھے ننھے پیاسے بچوں کی حفاظت کر رہی تھیں بھتیجے کی خبر گیری بھی کرتی تھیں بی بیوں کے سروں سے چادریں چھنتے دیکھ بھی رہی تھیں۔

آہ آہ یہ سب کتنے دردناک منظر تھے مگر زینبؑ کے پیش نظر بھائی کا عظیم مقصد تھا اسلئے آپ نے یزید اور یزیدیوں کے تمام مظالم برداشت کئے اور کل خاندان کی حفاظت کی اور مقصد حسینی کو ٹھیس نہیں لگنے دیا۔

اس انتہائی ہولناک جنگ و جگر فگار مظالم کے وقت جب محبوب بھائی زخموں سے چور ریگ گرم کربلا پر ایڑیاں رگڑ رہا تھا اور قاتل جسم و

سر میں جدائی ڈالنا چاہتا تھا تنہا ثانی زہراؑ تھیں جنہوں نے صدائے احتجاج بلند کی اور فرمایا:

لیت السماء اطبقت علی الارض یا بن سعد ایقتل ابا عبداللہ الحسینؑ وانت تنتظرالیہ

کاش آسمان زمین پر پھٹ پڑتا اے سعد کے بچے آیا ابو عبدالحسینؑ قتل کیے جائیں اور تو دیکھتا رہے۔

خیموں کے لوٹ اور جلنے کے وقت سید سجادؑ کو ثانی زہرا ہی نے جلتے خیمے سے نکالا تھا۔ اہل بیتؑ امام حسین علیہ السلام کی حفاظت و نگرانی و تسلی و تسکین کے خدمات بھی یہی مظلومہ کربلا ہی انجام دے رہی تھیں۔

جب یہ لٹا ہوا قافلہ مقتل سے ہو کر گزرا اور امام زین العابدینؑ کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اس لئے کہ آپؑ نے اپنے والد و بھائیوں اعزاء و اقارب و شیعوں کے لاشوں کو بے گور و کفن ریگ گرم کربلا پر پڑا ہوا دیکھا تھا۔ تو اُس وقت اپنے عزیز بھتیجے کی یہ حالت دیکھ کر علیا مخترمہ حضرت زینبؑ نے ہی آپؑ کو تسلی و دلاسا دیا تھا۔ جب یہ لٹا ہوا قافلہ کوفہ کے بازاروں سے اس طرح گزرا کہ آگے آگے شہداء کے سر تھے پیچھے پیچھے بے مقنع و چادر اسیر و مقید سیدانیاں تھیں اور کوفہ والوں نے اس دردناک منظر کو دیکھ کر رونا شروع کیا تو اُس وقت غم نصیب و دردر سیدہ زینبؑ ہی نے فصیح و بلیغ خطبہ پڑھ کر بہترین احتجاج کیا تھا۔ خطبہ حسب ذیل ہے:

کوفہ میں خطبہ جناب ثانی زہرا ؑ

بشیر بن جذیم اسدی بیان کرتا ہے کہ میں نے زینب ؑ بنت علی ؑ سے زیادہ فصیح و بلیغ خاتون کو نہیں دیکھا ہے (کوفہ کے بازار میں جس وقت خطبہ پڑھ رہی تھیں تو) معلوم یہ ہوتا تھا کہ زبان امیر المومنین علی ؑ ابن ابی طالب علیہ السلام سے کلام کر رہی ہیں (خطبہ سے پہلے آپ ؑ نے) لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ خاموش ہو جاؤ (اشارہ کرتے ہی لوگوں کی سانسیں اور بجتے باجے رُک گئے۔ اُس وقت آپ ؑ نے فرمایا کہ:

خدا کی حمد و ثنا ہے' ہمارے والد رسول اللہ ؐ اور ان کے جو پاکیزہ و نیکو کار اہل بیت ؑ ہیں جو آل اللہ ہیں اُن پر درود و سلام کے بعد معلوم ہو کہ اے کوفہ والو! دھوکا دینے والو' ساتھ چھوڑنے والو' غدارو' کیا تم رو رہے ہو' تمہارے آنسو نہیں رُکتے ہیں۔ آہ و شیون کی آوازیں نہیں تھمتی ہیں تمہاری مثال تو اُس عورت کی سی ہے جس نے اپنے مضبوط کاتے ہوئے سوت کو خود ہی اچھی طرح توڑ ڈالا ہو کیا تم اپنے ایمان کو آپس میں دھوکہ کی ٹٹی بنانا چاہتے ہو۔ آگاہ ہو! کہ صرف تم میں بے حیائی' فسادِ اخلاق و کراہت و نجات و کنیزوں کی چاپلوسی اور دشمنوں کی طرف گوشہ چشم سے دیکھنا ہے۔ یا تم لوگ گھورے کی سبزی یا مدفون کی قبر کا گچ ہو۔ آگاہ ہو تمہارے نفس نے آخرت کے لئے بُری چیز بھیجی ہے تم پر خدا کا غضب ہے تم ہمیشہ عذاب خدا میں گرفتار رہو گے۔ کیا

تم آنسو بہا رہے ہو چیخیں مار مار کر گریہ کر رہے ہو۔ ہاں خدا کی قسم زیادہ گریہ و زاری کرو، کم ہنسو تم اس کے علاوہ برائی کے مالک ہوگئے ہو تم اس بُرائی کو ہرگز دھو نہیں سکتے ہو۔ آخر تم اس کے قتل کو کیونکر دھو سکتے ہو جو فرزند خاتم الانبیاء ہو۔ سردار جوانان جنت ہو۔ تمہارے بہترین افراد کی جائے پناہ ہو۔ شدید مصائب میں ملجا و ماویٰ ہو۔ تمہاری دلیل کا منارہ ہو۔ تمہاری زبان کی نوک ہو (بغیر اُس کے تم بول ہی نہ سکتے ہو) تم کو خدا سے دوری ہو یہ تمہاری کوششیں ناکامیاب ہوں ہاتھ ہلاک ہوں معاملات تباہ و برباد ہوں تم پورے طور سے غضب خدا میں مبتلا ہو تم فقر و فاقہ و غربت کے شکار ہو۔

اے اہل کوفہ تمہارا بُرا ہو رسولؐ کے کس جگر کو تم نے چاک کیا ہے، کس خون کو بہایا ہے کن عورتوں کو تم نے دربدر پھرایا ہے کس حرمت کو تم نے برباد کیا ہے (تمہاری یہ وہ بُرائی ہے جس سے) قریب ہے کہ آسمان شگافتہ ہو جائیں۔ زمین شق ہو جائے۔ پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔ اے کوفہ والو جو کچھ تم نے کیا ہے صحراء بے آب و گیاہ۔ مصیبت عظیمہ بُری عادت۔ سرکشی۔ شدید آندھی اور بدترین ہیئت ہے۔ یہ تمہاری ایسی برائیاں ہیں جس سے زمین و آسمان پر ہو جائیں۔ کیا آسمان سے جو خون برسا ہے اُس سے تم کو تعجب ہے (تعجب نہ کرو اس لئے کہ) آخرت کا عذاب اس سے زیادہ سخت اور رُسوا کرنے والا ہے وہاں تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔ اس لئے یہ

مہلت تم کو ہر گز ہر گز سُبک نہ معلوم ہو۔ اس لئے کہ خداوند عالم وہ ہے کہ جلدی نہیں کرتا نہ عوض خون لینا اس سے فوت ہوتا ہے ہر گز ایسا نہیں ہے۔ پروردگار عالم گھات میں ہے اس لئے تم سورۂ نحل کی ابتدائی آیت (یعنی خدا کا حکم آگیا) اور سورۂ ص کی آخری آیت (یعنی تھوڑی دیر کے بعد تم کو اس کی خبر معلوم ہو جائے گی) پر نظر کرو۔

راوی خطبہ بشیر کہتا ہے کہ لوگ اس خطبہ کو سُن کر اس طرح حیران ہو گئے جیسے کوئی نشہ میں ہو۔ رو رہے تھے اظہار حزن و ملال و دردمندی و افسوس کر رہے تھے۔ اپنے ہاتھوں سے چہرہ کو چھپا رہے تھے میرے پہلو میں ایک بوڑھا آدمی رو رہا تھا آنسوؤں سے اُس کی داڑھی تر تھی وہ کہہ رہا تھا میرے ماں باپ فدا ہوں تمہارے بوڑھے سب بوڑھوں سے بہتر ہیں تمہارے جوان سب جوانوں سے بہتر ہیں تمہاری عورتیں سب عورتوں سے بہتر ہیں تمہاری نسل سب نسلوں سے بہتر ہے وہ نہ رُسوا ہوگی نہ اُس پر غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ (مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۴۲)

حضرت ثانی زہراؑ کا یہ وہ زبردست خطبہ ہے جس میں آپؑ نے اہل کوفہ کی مکّاری و فریب کاری و بد باطنی و برائیوں کا ایسا پردہ چاک کیا جس سے وہ کسی طرح اپنے جرم پر پردہ نہیں ڈال سکتے ہیں علاوہ فصاحت و بلاغت و محاسن صوری و معنوی کے آپؑ نے اپنی اور اپنے بھائی کی خاندان کی عظمت پر ایسی روشنی ڈالی ہے جسے کوئی مٹا نہیں سکتا۔

ثانی زہراؑ یہ خطبہ اس وقت پڑھ رہی تھیں جب بھائی، اعزاء، اقرباء

شیعوں کے سر آگے آگے نیزوں پر تھے۔ سر برہنہ تھا اسیر و مقید تھیں اور سجے سجائے بازار سے ہزاروں آدمی کے مجمع کے اندر سے لے جائی جارہی تھیں اسی لئے تو حضرت سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام نے یہ کہہ کر پھوپھی کو خاموش کیا کہ آپؑ بحمد اللہ عالمہ غیر معلّمہ اور ایسی سمجھ دار بی بی ہیں جس کو تعلیم نہیں دی گئی ہے۔ جب یہ لٹا ہوا قافلہ دربار ابن زیاد پلید میں داخل ہوا اور اُس نے آپؑ سے خطاب کر کے اپنے افعال بد کی نسبت خدا کی طرف دی تو آپؑ ہی نے اس کا منہ توڑ جواب دیا اور فرمایا کہ:

سیجمع اللہ بینك وبینهم فتحاج وتخاصم فانظر لمن الفلج یومئذ ثکلتك امك یا بن مرجانة۔

عنقریب اللہ تجھ کو اور اُن کو روز محشر جمع کرے گا۔ اے مرجانہ کے بیٹے تری ماں تیرے ماتم میں بیٹھے اس دن دیکھنا کس کو کامیابی حاصل ہوتی ہے۔

جب ابن زیاد نے سید الساجدین علیہ السلام سے سخت کلامی کے بعد حضرتؑ کے قتل کا حکم دیا تو آپؑ ہی نے بیمار بھتیجے کو اس کے پنجۂ ظلم سے چھڑایا تھا۔

جب یہ لٹا ہوا قافلہ دمشق میں یزید پلید کے دربار میں داخل ہوا اور شامی سُرخ رنگ نے جناب سکینہؑ کو کنیزی میں طلب کیا تو آپؑ ہی نے احتجاج کر کے جناب سکینہؑ کو بچایا تھا۔

جب یزید نے لب و دندان سید الشہداء علیہ السلام پر چھڑی سے بے ادبی کرتے ہوئے ابن زبعری کے اشعار پڑھ کر اپنے کفر و نفاق کا اعلان کیا تھا تو اس وقت بھی آپؑ ہی نے اُس کے حرف حرف کا جواب دیا یہ خطبہ بھی فصاحت و بلاغت و متانت میں اعلیٰ ترین معیار کا کلام ہے۔

جناب زینبؑ نے جب یہ اشعار سُنے تو کھڑی ہو گئیں حمد و صلوٰۃ کے بعد قرآن مجید کی اس آیت کی تلاوت فرمائی:

ثم کان عاقبۃ الذین اساؤ السوء ان کذبوا بایات اللہ وکانوا بھا یستھزئون۔ (سورۂ روم: آیت ۱۰)

پھر اُن لوگوں کا انجام جنہوں نے بُرائی کی تھی یہ ہوا کہ انہوں نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلایا اور وہ اس کا مذاق اُڑاتے تھے۔

پھر فرمایا کہ:

اے یزید جب تو نے ہماری مخالفت میں اطراف زمین و آفاق آسمان پر قبضہ کر لیا اور ہم کو اس طرح دربدر پھرایا جس طرح کنیزیں پھرائی جاتی ہیں تو تو نے یہ گمان کیا کہ ہم اللہ کی نظروں میں ذلیل ہو گئے ہیں تو اس کی بارگاہ میں مکرم و معزز ہو گیا ہے۔ اے یزید جب ہماری سلطنت و حکومت تیرے قبضہ میں آگئی۔ تیری حکومت مضبوط ہو گئی ہے۔ امور سلطنت منظّم ہو گئے ہیں تو تو یہ سمجھنے لگا کہ تجھے اللہ کی بارگاہ میں عظمت حاصل ہے جس سے تو انتہائے مسرت میں متکبّر ہو گیا ہے۔ اے یزید ٹھہر ٹھہر تکبّر نہ کر کیا تو خدا کے اس

ارشاد کو بھول گیا کہ:

لا یحسبن الذین کفروا انما نملی لھم خیر لانفسھم انما نملی لھم لیزدادوا اثما ولھم عذاب مھین۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۷۸)

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے اور یہ ہر گز گمان نہ کریں کہ ہم نے جو مہلت اُن کو دی ہے یہ اُن کے لئے بہتر ہے ہم نے ان کو تو اس لئے مہلت دی ہے تاکہ ان کا گناہ زیادہ ہو اُن کے لئے تو اُن کو رُسوا کرنے والا عذاب ہے۔

اے طلقاء (طلقاء طلیق کی جمع ہے جو لوگ فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے وہ طلیق کہلاتے ہیں جن میں یزید کا باپ و دادا ابوسفیان و معاویہ دونوں داخل ہیں۔ "مؤلف") کے بیٹے کیا یہی انصاف و عدالت ہے کہ تو اپنی عورتوں اور کنیزوں کو تو پردہ میں بٹھائے ہوئے ہے اور دختران رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قیدی بنا کر کھینچ بلائے۔ان کی پردہ دری کرے چہرے سے نقابیں اُتارے وہ ایک شہر سے دوسرے شہر لے جائی جارہی ہیں اُن کے چہرے پر قریب وبعید شریف وغیر شریف سب کی نگاہیں پڑ رہی ہیں۔ اُن کے ساتھ اُن کے مردوں میں سے کوئی والی و حامی و مددگار موجود نہیں ہے۔ بھلا اُن سے حفاظت کی اُمید کیونکر کی جائے جنہوں نے نیکو کاروں کے جگر چبا کر پھینک دئے ہوں۔ جس کا خون شہداء کا خون پی کر جسم میں دوڑا ہوا ہو۔ بھلا ہم اہلبیتؑ کی دشمنی میں وہ شخص کیونکر نہ جلدی کرے جو ہم کو بغض و عداوت و دشمنی وکینہ کی نظر سے دیکھتا ہو پھر بغیر گناہ ومعصیت کا خیال کئے ہوئے ابوعبداللہ

الحسینؑ کے لب و دندان سے بے ادبی کرتے ہوئے یہ کہہ رہا ہے کہ:

لاھلوا واستھلوا فرحا ثم قالوا یا یزید لاتشل

وہ خوشی سے ہشاش وبشاش ہو جائے اور کہے اے یزید تیرے ہاتھ شل نہوں تو نے ذریت آل محمدؐ و آل عبد المطلب کے ستاروں کا خون بہا کر زخم پر زخم لگائے ہیں اصل کاٹ کر پھینک دی ہے۔

اے یزید تو اپنے بزرگوں کو (حسینؑ کا سر سامنے رکھ کر) پکار رہا ہے اور گمان کر رہا ہے کہ انہیں ندا دے رہا ہے (تو سُن لے کہ) عنقریب تو بھی اُن کے وارد ہونے کی جگہ وارد ہو گا (اُس وقت) تو ضرور دوست رکھے گا کہ تو شل اور گونگا ہوتا اور جو کچھ کہا ہے اُسے نہ کہا ہوتا۔

پالنے والے ہمارے حق کو لے لے۔ جس نے ہم پر ظلم کیا ہے اس سے انتقام لے جن لوگوں نے ہمارا خون بہایا ہے ہمارے حامیوں کو قتل کیا ہے تو اُن پر اپنا غضب نازل کر۔

اے یزید خدا کی قسم تو نے (ہمارے عزیزوں کو ذبح نہیں کیا بلکہ) اپنی جلد و گوشت کو کاٹا ہے۔

یقیناً تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کی خدمت میں قتل ذُرّیت و عترت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے گناہوں کا بوجھ لے کر آئے گا تو یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم تجھ سے وہاں نزاع کریں گے جہاں میدان قیامت میں خدا آل محمدؐ کے متفرق لوگوں کو جمع کرے گا اور لوگوں سے اُن کے حق کو

کو واپس لے لے گا۔ اے یزید!

لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون۔ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۶۹)

جو لوگ خدا کی راہ میں قتل کیئے گئے ہوں اُن کو مردہ نہ خیال کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پالنے والے کی بارگاہ سے اُن کو رزق دیا جاتا ہے۔

اے یزید تیرے لئے اللہ سا حاکم و جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سا دشمن جبرئیل سے (ہمارے) مددگار کافی ہیں جس شخص نے تجھ کو مسلمانوں کی گردن پر مسلط کیا ہے اسے عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ظالموں کے لئے بُرا بدلا ہے۔ تم میں سے کون میری جگہ پر مقیم ہے لشکر کے اعتبار سے زیادہ کمزور ہے۔

اے یزید اگرچہ تجھ ایسے شخص سے گفتگو کرنا میرے لئے بہت سی مصیبتوں کا سامنا ہے لیکن تیری منزلت کو حقیر سمجھتی ہوں۔ دندان امام حسینؑ پر تیرے چھڑی مارنے کو عظیم جانتی ہوں تجھے زجر و توبیخ کو بہت بڑی بات سمجھتی ہوں۔ لیکن باوجود اس کے آنکھوں سے آنسو جاری ہیں سینہ سے آتش غم کے شعلے بھڑک رہے ہیں۔

اے یزید حیرت بالائے حیرت ہے کہ طلیق افراد و شیطانی گروہ کے ہاتھوں اللہ کے گروہ کے نجیب افراد قتل ہو گئے۔ اُن کے ہاتھ ہمارے خون میں بھرے ہوئے ہیں اور دہن سے ہمارے گوشت کا خون بہہ رہا ہے۔ وہ پاک و پاکیزہ و طیب و طاہر جسم بے گور و کفن کھلے صحراء میں پڑے

ہوئے ہیں (کوئی ان کا دفن کرنے والا نہیں ہے)

اے یزید اگر تو نے ہم کو مال غنیمت سمجھ کر قید کیا ہے تو عنقریب تو اس وقت نقصان بھی اُٹھائے گا جب روز قیامت اُنہیں چیزوں کو پائے گا جنہیں تو نے پہلے سے آخرت کے لئے بھیجا ہے۔ اس لئے کہ اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ ہم تو اللہ ہی سے شکایت کرتے ہیں اور اُسی پر ہمارا اعتماد و بھروسہ ہے۔

اے یزید

فكد كيدك واسع سعيك وناصب جهدك فوالله لاتمحوا ذكرنا ولاتميت وحينا ولاتدرك امرنا ولاترخص عنك عارها ولا تغيب منك شنارها.

تو اپنا فریب مکر اپنی بھرپور کوشش کرتا رہ اپنی جد و جہد جاری رکھ لیکن اے یزید نہ تو ہمارے ذکر کو مٹا سکتا ہے اور نہ ہماری وحی کو مردہ کر سکتا نہ ہماری بلندی کو چھو سکتا ہے نہ اپنے سے قتل حسینؑ کے عیب کو دھو سکتا نہ اُس کی بُرائیوں کو دور کر سکتا ہے۔

اے یزید تیری رائے غلط ہے تیری حکومت صرف چند دن ہے۔ تیرا گروہ اس دن متفرق ہو جائے گا جس دن منادی ندا کرے گا کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے حمد وثنائے خدا کی اور اپنے اور اپنے گھرانے کے فضل و شرف کو بیان فرمایا۔

یزید نے یہ خطبہ سن کر ایک شعر پڑھا اور خاموش ہو گیا۔ اس خطبہ کے آخری کلمات صداقت حضرت ثانی زہراؑ کو آج روشن و منور کر رہے ہیں اس لئے کہ دنیا دیکھ رہی ہے کہ محمدؐ مصطفےٰ و اہل بیتؑ طاہرین خصوصاً تذکرۂ حضرت سید الشہداء روز بروز دنیا میں بلند سے بلند تر ہوتا جا رہا ہے اور زمانہ یزید سے ہمارے زمانے تک برابر لوگ یزید کے دامن سے خون مظلوم کربلا و دیگر برائیوں کو دھونا چاہتے ہیں لیکن اس کا رنگ بجائے چھوٹنے کے اور تیز ہوتا جا رہا ہے۔

آپؑ ہی نے رہائی سے قبل پائے تخت یزید میں دھوم دھام سے مظلوم بھائی کی عزاداری کی بنیاد رکھی جو اب تک قائم ہے اور اسی طرح قائم رہے گی۔

ان مصائب میں ثانی زہرا کے ساتھ بنو ہاشم کی اور بھی بہت سی عورتیں شریک تھیں اور اُن میں سے بعض کے مختصر خطبے بھی مقاتل میں موجود ہیں جیسے جناب ام کلثومؑ و فاطمہؑ بنت الحسینؑ لیکن ہم اختصار کے سبب سے اُنہیں ترک کرتے ہیں۔

واقعۂ حرّہ رقم

اہل مدینہ جن میں اب تک ایسے افراد بھی موجود تھے جنہوں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے نورانی زمانہ کو دیکھا تھا جب اُن کو زمانۂ حکومت یزید بن معاویہ میں واقعۂ کربلا و فرزند رسولؐ کی خبر

شہادت معلوم ہوئی مدعی خلافت رسولؐ یزید کے فسق و فجور کے واقعات کا علم ہوا تو ۶۲ھ میں اُنہوں نے یہ طے کیا کہ ہم یزید کی بیعت میں باقی نہیں رہیں گے۔ جب یہ خبر یزید کو معلوم ہوئی تو اُس نے مسلم بن عقبہ مری کی سرکردگی میں ۶۳ھ میں دس ہزار کا لشکر مدینہ کو تباہ کرنے کے لئے بھیجا جس میں یزید کے حکم سے ذیل واقعات پیش آئے:

۱۔ مسلم ابن عقبہ نے فوج کو اجازت دے دی کہ تین دن مدینہ میں جو چاہو کرو۔ (البدایۃ والنہایۃ ص ۲۲۱)

۲۔ مدینۃ الرسولؐ تین دن لٹتا رہا۔

۳۔ اہل مدینہ کی بے آبروئی کی گئی اس واقعہ کے بعد ہزار بچے ایسے پیدا ہوئے جن کے باپ کا پتہ نہیں تھا۔

۴۔ مہاجرین و انصار کے سر برآوردہ افراد میں سے سات سو افراد قتل کیے گئے۔

۵۔ دس ہزار کی تعداد میں عام افراد و غلام قتل کیے گئے۔

۶۔ سات سو قاریان قرآن قتل کیے گئے۔ (صواعق محرقہ والامامۃ والسیاسۃ)

۷۔ یزیدیوں نے اہل مدینہ کے گھروں میں کوئی اثاثہ نہیں چھوڑا بلکہ سب کچھ لوٹ لیا۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ا ص ۱۷۵)

۸۔ مسجد نبویؐ ویران ہو گئی "بھیڑیے مسجد میں رہتے تھے اور منبر رسولؐ پر نجاست کرتے تھے کوئی اذان دینے والا بھی نہیں آتا تھا۔ (صواعق محرقہ)

۹۔ اہل مدینہ سے بیعت لی گئی کہ ہم یزید کے غلام ہیں چاہے غلامی میں

رکھے چاہے آزاد کر دے۔ (تاریخ البشر ج۱ ص ۲۰۳)

۱۰۔ جو کہتا کہ ہم کتاب خدا و سنت رسولؐ پر بیعت کریں گے تو اس کی گردن اُڑا دی جاتی تھی۔ (صواعق محرقہ ص ۱۳۲)

خانۂ کعبہ میں آتش زنی

جب یہ لشکر مدینہ کو تاراج کر چکا تو مکہ کا محاصرہ کیا یہ محاصرہ ۲/ محرم سے آخر ربیع الاول ۶۴ھ تک باقی رہا وہاں حسب ذیل مظالم ہوئے:

۱۔ خانۂ کعبہ پر دس ہزار پتھر کے گولے پھینکے گئے۔

۲۔ خانۂ کعبہ میں آگ کے گولے پھینکے گئے۔

۳۔ خانۂ کعبہ کا پردہ جلایا گیا۔

۴۔ خانۂ کعبہ میں حضرت اسمٰعیلؑ کے قربانی کے دُنبہ کی سینگیں تھیں وہ بھی جل گئیں۔

۵۔ خانۂ کعبہ کی عمارت منہدم ہو گئی۔ (تفصیل کے لئے کتاب الامامۃ والسیاسۃ و دیگر تاریخیں دیکھی جائیں)

مکہ و مدینہ ایسے مقدس شہر اور جوار حرم رسولؐ و حرم خدا میں رہنے والے مسلمانوں کے ساتھ یہ سب بدکاری و قتل و غارت و آتش زنی وغیرہ کے مصائب مسلمانوں کے چھٹے خلیفہ یزید بن معاویہ نے ڈھائے تھے یا یوں کہا جائے کہ جس شہر والوں نے اجماع و استخلاف و شوریٰ کو انتخاب خلیفہ کا قانون قرار دیا تھا وہی اپنے جائز و واجبی و اہم و بادیانت و

صحیح مطالبات کے پاداش میں ایسے مظالم کا شکار ہوئے جو مظالم اُن پر کافر بھی نہ ڈھاتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح سنیوں نے ۳۵ھ میں اپنے تیسرے خلیفہ کو قتل کیا لاش دفن نہیں کی تین دن وہ گھورے پر پڑی رہی پھر یہودیوں کے قبرستان میں چھپ کر اُسے دفن کیا گیا اسی طرح آج اس سنی خلیفہ نے مدینہ و مکہ کے مسلمانوں کو بے عزت کیا قتل کیا لوٹا پاٹا تباہ و برباد کیا۔

حراء کے ان دس ہزار سات سو سے زائد مقتولین میں ہزاروں شیعہ بھی قتل کیے گئے جو تاریخ کے گہرے وسیاہ پردوں میں گم ہو کر رہ گئے ہیں۔

دور معاویہ بن یزید

معاویہ ابن یزید پر وہ مثل بالکل صادق آتی ہے جس میں کہا گیا ہے شیطان کے گھر میں ولی۔ غور کرنے کی بات ہے جس کے باپ کا مشغلۂ حیات شراب و کباب و فسق و فجور ہو جس نے شریعت کو تباہ و برباد کیا ہو فرزند رسولؐ نور دیدۂ بتولؑ ولختِ جگر علیؑ حسینؑ ابن علیؑ کو ننھے بچوں کے ساتھ تین دن کا بھوکا پیاسا قتل کیا ہو آپؑ کے اہل حرم کو سر برہنہ کٹے ہوئے سروں کے ساتھ کوفہ و شام کے بازاروں میں پھرایا ہو بھرے درباروں میں رَسن بستہ و سر برہنہ طلب کیا ہو۔ جس کے ظلم کا شکار حرم نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و حرم خدا مکہ ہوا ہو جس نے مسجد نبویؐ میں گھوڑے بندھوائے ہوں مدینہ کے بے گناہ دس ہزار سے زائد

شہریوں کو قتل کیا ہو۔ جس کے سبب سے ایک ہزار سے زائد ناجائز بچے مدینہ میں پیدا ہوئے ہوں۔ جس نے خانۂ کعبہ میں آگ لگائی ہو کیا تصور ہو سکتا ہے کہ اس کا بیٹا علیؑ و اولاد علیؑ کے حق کا اعتراف کر کے تاج شاہی کو ٹھکرا دے گا۔

معاویہ نے لاکھوں شیعیان علیؑ کو کیوں تہ تیغ کیا حضرتؑ کی خلافت کا انکار کر کے کیوں مقابل میں آگیا آپؑ کے رحلت کے بعد بہتر ہزار منبروں پر حضرت علی علیہ السلام پر کیوں سب و شتم کرایا صرف اس لئے کہ حکومت اسلامیہ کا وہ تنہا مالک و مختار رہے اور یہ حکومت اس کی اولاد میں نسلاً بعد نسلٍ باقی رہے۔ لیکن قابل مدح و ثنا ہے معاویہ ابن یزید کہ وہ باپ کے مرنے کے بعد منبر پر آکر پہلا خطبہ اس طرح شروع کرتا ہے کہ:

خلافت خدا اور رسولؐ کی جانب سے ایک عہدہ ہے جو کسی شخص کے اختیار میں نہیں ہے۔ خدا جس کو لائق خلافت سمجھتا ہے اس کو منتخب کرتا ہے خلافت کا انتخاب لوگوں کے ہاتھ میں نہیں ہے کہ وہ جسے چاہیں اس عہدے کے لئے منتخب کر دیں۔ اور اُسے امام دین و مذہب کہنے لگیں۔ امامت و نبوت خدا کے قدرت میں ہے وہ جس کو خلیفہ بنانا چاہتا ہے اس میں خلافت و نبوت کی اہلیت پیدا کر دیتا ہے جس میں زیادہ اہلیت ہوتی ہے وہ نبی و خلیفہ ہو جاتا ہے۔

حضرت داؤد چاہتے تھے ان کے بعد ان کے بیٹے کو پیغمبری مل جائے خداوند عالم نے ارشاد فرمایا کہ اے داؤد نبوت و امامت میرے اختیار میں

ہے تمہارے اور تمہارے اہلبیت کے اختیار میں نہیں ہے۔ کل دو شخص تمہارے پاس آئیں گے مقدمہ تمہارے سامنے پیش کریں گے تم اُسے اپنے بیٹوں کے سپرد کر دینا جو اس کا فیصلہ کر دے وہ نبی ہے۔ چنانچہ فرزندان داؤد سے جناب سلیمان نے اس کا فیصلہ کیا۔ (وہ نبی ہو گئے)

میرے دادا معاویہ نے امر خلافت میں ایسے شخص سے جھگڑا کیا جو خدا اور رسولؐ کی جانب سے خلافت کے لئے اُس سے اولیٰ و بہتر اور زیادہ حق دار تھا وہ علیؑ ابن ابی طالب تھے۔ اس سلسلہ میں وہ چند امور کا مرتکب ہوا جس کو تم اچھی طرح جانتے ہو۔ جب وہ مرا تو وہ اپنی قبر میں ان گناہوں کے عوض گرفتار ہو گیا۔

میرے دادا کے مرنے کے بعد میرا باپ خلیفہ ہوا وہ اس کی اہلیت نہیں رکھتا تھا اُس نے فرزند دختر رسولؐ سے مسئلہ خلافت میں نزاع کیا جس کے سبب سے اس کی عمر کا سلسلہ ٹوٹ گیا خلافت اس کی ختم ہو گئی آج وہ اپنی قبر میں اپنے گناہوں میں گرفتار ہے۔

یہ کہہ کر معاویہ بن یزید رونے لگا اور دیر تک منبر پر بیٹھا روتا رہا۔ اس کے بعد کہا کہ:

عظیم ترین بات جو میرے لئے ہے وہ اسکا (یزید کا) بُری طرح پچھڑنا اور بُری طرح پلٹ کر جانا ہے اس لئے کہ اُس نے عترت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو قتل کیا مدینہ کو تباہ و برباد کیا خانہ کعبہ کو ڈھایا۔

اُس نے تمہاری حکومت و امامت مجھے دی ہے میں تمہاری حکومت

قبول نہیں کرتا ہوں تم اپنے امور کے علاج کو خود اچھی طرح جانتے ہو خدا کی قسم اگر دنیا اچھی چیز ہے تو میں نے اس کا لطف اٹھایا اور اس سے حصہ پایا اور اگر دنیا شر اور بُری چیز ہے تو اب تک اولاد ابوسفیان تک جو کچھ پہونچا ہے بس وہی کافی ہے۔ اس کے بعد گھر میں چلا گیا اور چالیس دن کے بعد مر گیا۔ (براہین قاطعہ ترجمہ صواقع محرقہ ص ۳۶۱)

علامہ طبری اپنی تاریخ (ج ۷ ص ۴۴) میں کہتے ہیں کہ:

خطبہ پڑھنے کے بعد وہ گھر میں داخل ہوا اور غائب رہا اور چالیس دن کے بعد مر گیا۔ بعض کہتے ہیں دھوکے سے اسے زہر دے دیا گیا اور بعض کہتے ہیں نیزے سے مار ڈالا گیا۔

معاویہ بن یزید کے اس خطبہ کو ابوالمحاسن نے اپنی کتاب النجوم الزاہرہ (ص ۱۶۴) میں بھی تحریر کیا ہے اور علامہ دمیری نے کتاب حیوۃ الحیوان (ج ۱ ص ۵۴) میں نقل کیا ہے۔

بنو امیہ میں حضرت علیؑ اور ان کے اہل بیتؑ سے جو زبردست دشمنی تھی وہ قرینہ ہے کہ معاویہ ابن یزید کو زہر یا نیزہ سے قتل کیا گیا ہے اور وہ اپنی موت سے نہیں مرا ہے دمشق کی سرزمین کسی مرد صالح کو اپنے دوش پر کیونکر اٹھا سکتی تھی۔ حد یہ ہے کہ معاویہ ابن یزید کا یہ فعل اس کی سگی ماں کو بھی ناگوار گزرا چنانچہ جب وہ خلافت کو لات مار کر گھر میں داخل ہوا۔ اس کے اعزاء و اقرباء اور ماں اُس کے پاس آئے تو دیکھا وہ بیٹھا ہوا رو رہا ہے تو اس کی ماں نے کہا کہ کاش تو حیض ہوتا اور میں

تیری ولادت کی خبر ہی نہ سنتی۔ معاویہ نے کہا کہ خدا کی قسم میں بھی یہی چاہتا تھا اس کے بعد اُس نے آہ سرد بھر کر کہا کہ اگر میرا رب مجھ پر رحم نہ کرے تو میرے لئے ویل ہے۔ (حیوۃ الحیوان ص ۵۳)

ارباب نظر بتائیں کیا کسی خدا ترس بیٹے سے ماں اس طرح گفتگو کرتی ہے جیسی گفتگو زوجہ یزید اپنے بیٹے معاویہ سے کر رہی ہ۔

یہ بھی قرینہ ہے کہ معاویہ ابن یزید قتل ہی کیا گیا۔ معاویہ کے معلم عمر مقصوص کا زندہ دفن کیا جانا جیسا کہ آئندہ ہم تحریر کریں گے وہ بھی بڑا قرینہ ہے کہ معاویہ بن یزید قتل ہی کیا گیا۔ علامہ کمال الدین دمیری نے اس خطبہ میں زبان معاویہ ابن یزید سے مدح وثنائے امیر المؤمنینؑ میں یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

آگاہ ہو میرے جد معاویہ نے امر خلافت میں اس سے نزاع کی جو خلافت کا اس سے اور اُس کے علاوہ دوسرے لوگوں سے افضل تھا اس لئے کہ حضرت علیؑ کو رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے قرابت تھی آپؑ کو سب پر فضیلت حاصل تھی آپؑ ہی نے سب سے زیادہ خدمات اسلام انجام دئے تھے۔ آپؑ ہی قدر و منزلت کے اعتبار سے مہاجرین میں سب سے عظیم قلب کے اعتبار سے سب سے زیادہ شجاع علم کے اعتبار سے سب سے زیادہ صاحب علم تھے۔ آپؑ ہی سب سے پہلے ایمان لائے منزلت میں سب سے افضل تھے مصاحبت رسولؐ میں سب سے زیادہ قدیم تھے۔ آپؑ ہی رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد اور بھائی تھے۔ حضرت رسولؐ نے آپؑ ہی سے اپنی بیٹی کی تزویج کی اور بیٹی کی رضامندی سے ان کا شوہر بنایا آپؑ ہی پدر سبطین و سردار جوانان جنت ہیں جو تربیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبب سے اس امت میں سب سے افضل ہیں اور فرزندان فاطمہؑ بتول میں جو شجرۂ طیبہ و طاہرہ و زکیہ میں داخل ہیں۔

منبر دمشق پر جو اس طرح ڈوب ڈوب کے حضرت امیر علیہ السلام کے فضائل بیان کرے جس پر ۴۰ھ سے اب تک چوبیس برس کے عرصہ میں صرف ۶۱ھ میں یا حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے پوتے نے اپنے دادا کے فضائل بیان کئے تھے جسے ہم صفحہ ۸۷ پر اسی کتاب میں نقل کر چکے ہیں یا آج ۶۴ھ میں معاویہ کا پوتا وہ فضائل بیان کر رہا ہے ظاہر ہے وہ کیونکر زندہ چھوڑا جا سکتا ہے۔

مذہب شیعہ پر جو لوگ خلافت بلافصل حضرت امیر المومنینؑ کے سبب سے طعن و تشنیع کرتے ہیں وہ اپنے پانچویں خلیفہ کے پوتے چھٹے خلیفہ کے بیٹے اور ساتویں خلیفہ کے اس خطبہ کو غور سے پڑھیں اور جو متقضائے حق وانصاف ہو اُس پر عمل کریں۔ جادو وہ ہے جو سر پر چڑھ کر بولے۔ الحق یعلوا ولا یعلیٰ علیہ حق غالب رہتا ہے اور اُس پر غلبہ نہیں حاصل کیا جا سکتا۔

عمر مقصوص کا قتل

عمر مقصوص معاویہ ابن یزید کے معلّم واتالیق تھے ظاہر ہے استاد اپنے شاگردوں کی تعلیم وتربیت میں کوشش کرتا ہے اور شفیق وبہترین استاد وہ ہے جو شاگرد کے دل میں خوف خدا کا جذبہ پیدا کرے۔ بہر حال مؤرخین یہ تو نہیں لکھتے کہ عمر مقصوص نے معاویہ ابن یزید کی تعلیم کس عنوان سے کی تھی لیکن علامہ دمیری نے کتاب حیوۃ الحیوان (ج ا ص ۵۳) میں اس قدر تحریر کیا ہے کہ:

جب معاویہ ابن یزید نے خلافت سے دست برداری اختیار کی تو بنی اُمیّہ نے عمر مقصوص سے کہا کہ تو نے اسے یہ سکھایا ہے اُسے خلافت سے باز رکھتا ہے اس کے سامنے علیؑ واولاد علیؑ کی محبت آراستہ ومزین کر کے پیش کیا ہے اور اس پر آمادہ کیا ہے کہ ہم لوگوں کی طرف ظلم کی نسبت دے تو ہی نے بدعتوں کو اُس کے سامنے اچھے انداز سے پیش کیا ہے جس کے سبب سے اُس نے ایسا خطبہ پڑھا ہے اور (فضائل وحقیقت حضرت علیؑ بن ابی طالبؑ میں) جو کچھ کہنا چاہا کہا ہے۔ عمر مقصوص نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے ایسا نہیں کیا بلکہ حب علیؑ پر اُس کی خلقت ہی ہوئی تھی اُس کی فطرت میں آپؑ کی محبت داخل تھی۔ بنواُمیّہ نے اُن کی بات نہیں تسلیم کی اور اُن کو زندہ دفن کر دیا۔

جو ایسے ظالم و شقی ہوں ظاہر ہے کہ وہ معاویہ ابن یزید کو کیسے زندہ چھوڑ سکتے تھے۔

دور مروانؑ بن حکم میں شیعوں پر مظالم

مروان بن حکم جس کو طرید بن طرید "نکالا ہوا اور نکالے ہوئے کا بیٹا" (اس کو اور اس کے باپ حکم کو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ سے نکال دیا تھا مدینہ میں اُن کے داخلہ کی ممانعت تھی عمر بن خطاب کے زمانہ تک یہ باپ بیٹے مدینہ میں نہیں آسکے عثمان بن عفان نے اپنے زمانہ حکومت میں واپس بلایا۔ حیوۃ الحیوان ج ا ص ۵۲، اصابہ ج ۳ ص ۳۴۶) وخیط (مروج الذہب ج ۲ ص ۷۹ و استیعاب بر حاشیہ اصابہ ص ۴۲۵) باطل (باطل کا دھاگا) و وزغ ابن وزغ (چھپکلی اور چھپکلی کا بیٹا) بھی کہا جاتا تھا اس کی مذمت میں بکثرت حدیثیں موجود ہیں۔

ا۔ مستدرک حاکم میں ہے کہ:

اس کی ولادت کے بعد جب اس کی ماں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائی تو آپؐ نے فرمایا چھپکلی ہے چھپکلی کا بیٹا ہے ملعون ہے ملعون کا بیٹا ہے۔ سند صحیح ہے۔ (حیوۃ الحیوان ج ۲ ص ۳۲۲)

۲۔ مستدرک ہی میں ہے کہ:

(مطالبہ بیعت یزید کے وقت اس کی اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر کی

باتیں جب عائشہ نے سنی تو کہا کہ) مروان جب باپ کے صلب میں تھا تو جناب رسولؐ خدا نے اس پر لعنت کی تھی۔ (حیوۃ الحیوان ج ۲ ص ۳۲۲)

وسیلۃ النجات میں انہوں نے کہا کہ مروان کے لئے بھی اس کے باپ کی لعنت کے حصے ہیں۔ (وسیلۃ النجات ص ۲۸۲)

۳۔ حکم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی تو آپؐ نے فرمایا کہ:

اجازت دے دو اس پر اور جو لوگ اس کے صلب میں ہیں ان پر لعنت بس نیکوکار اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کی دنیا اچھی ہو گی آخرت برباد ہو گی (حیوۃ الحیوان ج ۲ ص ۳۲۳)۔

۴۔ حضرتؐ کے سامنے حکم کا ذکر آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ:

حکم اور اُس کے صلب کے لوگوں کے سبب سے میری امت کے لئے ویل و بُرائی ہے۔ (اصابہ ج ۱ ص ۳۴۶)

۵۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ:

قرآن میں شجرۂ ملعونہ سے حکم اور اس کی اولاد مراد ہے۔ (وسیلۃ النجات ص ۲۷۲)

۶۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اولاد حکم کو خواب میں دیکھا کہ:

وہ آپؐ کے منبر پر بندروں کی طرح اُچک رہے ہیں یہ خواب دیکھ کر آپؐ مرتے دم تک نہیں ہنسے۔ (وسیلۃ النجات ص ۲۸۳)

۷۔ حضرت علی علیہ السلام نے مروان سے فرمایا کہ:

تجھ سے اور تیری اولاد سے امت محمدؐ مصطفےٰ کو برائی پہونچے گی۔

(استیعاب بر حاشیہ اصابہ ج ا ص ۵۲۹)

جس شخص کی مذمت میں اتنی حدیثیں ہوں اس سے بھلائی کی کیا امید کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ مؤرخین لکھتے ہیں کہ:

۱۔ یہ شخص زمانہ حکومت معاویہ میں جہاں جہاں کا حاکم رہا حضرت امیر المومنینؑ کو سب و شتم کرتا رہا۔

۲۔ جنگ جمل میں حضرت امیرؑ کے مقابلہ میں لشکر عائشہ میں تھا اور گرفتار ہوا حضرت حسنین علیہما السلام کی سفارش پر چھوڑ دیا گیا۔ (شرح ابن ابی الحدید)

۳۔ اسی نے اہل سنت کے عشرۂ مبشرہ کے نمایاں فرد طلحہ بن عبید کو جب جنگ جمل سے واپس جارہے تھے قتل کیا ہے۔ (حیوۃ الحیوان ج ا ص ۵۴)

۴۔ حضرت امیرؑ و حسنین علیہما السلام کو دشمن رکھتا تھا۔

۵۔ واقعہ حرہ سے پہلے جب اہل مدینہ نے بنو امیہ کے ہزار افراد کو نکالا تو قبر و منبر رسولؐ کے درمیان اس سے اور کل بنو امیہ سے قسم لی کہ اُن کی مخالفت نہ کریں گے اس نے اس قسم کی مخالفت کی مسلم بن عقبہ کے لشکر کے ساتھ ایک مدنی کو دھوکا اور لالچ دلا کر اسے مدینہ میں داخل کردیا جس سے اہل مدینہ پر وہ مظالم ہوئے جسے ہم صفحہ ۱۵۲، ۱۵۳ پر ذکر کر چکے ہیں۔ (کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ا ص ۱۷۳)

یزید کے واصل جہنم ہونے کے بعد یہ عبداللہ بن زبیر کی بیعت کو

جانے والا تھا کہ ابن زیاد لعین آگیا اور اُس نے خلافت کی لالچ دلائی اور خلیفہ بنادیا۔ (تذکرہ خواص الامامہ ص ۶۰ و تاریخ حبیب السیر ص ۷ ۴ ج ۲)

مروان کو قاتل امام حسینؑ عبید اللہ ابن زیاد حصین ابن نمیر جس نے کربلا میں امام حسینؑ پر بڑے مظالم کئے تھے اور دوسرے لوگوں نے اُس کو صرف اس لئے خلیفہ بنایا کہ یہ دشمن امیر المومنین علیہ السلام تھا چنانچہ مقام جابیہ میں بیعت سے پہلے جو تقریر روح بن زنباع جذامی نے کی ہے اس میں اس نے کہا کہ عبداللہ بن عمر کمزور سیاست کے ہیں اور عبداللہ بن زبیر منافق ہے اس لئے خلیفہ نہیں ہو سکتے اور مروان نے جنگ جمل میں حضرت علیؑ سے جنگ کی اس لئے اس بوڑھے کو خلیفہ بنایا جائے چنانچہ اس کی بیعت مرگ یزید کے دس ماہ بعد کرلی گئی۔ (تاریخ طبری ج ۷ ص ۳۸)

خلیفہ ہونے کے بعد اس نے عبید اللہ بن زیاد کو اپنے لشکر کا سپہ سالار بنایا حصین بن نمیر اُس کے سرداروں میں داخل تھا۔ (تاریخ طبری ج ۷ ص ۳۸)

جو ایسا شخص ہو ظاہر ہے اس کے دور حکومت میں شیعہ کیونکر امن واطمینان اور چین سے زندگی بسر کر سکتے تھے۔ یہ شخص صرف نو مہینے چند روز کی حکومت کر پایا تھا اسی دوران میں حامیان عبداللہ بن زبیر سے جنگ بھی ہوتی رہیں مرکز تشیع عراق و حجاز پر دست رس بھی حاصل نہیں ہوئی لیکن پھر بھی سنت معاویہ بن سفیان یعنی سب و شتم حضرت امیرؑ کی رسم قبیح پر بڑی سختی سے عامل رہا۔

مرگ یزید اور اس جنگ زرگری کے دوران میں ظالم و جابر وسیہ کار

حکام کے فولادی ہاتھوں سے شیعوں کو کچھ آزادی ملی۔ کوفہ وبصرہ ومدائن کے وہ محبان امیر المؤمنینؑ جو ابن زیاد ایسے ظالم و جابر کے ظلم و تشدد کے سبب سے قید و بند و نظر بندی کی زندگی بسر کر رہے تھے اور اُن کی تمام قوتوں کو اس ظالم نے جس طرح مفلوج کر کے رکھ دیا تھا ان کو اس سے آزادی ملی تو ان کے دلوں میں شہادت امام حسینؑ اور مجبوراً اُن کی نصرت کے لئے نہ پہونچ سکنے کے سبب سے جو زخم وناسور پیدا ہو گئے تھے وہ پھر ہرے ہو گئے۔ امام حسینؑ کے الم انگیز حادثہ نے ان کے جذبۂ شجاعت و بہادری کو بے پناہ قوت عطا کی دل میں انتقام خون حسینؑ کا ولولہ پیدا ہوا۔ قاتلان امام کو اُن کے ظلم و بربریت کا مزا چکھانے کا جوش پیدا ہوا چنانچہ سلیمان بن صرد خزاعی صحابیِ رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سرکردگی میں شیعوں نے اس کی سعی وکوشش شروع کر دی۔ ان کا نعرہ تھا۔

یالثارات الحسینؑ

اس نعرہ میں عجب درد جوش اور اثر تھا جس کے سبب سے یہ کچلے ہوئے پسماندہ اور ظلم وجور کے بھاری پتھروں کے نیچے دبے ہوئے شیعیان کوفہ بڑے جوش و خروش کے ساتھ ایک مرکز پر جمع ہو گئے۔

شہادت توابین

جناب علامہ سید ابراہیم صاحب کتاب اخذ الثارؒ فی نور الابصار میں فرماتے

ہیں کہ:

جناب سلیمان بن صُرد اور اُن کے رفقاء کو توابین اس لئے کہتے ہیں کہ ان چار ہزار پانچ سو افراد نے حضرت امیر المومنین علیؑ بن ابی طالبؑ کے دستِ مبارک پر گناہوں سے توبہ کی تھی اور حضرتؑ کے ساتھ جہاد کیا تھا۔ یہ لوگ معاویہ کے زمانۂ حکومت سے قید تھے اور ایک روایت یہ ہے کہ ان میں سے بعض زمانہ معاویہ سے مقید تھے۔ اپنے قید و بند کی وجہ سے امام حسین علیہ السلام کی مدد نہ کر سکے تھے۔ شدائد قید کے علاوہ وہ عمالِ قید خانہ ان لوگوں کو ایک دن کھانا دیتے ایک دن بھوکا رکھتے تھے۔ حضرت مسلم ان لوگوں کو چھڑانا چاہتے تھے کہ ابن زیاد آگیا اور سب مقید ہی رہے۔

جب مرگ یزید کی خبر مشہور ہوئی تو اہل کوفہ نے دار الامارہ کو لوٹ لیا ابن زیاد کے غلاموں کو قتل کیا۔ قید خانہ کے دروازہ کو توڑ کر قیدیوں کو آزاد کر لیا۔ ان قیدیوں میں سلیمان بن صُرد خزاعی و ابراہیم بن مالک اشتر و سعید بن صفوان و یحییٰ بن اعون و دیگر بہادر ان کوفہ شامل تھے۔ (اخذ الثار ص ۵۶)

تاریخیں یہ بتاتی ہیں کہ جناب سلیمان بن صُرد شہادت حضرت مسلم کے وقت تک آزاد تھے ان کو مع دیگر شیعوں کے ابن زیاد نے شہادت حضرت مسلم کے بعد گرفتار کر کے قید خانہ میں بند کر دیا ہوگا۔

الغرض جب یہ لوگ رہا ہو گئے تو بقول علامہ محمد بن جریر طبری

جناب سلیمان بن صُرد کے یہاں شیعہ آئے اور کہا کہ یزید سرکش ہلاک ہو گیا۔ حکومت کمزور ہے اگر آپ اجازت دیں تو ہم عمرو بن حریث پر حملہ کر کے دارالامارہ سے نکال دیں اس کے بعد عوض خون امام حسینؑ طلب کریں آپؑ کے قاتلوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قتل کریں اور لوگوں کو اہل بیتؑ کی طرف دعوت دیں جن کا حق غصب کر لیا گیا ہے۔
جناب سلیمان بن صُرد نے اس کی مخالفت کی اور آخر میں کہا کہ مناسب یہ ہے کہ شہر کوفہ کے لوگوں کو عوض خون امام حسینؑ لینے کی دعوت دی جائے۔ امید ہے کہ اب اس سرکش کے ہلاک ہو جانے کے بعد پہلے سے زیادہ افراد ہماری مدد کریں گے۔ جناب سلیمان بن صرد کے مشورہ کے بعد شیعوں نے انتقام خون امام حسینؑ لینے کے لئے لوگوں کو دعوت دینا شروع کیا۔ پہلے سے کئی گنا افراد عوض خون امام حسین علیہ السلام لینے پر آمادہ ہو گئے۔ جناب سلیمان نے بصرہ و مدائن کے شیعوں سے بھی خط و کتابت کی انہوں نے بھی امداد کا وعدہ کیا۔

طبری نے اس واقعہ کو ج ۷ ص ۶۶ سے ص ۸۳ تک تفصیل سے تحریر کیا ہے ہم نے بس اس کا خلاصہ تحریر کیا ہے:

مرگ یزید کے ایک سال بعد یکم ربیع الثانی ۶۵ھ کو جناب سلیمان بن صرد عوض خون امام حسینؑ لینے کے لئے مقام نخیلہ میں اپنی چھاؤنی قائم کی شیعوں کے سرگردہ اس زمانہ میں پانچ افراد تھے۔ (۱) سلیمان بن صرد خزاعی۔ یہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی تھے نیکوکار و

فاضل و زاہد تھے۔ (۲) مُسیّب بن نخبہ فزاری یہ بہترین انسان تھے۔ (۳) عبداللہ بن سعد بن نفیل ازدی۔ (۴) عبداللہ بن وال تمیمی۔ (۵) رفاعہ بن شداد بجلی یہ سب حضرات حضرت علی علیہ السلام کے بہترین اصحاب میں داخل تھے۔ ان میں سے کوئی دنیا و مال دنیا اقتدار و حکومت نہیں چاہتا تھا ان کا مقصد صرف یہ تھا کہ قاتلین امام حسینؑ کو قتل کر کے اہلبیتؑ رسالتؐ کو ان کے حق کو جو انتقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد غصب ہو گیا تھا واپس دلا دیں یا قتل ہو جائیں۔

روانگی سے قبل جناب سلیمان نے خطبہ پڑھا جس میں ارشاد فرمایا:

اے گروہ مردم اللہ جانتا ہے کہ تم نے کیا نیت کی ہے اور کس چیز کے طلب کے لئے نکلے ہو۔ کچھ دنیاوی تاجر ہیں کچھ آخرت کے تاجر ہیں۔ آخرت کے لئے تجارت کرنے والا اسی لئے کوشاں رہتا ہے اسی کے طلب میں مضبوطی سے جما رہتا ہے قیمت کے عوض میں اسے نہیں بیچتا ہے ہمیشہ قیام' قعود' رکوع' سجدے میں زندگی بسر کرتا ہوا دیکھا جاتا ہے اس کے عوض میں نہ سونا چاہتا ہے نہ چاندی نہ دنیا نہ دنیاوی لذتیں لیکن دنیاوی تاجر دنیا کی طرف ہمہ تن جھکا ہوا دنیا ہی کو حاصل کرتا رہتا ہے دنیا کے بدلے میں کوئی اور چیز نہیں چاہتا۔ اس راہ میں خدا تم کو رحمت اور برکت سے نوازے تم پر لازم ہے کہ رات کی تاریکی میں دیر تک نمازیں پڑھو ہر حال میں اللہ کا ذکر کرو اچھائی کے ذریعہ سے اسے طاقت بھر حاصل کرو۔

اس تقریر کے بعد شب جمعہ ۵ ربیع الثانی ۶۵ھ کو کوفہ کے مقام نخیلہ سے چار پانچ ہزار (الشیعۃ والحاکمون ص ۹۰ پر پانچ ہزار کی تعداد مرقوم ہے) کی فوج جرار لے کر روانہ ہوئے راستہ میں دو شنبہ منزل دیر اعور واقساس مالک میں قیام کیا تیسرے روز کربلا پہونچے۔

فلما انتهى الناس الى قبر الحسينؑ صاحو صيحة واحدة وبكوا فما رأى يوم كان اكثر باكيا منه۔

(طبری ج ۷ ص ۷۰)

جب یہ لوگ قبر امام حسینؑ پر پہونچے تو چیخ اٹھے اور روئے اس دن سے زیادہ رونے والے کسی اور دن نہیں دیکھے گئے۔

ایک شب و روز گریہ وبکاء و نوحہ وانابۃ و نماز و عبادت میں مشغول رہ کر کربلا سے رُخصت ہوئے راوی کا بیان ہے کہ وہاں سے سفر سے پہلے لوگ قبر امام حسینؑ پر آتے تھے زیارت کرتے تھے روانہ ہوجاتے تھے۔

فوالله لرأيتهم ازدهموا على قبره اكثر من ازدحامه الناس على الحجر الاسود۔ (طبری ج ۷ ص ۷۰)

خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ وہ لوگ اس سے زیادہ قبر امام حسینؑ پر ہجوم کئے تھے جیسا ہجوم حجر اسود پر ہوتا ہے۔

کربلا سے چل کر یہ لوگ مصاصہ ہوتے ہوئے انبار پھر صدود پھر قیارہ پہونچے وہاں سے ہیت آئے پھر قرقیسیا پہونچے بالآخر مقام عین الوردہ میں پہونچے جب یہاں پہونچنے کی خبر عبید اللہ بن زیاد کو ہوئی تو

اس نے حصین بن نمیر کی سر گردگی میں بارہ ہزار کا لشکر بھیجا روز چہار شنبہ ۲۲؍ربیع الثانی ۶۵ھ کو جنگ شروع ہوئی جناب سلیمان بن صُرد نے لشکر مرتب کیا میمنہ کی سر کردگی عبداللہ بن معبط بن نفیل کو دی میسرہ کا علم میسّب بن نخبہ کو دیا خود قلب لشکر میں کھڑے ہوئے حصین نے میمنہ جبلہ بن عبداللہ کے سپرد کیا میسرہ کا سردار ربیعہ بن مخارق کو بنایا جب دونوں فوجیں مقابل میں آئیں تو انہوں نے توابین کو عبد الملک بن مروان کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دی توابین نے جواب میں کہا کہ ہمارے سپرد عبید اللہ بن زیاد کو کر دیا جائے تا کہ ہم اس کو شہداء کربلا کے عوض قتل کریں اور عبد الملک کو حکومت سے ہٹا دیا جائے ابن زبیر کو ہمارے شہر سے نکال دیا جائے تا کہ ہم حکومت کو اہل بیتؑ رسالتؐ کے سپرد کر دیں اس سے اُنہوں نے انکار کر دیا۔

جناب سلیمان بن صرد نے یہاں پہونچنے سے پہلے اعلان کر دیا تھا کہ اگر میں قتل کر دیا جاؤں تو سردار فوج میسّب بن نخبہ ہوں گے میسّب کی شہادت کے بعد امیر لشکر عبداللہ بن سعد بن نفیل ہوں گے اُن کے مرنے کے بعد سر گردہ عبداللہ بن دال ہوں گے اُن کی شہادت کے بعد رفاعہ بن شداد سردار فوج ہوں گے۔

الغرض شدت سے جنگ شروع ہو گئی علامہ مسعودی مروج الذہب (ج ۲ ص ۸۰) میں اس جنگ کے بارے میں رقم طراز ہیں:

توابین کی یہ جماعت کوفہ سے روانہ ہو کر قرقیسا پہونچی جو دریائے

فرات کے کنارے واقع ہے وہاں سے مقام عین الوردہ کا قصد کر کے نکلے تاکہ عبید اللہ ابن زیاد سے قبل وارد ہو جائیں۔

ابن زیاد تیس ہزار کا لشکر لے کر اُن سے جنگ کے لئے روانہ ہوا اُس نے مقام رقہ سے بطور مقدمہ حسب ذیل پانچ سواروں کو روانہ کردیا تھا۔ حصین بن نمیر سلولی و شراحیل بن ذی الکلاع حمیری وادھم بن محرز باہلی و ربیعہ بن مخارق غنوی و جبلہ بن عبد اللہ خشعمی۔

جب یہ لوگ مقام عین الوردہ پہونچے تو باقاعدہ جنگ چھڑ گئی اس سے قبل بھی پہرہ داروں سے چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوتی رہتی تھیں۔ جنگ شدت کے ساتھ ہونے لگی یہاں تک کہ سردار فوج توابین جناب سلیمان بن صُرد خُزاعی یزید بن حصین بن نمیر کے تیر سے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اب علم مسیّب بن نخبہ فزاری نے سنبھالا یہ امیر المومنین علیہ السلام کے صحابی تھے رجز پڑھتے ہوئے دشمن پر حملہ کیا شاندار جنگ کی اور شہید ہوگئے۔ جناب مسیّب کی شہادت سے توابین کے جوش و خروش میں اور اضافہ ہوگیا۔ نیامیں توڑ کے پھینک دیں برہنہ تلوار سونتے ہوئے دشمن پر پل پڑے۔ علم فوج عبد اللہ بن سعید بن نوفل نے اپنے ہاتھ میں لیا توابین کا یہ جوش و خروش دیکھ کر شامی فوجیں رات کی تاریکی کی طرح ان بہادروں پر ٹوٹ پڑیں اور پکار پکار کر کہتی جاتی تھیں ابوترابیوں سے بچنے میں جنت ہے۔ جنت ہے۔ ابوترابیوں پر حملہ کرنے میں جنت ہے۔

بہادر توابین عبداللہ بن سعید کی سرداری میں جنگ کر ہی رہے تھے کہ اہل بصرہ واہل مدائن کی پانچ سو فوج مثنی بن محرصہ وسعید بن حذیفہ کی سرکردگی میں آگئی۔ عبداللہ سے کہا گیا کہ ہمارے بصری ومدائنی بھائی ہماری امداد کو آگئے ہیں اُنہوں نے کہا کہ ہاں وہ آگئے ہیں اور ہم زندہ ہیں (خدا کا شکر ہے) بصرہ ومدائن کے لوگ پہونچتے ہی جنگ میں مشغول ہوگئے سب سے پہلے ان میں سے جو شہید ہوا کثیر بن عمرو مدنی تھا۔ پھر نیزہ مار کر سعید بن سعید حنفی و عبداللہ بن خنظل طائی کو قتل کیا گیا۔ شدت جنگ میں عبداللہ بن سعید بن نوفل جو اُس وقت سردار فوج تھے قتل کردیئے گئے۔

توابین کے بچے کھچے لوگوں نے جب یہ دیکھا کہ اب ہم میں اہل شام کے مقابلہ کی طاقت نہیں تو کنارہ کش ہوگئے۔ اور وہاں سے کوچ کرگئے۔ اس وقت ان کے سردار رفاعہ بن شداد بجلی تھے۔

ابوالحویرث عبدی لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ پیچھے رہ گئے تھے اہل شام ان کی شجاعت و بہادری وصبر کو قلت تعداد کے بعد دیکھ چکے تھے پھر ان سے جنگ وجدل کی خواہش نہ کی۔ (طبری نے کہا ہے یہ ستر افراد تھے) الغرض توابین کے بچے کھچے لوگوں میں سے کوفہ والے کوفہ بصرہ ومدائن کے لوگ اپنے اپنے شہر واپس ہوگئے۔ مؤرخین نے تحریر کیا ہے کہ:

جناب سلیمان بن صُرد اور ان کے ساتھی اپنے سے کہیں زیادہ فوج

سے بڑی شجاعت و بہادری و دلیری سے لڑے دشمن کی فوج پر یہ لوگ ایسا شیرانہ حملہ کرتے تھے کہ اُن کے چھکے چھوٹ گئے اور شہید ہو گئے اس ساڑھے چار ہزار یا پانچ ہزار کی فوج سے صرف چند گنے چنے افراد زندہ واپس آئے تھے۔

ابو جعفر محمد بن جریر طبری اپنی تاریخ میں تحریر کرتے ہیں کہ:

جب رفاعہ بن شداد اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ کوفہ واپس آئے تو اس زمانہ میں جناب مختارؒ عبداللہ بن یزید و ابراہیم بن محمد بن طلحہ عمال ابن زبیر کے قید میں تھے قید خانہ ہی سے اُن کو مبارک باد کا خط لکھا اور تحریر کیا:

آگاہ ہو قسم ہے اس ذات کی جس نے کعبہ بنایا ہے تم میں سے کسی شخص نے کوئی قدم نہیں اُٹھایا کسی بلندی پر نہیں بلند ہوا مگر یہ کہ مالک دنیا کی جانب سے اُس کے لئے بہت بڑا ثواب ہے۔ سلیمانؒ پر جو فریضہ تھا اُس کو انہوں نے پورا کر دیا خدا نے اُن کو دنیا سے اٹھالیا اور ان کی روح کو انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کے ساتھ کر دیا ہے۔

طبری کا یہ خط تحریر کرنا دلیل ہے کہ طبری اور دیگر مورخین نے جناب سلیمان و جناب مختار کے اختلاف کے جو فسانے تحریر کئے ہیں دروغ بے فروغ ہیں۔ کچھ کم ساڑھے چار ہزار یا پانچ ہزار ان عابد و زاہد و متقی و پرہیز گار شیعوں کا خون مروان بن حکم ہی کی گردن پر ہے اس لئے کہ اسی نے عبید اللہ ابن زیاد کے ساتھ کوفہ پر حملہ کرنے کے لئے یہ لشکر کثیر روانہ کیا تھا۔

مروان شہادت جناب سلیمان صُرد اور ان کے رفقاء کے چار ماہ چند

دن بعد رمضان ۶۵ھ میں اپنی زوجہ ام خالد بنت آل ہشام کے ہاتھوں مارا گیا اس نے سوتے میں اس پر تکیہ رکھ دیا تھا اور خود اور اس کی لونڈیاں اس پر بیٹھ گئی تھیں یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔

دورِ حکومت عبداللہ بن زبیر میں شیعوں پر مظالم از ۶۴ھ تا ۷۳ھ

عبداللہ بن زبیر خود صحابی کا بیٹا تھا ابو بکر بن قحافہ کا نواسہ تھا۔ چہرہ پر ایک بال بھی نہیں تھا۔ زبیر نے ان کی ماں اسماء بنت ابی بکر سے متعہ کیا تھا اس سے یہ پیدا ہوا تھا۔ (مروج الذہب ج ۲)

استیعاب (برحاشیہ اصابہ ص ۳۱۲) میں مرقوم ہے کہ:

عبداللہ بن زبیر بخیل بد خلق بڑا حاسد' اختلاف کا دلدادہ تھا۔ محمد بن حنفیہ عبداللہ بن عباس کو مکہ سے نکال کر طائف بھیج دیا۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ زبیر ہم اہل بیتؑ میں شمار ہوتے تھے یہاں تک کہ عبداللہ بڑا ہوا تو اس کی دشمنی اہلبیتؑ میں یہ حالت تھی کہ

علامہ مسعودی متوفی ۳۴۵ھ اپنی کتاب مردج الذہب (ج ۲ ص ۷۱) میں فرماتے ہیں:

ابن زبیر نے چالیس دن بعض تاریخوں میں ہے چالیس جمعہ خطبہ پڑھا جس میں نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود نہیں بھیجتا تھا اور کہا کہ:

مجھے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر درود بھیجنے سے صرف یہ بات روکتی ہے کہ کچھ لوگ اس کے ذریعہ سے اپنے کو بہت بڑا سمجھنے لگے ہیں۔

علامہ موصوف ہی فرماتے ہیں کہ:

عبداللہ بن زبیر نے خلافت کی لالچ کے ساتھ دنیا سے اظہار زہد اور عبادت کرنا شروع کیا اور کہا کہ میرا پیٹ تو صرف ایک بالشت کا ہے وہ دنیا کو اپنے میں بھرنے کی وسعت نہیں رکھتا میں خدا کے گھر میں پناہ لئے ہوں اور بنوہاشم کو بہت زیادہ اذیت دینا شروع کیا اسی کے ساتھ دنیا کے تمام لوگوں سے اموال دنیا میں بخل سے کام لیتا تھا۔ (اصابہ ص ۳۱۱ ج ۱)

یہ وہ شخص ہے جس نے جنگ جمل میں حضرت علیؑ سے اپنی خالہ عائشہ کی نصرت میں جنگ کی تھی آپ کی خلافت ظاہری میں آپ سے بیعت تو نہیں کی لیکن حضرتؑ کی شہادت کے بعد معاویہ کی بیعت کرلی ظاہر ہے کہ جو شخص حضرت علیؑ کا ایسا دشمن ہو اُس کے زمانۂ حکومت میں شیعوں کو کہاں امن و اطمینان حاصل ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس کے دور حکومت میں شیعہ مبغوض و مطرود تھے دشمنانِ آلِ محمدؐ اس کے اور اس کے اعمال کے گرد جمع ہو گئے تھے۔

جب یزید ۱۴ ربیع الاول ۶۴ھ کو واصل جہنم ہوا تو اس نے ادعائے خلافت کیا کوفہ بصرہ ایران و مصران کے قبضہ میں آگیا دمشق بھی اپنا عامل روانہ کر دیا تھا لیکن ابن زیاد دمشق آیا اور مروان کو ادعائے خلافت کا مشورہ دیا جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں۔ اب خود ساختہ خلافت کی سقیفہ

سازگاری میں دو خلیفہ بُنتے ہوئے تھے عبداللہ بن زبیر و مروان اور جب رمضان ۶۵ھ میں مروان مر گیا تو اُس کی جگہ عبدالملک آگیا ایک دوسرے کو منافق فتنہ پرداز کافر بے دین کہتے تھے۔

یہ لوگ خالص دنیادار تھے اُن کو دین سے کوئی تعلق نہیں جس کا فیصلہ ابو برزہ اسلمی صحابی رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اُس وقت کیا جب ابو منہال اور اُن کے باپ اُن کی خدمت میں آئے اور مروان و عبداللہ بن زبیر و قراء بصرہ کی جنگ وجدل کی شکایت کی تو انہوں نے صاف صاف کہا کہ خدا کی قسم یہ سب صرف دنیا کے لئے لڑ رہے ہیں۔ (کتاب علامہ بیہقی ج ۸ ص ۱۹۳ ماخوذ از حیاۃ الصحابہ ج ۳ ص ۳۹۲)

ابوالقاسم محمد بن علی معروف با بن الحنفیہ

جناب محمد حنفیہ امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالبؑ کے تیسرے محبوب فرزند تھے بڑے شجاع و بہادر و صاحب علم و فضل و کمال تھے اُن کی والدہ ماجدہ کا تذکرہ ہم مصائب الشیعہ ج ۱ میں تفصیل سے کر چکے ہیں ۸۴ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ بعد وفات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ولادت باسعادت ہوئی حضرتؐ نے ان کو اپنا نام و کنیت عطا کی تھی سوائے ان کے کسی اور کے لئے جائز نہیں ہے۔

(بحار الانوار ج ۹ ص ۷۰۹)

حضرت امیر علیہ السلام کے زمانہ حکومت میں جنگ جمل و نہروان

وصفین میں انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیئے تھے۔ عبداللہ بن زبیر بچپن ہی سے دشمن بنوہاشم تھا اور خلافت کے بعد بنوہاشم کو اذیت دینا شروع کی خصوصاً جناب محمد حنفیہ اور ان کی اولاد کا وہ جانی دشمن تھا۔

علامہ قاضی نوراللہ شوستری مجالس المؤمنین میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

امیر المؤمنین علیہ السلام کی ایک ذرہ بڑی ہو گئی تھی جناب محمد حنفیہ نے جہاں سے وہ بڑی تھی ہاتھ رکھ کر چاک کر ڈالا اس کا ذکر جب عبداللہ بن زبیر کے سامنے ہوتا تو وہ غضب ناک ہو جاتا تھا۔

(مجالس المؤمنین)

جناب محمد حنفیہ اپنی شجاعت و بہادری کے سبب سے عبداللہ ابن زبیر کی پرواہ نہیں کرتے تھے اُسے اُس کے خطبہ پڑھنے کے وقت ٹوک دیا کرتے تھے چنانچہ علامہ مسعودی فرماتے ہیں کہ:

ایک دن عبداللہ بن زبیر خطبہ پڑھ رہا تھا اس میں حضرت علی علیہ السلام کو بُرا بھلا کہنا شروع کیا اس کی خبر جناب محمد حنفیہ کو ہوئی آپ تشریف لائے اور اس سے کرسی پر بلند ہو کر فرمایا کہ قریش کے لوگو! تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں کیا حضرت علیؑ کو برا کہا جائے اور تم موجود رہو۔

یقیناً حضرت علیؑ اللہ کا سچا تیر تھے اور خدا دشمنوں پر اللہ کا تیر تھے لوگوں کو ان کے کفر کے سبب سے قتل کرتے تھے۔ جبراً ان کی

غذاؤں کی قے کرا لیتے تھے اس لئے حضرتؑ کی ذات لوگوں کو بوجھ معلوم ہوئی ہے اسی سے ان کی طرف باطل چیزوں کی نسبت دینے لگے ہیں ہم انہیں کے گھرانے سے ہیں اس لئے ہمارے امور اسی طریقہ پر ہیں۔ اگر زمانہ نے ہمارے ہاتھ میں حکومت دے دی تو اُن کی ہڈیاں نکال پھینکیں گے اُن کے جسموں کو برہنہ کر دیں گے جو کہنہ ہو چکی ہوں گی۔ عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ اُن کی بازگشت کہاں ہوتی ہے (عبداللہ نے جناب محمد حنفیہ کا یہ احتجاج سن کر) پھر خطبہ شروع کیا اور کہا فاطمہؑ کی اولاد کو تو گفتگو کا موقع ہے حنفیہ (جناب محمد کی والدہ کا نام ہے) کے بیٹے کو گفتگو کا کیا حق ہے؟ (یہ سن کر) جناب محمد حنفیہ نے کہا کہ اے ام رومان کے بیٹے کیا فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میرے والد کی زوجہ میر بھائیوں کی ماں نہیں تھیں کیا میں فاطمہؑ بنت اسد ابن ہاشم کا بیٹا نہیں ہوں کیا فاطمہ بنت عمرو بن خالد میرے والد کی دادی نہیں تھیں؟ خدا کی قسم اگر درمیان میں خدیجہ بنت خویلد نہ ہوتیں تو میں بنو اسد کی تمام ہڈیوں کا گوشت نوچ کر پھینک دیتا اور اگر اس سے مجھ پر مصیبتیں پڑتیں تو اس پر صبر کرتا۔ (مروج الذہب ج ۲ ص ۷۴)

عبداللہ ابن زبیر اپنے دوران خلافت میں جناب محمد حنفیہ اور دیگر بنوہاشم کو انکار بیعت کے سبب سے جلادینا چاہتا تھا چنانچہ علامہ مسعودی مروج الذہب میں فرماتے ہیں کہ:

عبداللہ بن زبیر نے بنو ہاشم کو جن میں جناب محمد حنفیہ بھی تھے انکار بیعت کے سبب سے پہاڑ کی ایک گھاٹی میں قید کر دیا تھا۔ اور اس کے گرد بہت زیادہ لکڑی جمع کر دی تھی اگر اس لکڑی میں ایک چنگاری آگ پہونچ جاتی تو ان سے کوئی بھی زندہ نہ بچتا۔ اس کی خبر جناب مختار کو ہوئی انہوں نے چار ہزار کا لشکر روانہ کیا چنانچہ ذبیان کہتا ہے ہم لوگ چار ہزار کی تعداد میں اس مقصد سے نکلے۔ (اس عظیم لشکر کو دیکھ کر) ابو عبداللہ جدلی نے کہا کہ یہ بہت بڑا لشکر ہے مجھے اندیشہ ہے کہ اگر اس کی اطلاع عبداللہ بن زبیر کو ہو گئی تو وہ بنو ہاشم کا کام تمام کر دے گا۔ اس لئے ہمارے ساتھ تھوڑے منتخب لوگ چلیں چنانچہ ہم لوگ آٹھ سو سواروں کے ساتھ مکہ کی جانب روانہ ہوئے عبداللہ ابن زبیر کو اس کی اطلاع اس وقت ہوئی جب اس کے سر پر ہمارے علم کے پھر ہرے لہرانے لگے۔ ہم لوگ بنو ہاشم کی تلاش میں نکلے ہم نے ان کو پہاڑ کی گھاٹی میں محصور پایا اور صحیح وسلامت نکال لیا۔

جناب محمد حنفیہ نے ارشاد فرمایا کہ جو تم سے جنگ کرے بس اُسی کو قتل کرنا جب عبداللہ بن زبیر نے ہمارے بگڑے ہوئے تیور دیکھے تو خانہ کعبہ کے پردہ سے چمٹ کر کہنے لگا میں تو خدا کی پناہ میں ہوں۔

اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ:

ایک دن عبداللہ بن زبیر نے خطبہ پڑھا اور کہا کہ تمام لوگوں نے میری بیعت کرلی ہے بس محمد بن حنفیہ نے بیعت نہیں کی ہے۔ اب

غروب آفتاب تک مہلت ہے اگر آفتاب غروب ہو گیا بیعت نہ کی تو ان کے گھر میں آگ لگا دیں گے۔ یہ خبر عبداللہ بن عباس کو ہوئی (وہ جناب محمد حنفیہ کے پاس آئے اور) کہا کہ اے ابن عم مجھے اطمینان نہیں ہے کہ وہ آپ کو زندہ چھوڑے گا اس لئے اب آپ عبداللہ بن زبیر کی بیعت کر لیجئے جناب محمد بن حنفیہ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے شر عبداللہ بن زبیر سے ایک قوی حجاب (پردہ) بچا لے گا۔ جناب عبداللہ بن عباس بار بار آفتاب کو دیکھتے تھے اور غروب آفتاب کا وقت بھی قریب آگیا تھا اور جناب محمد حنفیہ کے قول پر غور کرتے تھے کہ سورج ڈوبنے سے پہلے ابو عبداللہ جدلی آٹھ سو بہادر سواروں کے ساتھ مکہ آگئے اور جناب محمد حنفیہ سے عبداللہ بن زبیر کے قتل کی اجازت مانگی آپ نے اجازت نہیں دی اور خود مقام ایلہ چلے آئے اور جب تک عبداللہ بن زبیر زندہ رہا مکہ واپس نہیں آئے۔ (مروج الذہب ج ۲ ص ۷۲)

جناب محمد حنفیہ اور بنوہاشم کو جلا کر خاکستر بنا دینے کا فعل ایسا بُرا تھا کہ اس کی برائی کو عبداللہ بن زبیر کے بھائی عروہ بن زبیر نے بھی محسوس کیا اور اس کی بُرائی پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے مگر اس کی دلیل ایسی پیش کی ہے جس سے کچھ اور راز ہائے سربستہ منظر عام پر آگئے۔

علامہ مسعودی نے مروج الذہب میں تحریر کیا ہے کہ:

حماد بن مسلم بیان کرتا ہے کہ جب بنوہاشم کا تذکرہ ہوتا تھا تو عروہ

ابن زبیر بنو ہاشم پر عبداللہ بن زبیر کے ان مظالم کی صفائی میں کہا کرتا تھا کہ اس سے عبداللہ کا ارادہ صرف اُن کو ڈرانا تھا واقعی جلانے کا قصد نہیں تھا جیسا کہ اس سے قبل (زمانہ ابو بکر میں) ان کو ڈرایا گیا (عروہ نے اس سے خانۂ جناب فاطمہؑ زہراء کے جلائے جانے کے واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے جب ابو بکر کے حکم سے عمر بن خطاب نے آگ و لکڑی لے کر آپ کے گھر پر چڑہائی کی تھی اس کا مختصر تذکرہ اس کتاب کے حصہ اولیٰ ص ۴۸ پر کر چکے ہیں۔ "مصنف") اور ان کو جلانے کے لئے لکڑیاں جمع کی گئیں۔

ہم نے اس کو تفصیل سے اپنی کتاب حدائق الاذہان میں ذکر کیا ہے۔ (مروج الذہب ج ۲ ص ۷۲)

علامہ طبری نے تحریر کیا ہے کہ:

عبداللہ نے محمد حنفیہ اور ان کے اہلبیتؑ کے ساتھ کوفہ کے سترہ سر برآوردہ افراد کو زمزم میں قید کر کے جلانے کی دھمکی دی تھی وہاں سے تین آدمی چھپ کر جناب مختار کے پاس آئے اور انہوں نے امداد بھیجی ان لوگوں نے قتل عبداللہ بن زبیر کی محمد حنفیہ سے اجازت مانگی تو اُنہوں نے کہا کہ میں اسے قتل کر کے حرم خدا کی حرمت ضائع نہ کروں گا۔

بنو ہاشم کے لئے سوال بیعت ایسا اہم مسئلہ تھا جس کے لئے امام حسین علیہ السلام نے کربلا کے ہولناک مصائب سہے امام زین العابدین علیہ السلام نے قید و بند کی زندگی اختیار کی اور محمد حنفیہ و دیگر بنو ہاشم جل

کر مر جانا پسند کرتے تھے اور نا اہل کی بیعت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ ناظرین اسی سے اندازہ کر سکتے ہیں کہ بیعت کے سلسلہ میں جب حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کے بیٹوں اور پوتے کا یہ کردار تھا تو آپؑ کیونکر خلفائے ثلاثہ کی بیعت کر سکتے ہیں۔ اس لئے آپؑ کی بیعت کے جتنے افسانے ہیں سب جعلی اور جھوٹے ہیں۔

جناب محمد حنفیہ کے ساتھ بنو ہاشم کتنے مرد عورتیں بچے پہاڑ کی گھاٹی میں محصور تھے افسوس ہے کہ اس پر راویان اخبار نے پردہ ڈال رکھا ہے۔

حسن بن محمد بن حنفیہ

جناب حسن بن محمد بن حنفیہ بھی باپ ہی کی طرح عبداللہ بن زبیر کے تیر ستم کا نشانہ تھے وہ انہیں بھی نہایت تیرہ و تار قید خانہ میں مقید کر رکھے تھا۔

چنانچہ علامہ مسعودی نے مروج الذہب میں تحریر کیا ہے کہ:

عبداللہ بن زبیر نے جناب حسن بن محمد حنفیہ کو اپنے مشہور قید خانہ حبس عارم میں مقید کر کے قتل کرنا چاہتا تھا۔ یہ قید خانہ بہت وحشت ناک و تیرہ و تار تھا جناب حسن نے کچھ ایسی تدبیر کی کہ قید خانہ سے باہر آ گئے اور پہاڑوں کے دشوار گزار راہوں کو طے کرتے ہوئے منیٰ میں اپنے والد ماجد کے پاس آ گئے۔

اسی واقعہ کے بارے میں کثیر شاعر نے ایک نظم بھی کہی ہے اختصار

کے سبب سے ہم اُسے ترک کرتے ہیں۔

مختار بن ابی عبید ثقفی اور سات ہزار شیعہ شہداء

جناب مختار بن ابی عبید ثقفی ہجرت جناب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے سال پیدا ہوئے۔ بڑے عابد وزاہد و متقی و پرہیزگار و شجاع و بہادر فصیح و بلیغ دُھن کے پکے انسان تھے۔ انہوں نے اپنے ایک سال چھ ماہ کی حکومت میں جو عظیم کارنامہ انجام دیا ہے شیعیت کی ۱۳۸۶ سالہ تاریخ میں اپنی آپ نظیر ہے۔ جناب مختار نے حکومت و جنگ کا مقصد خالص دینی و صرف انتقام خون حضرت سید الشہداء علیہ السلام تھا چنانچہ آپ طوق و زنجیر میں جکڑے ہوئے ایک قید خانہ میں زندگی بسر کر رہے تھے اور کہتے تھے:

قسم ہے اس ذات کی جو رب ہے سمندروں و درختہائے خرما و اشجار و نیکوکار ملائکہ و منتخب افراد کا میں ضرور لانبے لچک دار نیزوں ہندی مہلک تلواروں سے ایسے مددگار لوگوں کے ساتھ کہ جو کج اور ناتجربہ کار نہ ہوں گے نہ بے کار و شریر ہوں گے۔ ہر جبار کو قتل کروں گا یہاں تک کہ جب دین کے ستون اور گروہ اہل اسلام کے شگاف درست اور مؤمنین کے سینوں کی پیاس بجھادوں گا اور انبیاء کے خون کا عوض لے لوں گا تو میں دنیا کے زوال و موت کی پرواہ نہیں کروں گا۔ (طبری ج ۷ ص ۲۶) و مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۱۹۳)

راوی کہتا ہے کہ ہم بھی قید خانہ میں جناب مختارؒ کے پاس آتے تھے وہ بار بار اس قول کو زبان پر لاتے تھے۔ یہ قبل خروج معرفت میں ڈوبے ہوئے جذبات جناب مختارؒ ہیں۔ جس کے ایک ایک کلمہ سے خلوص و صداقت و محبت و اہلبیتؑ کے طوفان اٹھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان کلمات کو صرف کسی شیعہ مؤرخ نے نہیں لکھا ہے بلکہ ان کو مؤرخین اہلسنت نے بھی نقل کیا ہے خصوصاً علامہ ابو جعفر محمد بن جریر طبری جو ایک متعصب سنی مؤرخ ہیں۔ جناب مختارؒ جس طرح شجاع و بہادر تھے کمال نفس و صفائے باطن کے بھی دارا تھے اسی سبب سے وہ انتقام خونِ امام حسین علیہ السلام کی خبروں کو بطور حتم و جزم بیان کرتے تھے۔

ہم سردست تاریخ طبری سے اس طرح کی بعض پیشین گوئیوں کو نقل کرتے ہیں:

۱۔ جب قید خانہ سے رہا ہو کر حجاز جا رہے تھے راستہ میں ابن عرق سے ملاقات ہوئی وہ کہتا ہے میں نے آنکھ کی چوٹ اور اُلٹی پلک دیکھ کر اظہار دردمندی کیا اور کہا کہ آنکھ میں کیا ہوا ہے انہوں نے جواب دیا کہ زنازادے (ابن زیاد) نے لکڑی سے مارا ہے جس سے یہ کیفیت ہو گئی ہے میں نے سبب دریافت کیا تو کہا خدا مجھے قتل کرے اگر میں اس کے انگلیوں اعضاء اور جوڑ جوڑ کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کروں میں نے اس بات سے تعجب کیا اور کہا کہ تم کو یہ کہاں سے معلوم ہوا جناب مختارؑ نے کہا کہ جو میں کہتا ہوں جب تک اس کے مصداق کو نہ

دیکھ لینا یادرکھنا۔

آخر میں جناب مختار نے کہا کہ جب تم کسی جگہ دیکھنا اور سننا کہ میں ظاہر ہوا ہوں اور یہ کہا جائے کہ مختار مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ خون فرزند سید المرسلینؐ بن علیؑ کو طلب کر رہا ہے (تب میری بات کا یقین کرنا) خدا کی قسم میں ان کے قتل کے عوض میں اتنے افراد کو قتل کروں گا جتنے یحیٰ بن زکریا علیہ السلام کے خون کے عوض میں قتل کیے گئے تھے میں نے کہا کہ یہ تو آپ پہلے سے بھی زیادہ عجب بات کہہ رہے ہیں جناب مختار نے کہا کہ وہی ہو گا جو میں کہہ رہا ہوں تم اس کو یاد رکھو۔ میں اپنی جگہ پر ان باتوں پر تعجب سے کہتا تھا کہ غیب تو صرف اللہ ہی جانتا ہے یہ صرف مختار کی تمنا ہی تمنا ہے لیکن تھوڑا عرصہ نہیں گزرا تھا کہ میں نے وہ سب کچھ دیکھا جو مختار نے کہا تھا۔ (طبری ج ۷ ص ۶۰ صرف بقدر ضرورت ذکر کیا گیا ہے)

بعینہ یہی واقعہ کتاب مقتل الحسینؑ (ج ۲ ص ۱۸۰) میں مصعب بن زبیر سے مقام واقصہ میں جناب مختارؒ کی گفتگو اور ملاقات کا درج ہے۔

۲۔ جناب مختار ابتداء خلافت ابن زبیر میں اُن کے ساتھ رہے حصین بن نمیر سے جنگ بھی کی پھر یزید کے مرنے کے پانچ ماہ بعد ہانی بن ہبہ وداعی مکہ آیا اس سے جناب مختار نے کوفہ کے حالات دریافت کیے اُس نے کہا کہ لوگ ابن زبیر کے پیرو ہیں۔ اچھی حالت میں ہیں لیکن شہر میں ایک جماعت ایسی بھی ہے کہ اگر کوئی

ان کو مجتمع کر لیتا تو ایک عرصہ تک زمین سے فائدہ اٹھاتا جناب مختار نے کہا کہ میں ابو اسحاق مختار ہوں اُن کے لئے ہوں میں ان کو تلخی حق پر جمع کروں گا ان کے ذریعہ سے باطل افراد کو نکال کر باہر کروں گا۔ ہر جبار و سرکش کو قتل کروں گا۔ ہانی نے نصیحت کی اور کہا کہ فتنہ و فساد پر لوگوں کو نہ اُکساؤ اس لئے کہ فتنہ پرداز جلد مر جاتا ہے تو مختار نے کہا کہ میں فتنہ کی طرف نہیں بلاؤں گا بلکہ ہدایت و اجتماع کی دعوت دوں گا۔

۳۔ یہ کہہ کر مختار کوفہ کی طرف روانہ ہوئے مقام فرعا میں سلمہ بن مرثد قابضی سے ملاقات ہوئی انہوں نے اس سے حجاز کا حال بیان کیا اور کوفہ کا حال دریافت کیا تو اس نے کہا کہ اہل کوفہ اس گلہ گوسفند کے مانند ہیں جس کا چرواہا گم ہو گیا ہے جناب مختار نے کہا کہ: میں ان کی اچھی طرح رعایت کروں گا اور اس کی انتہاء تک پہونچ جاؤں گا۔ (طبری ج ۷ ص ۶۳ بقدر ضرورت لیا گیا)

۴۔ وہاں سے جناب مختارؒ بحر حیرہ پر آئے غسل کیا کپڑے پہنے تیل لگایا عمامہ باندھا تلوار حمائل کی سواری پر سوار ہوئے۔ مسجد سکون و جبانہ کندہ کی طرف سے گزر ہوا مسلمانوں کے جس گروہ کی طرف سے گزرتے تھے اُسے سلام کرتے تھے اور کہتے جاتے تھے نصرت و امداد و کشائش کی بشارت ہو جو کچھ تم چاہتے ہو وہ چیز آ گئی۔

جناب مختار کا گزر بنو بداء کی طرف سے ہوا وہاں عبیدہ ابن عمرو بدی سے ملاقات ہوئی اس سے بھی یہی کلمات کہے اور کہا تم محبِ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہو

تم ہماری قیام گاہ پر آنا اور اپنی قوم کو بھی اس بات کی اطلاع دینا اور کہہ دینا کہ:

وہ اس قوم کے لوگ ہیں کہ جن سے اللہ نے اپنی اطاعت کا عہد لیا ہے وہ (جن کا خون بہانا حلال ہے کو) قتل کر دیں گے اولاد انبیاء کے خون کا عوض طلب کریں گے اُن کی ہدایت ایک روشن منور و واضح نور کرے گا۔ (طبری ج ۷ ص ۴۲ بقدر ضرورت لیا گیا)

الغرض مختار جہاں اور جس گروہ سے گزرتے تھے یہی کہتے تھے۔ کوفہ پہونچنے کے بعد شیعہ ان کی خدمت میں آنے لگے اور انتقام خون حسینؑ کی بیعت کرنے لگے اسی زمانہ میں سلیمان بن صرد بھی جنگ کی تیاری کر رہے تھے یہاں تک کہ اپنی فوج لے کر ابن زیاد سے جنگ کے لئے کوفہ سے روانہ ہو گئے۔

علامہ طبری (طبری ج ۷ ص ٦٦) کہتے ہیں کہ:

۵۔ عمر بن سعد و شبث ربعی و یزید بن حارث بن رویم نے عبداللہ بن یزید خطمی و ابراہیم بن محمد بن طلحہ حکام کوفہ سے سلیمان کی فوج کی روانگی کے بعد جناب مختار کے ان پر حملہ آور ہونے کے قصد کو بیان کیا یہ لوگ فوج لے کر جناب مختار کے یہاں گئے اور ان کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا وہاں اُن سے ملنے کے لئے یحیٰی بن عیسیٰ و حمید بن مسلم آئے جناب مختار نے نہایت فصیح و بلیغ عبارت میں قاتلان امام حسینؑ کے انتقام کی خبر بیان کی جسے ہم اس سے قبل

صفحہ ۱۷۸ پر نقل کر چکے ہیں۔

۶۔ توابین کی بچی کچی جماعت کے مقام عین الوردہ سے واپسی کے بعد جناب مختار نے ان کو خط تحریر کیا ہے اس میں بھی اس عزم کا اعادہ ہے کہ میں انتقام خون امام حسینؑ ضرور لوں گا جیسا کہ ہم اس کو صفحہ ۱۷۸ پر تحریر کر چکے ہیں۔

۷۔ جب جناب مختار ۶۵ھ میں عمال عبداللہ بن زبیر کے ہاتھوں گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیے گئے تو انہوں نے زربی نامی ایک غلام کے ہاتھ عبداللہ بن عمر کے پاس خط بھیجا کہ حکام کوفہ نے مجھے بلا جرم و خطا قید کر لیا ہے آپ سفارش کر دیجئے تا کہ وہ مجھے چھوڑ دیں اُنہوں نے عبداللہ بن یزید وابراہیم بن محمد بن طلحہ کو خط لکھا اُنہوں نے جناب مختار کو رہا کر دیا رہائی کے بعد مختار نے جو گفتگو کی ہے وہ بھی بتاتی ہے کہ جناب مختارؒ بطور حتم و جزم یہ خبر دے رہے تھے کہ میں قاتلان امام حسینؑ کو قتل کروں گا۔

(طبری ج ۷ ص ۹۴ کا مطالعہ کیا جائے)

علامہ محمد بن جریر طبری سے ان پیشین گوئیوں کو ہم نے صرف اس لئے نقل کیا ہے تا کہ معلوم ہو جائے کہ جناب مختارؒ کی جو بھیانک تصویر مؤرخین پیش کرتے ہیں ان کے جن دعووں کو وہ شدّ و مدّ سے نقل کرتے ہیں ان کی مذمت میں جن احادیث کو نقل کرتے ہیں ان کی حقیقت معلوم ہو جائے اس لئے کہ جناب مختار کے یہ سب اخبار اسی

طرح کے ہیں جیسے جناب میثم تمّار و رُشید ہجری و حُجر بن عدی و جاریہ بن قدامہ اور دیگر اصحاب امیر المؤمنینؑ نے اپنے عنوان قتل وغیرہ کی خبر قبل شہادت دی تھی اور کہا تھا کہ حضرت امیرؑ ہم کو یہ سب بتا گئے تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ جناب مختار کو بھی پہلے سے حضرت امیر علیہ السلام نے باخبر کر دیا ہوگا۔ نیز اس سے ان کے صحیح العقیدہ و راست باز و نیک کردار و انجام بخیر ہونے پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ ہم موافق و مخالف احادیث و اخبار سے قطع نظر کر کے علامہ جعفر ابن نما علیہ الرحمہ (آخر بحار الانوار ج ۱۰ ص ۲۹۳) نے کتاب "ذوب النضار فی شرح الثار" میں جناب مختار کے متعلق جو فیصلہ کیا ہے اُسے تحریر کئے دیتے ہیں جس سے جناب مختار پر جتنے الزام ہیں دفع ہو جاتے ہیں موصوف فرماتے ہیں کہ:

اکثر علماء کو اس کی توفیق نہیں ہوئی ہے کہ وہ معانی والفاظ حدیث کو سمجھتے اور خواب غفلت سے آنکھیں کھولتے اگر وہ مدح جناب مختار کی حدیثوں کو چشم بصیرت کھول کر پڑھتے اُن کے معانی و مطالب پر غور و فکر کرتے تو اُنہیں علم و یقین سے معلوم ہو جاتا کہ جناب مختار ان مجاہدین سابقین میں داخل تھے جن کی تعریف و توصیف خدائے عزوجل نے اپنی کتاب میں فرمائی ہے۔ امام زین العابدینؑ کا جناب مختار کے لئے دعا کرنا بھی اس بات کی دلیل روشن و منور ہے کہ وہ برگزیدۂ خدا و نیکوکار ہیں۔ اگر جناب مختار کو امام حسین علیہ السلام فاسد العقیدہ جانتے تو ان کے لئے ایسی دُعا نہ فرماتے جو قبول نہ ہو اور جن کلمات کے وہ مستحق

نہیں تھے وہ زبان پر لاتے دعائے امام ایسی حالت میں لغو ہو جاتی۔ حالانکہ امامؑ کی شان اس سے بزرگ و برتر ہے۔

ہم نے اس رسالہ (کے ابتداء) میں مدح جناب مختارؒ کی حدیثوں کو تحریر کیا ہے جو اہل بصیرت کے لئے کافی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ جناب مختار کے دشمنوں نے اُن کی طرف برائیوں کی نسبت صرف اس لئے دی ہے تاکہ وہ مؤمنین کی نظروں سے گر جائیں جس طرح دشمنان امیر المؤمنین علیہ السلام نے مدت سے مذمت و تہمت کی باتیں حضرتؑ کی طرف منسوب کی ہیں جس سے بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے لیکن جو لوگ آپؑ سے سچی محبت و اُلفت رکھتے تھے ان کے دلوں میں ان تہمتوں کا ادنیٰ اثر بھی نہیں پڑا بلکہ اس سے ان پر بہت سے مخفی فضائل و اسرار منکشف ہو گئے یہی صورت جناب مختار کے لئے بھی ہوئی۔

جناب مختار کے کارنامے

جناب مختار کی ذات گرامی وہ ہے کہ جنہوں نے:

۱۔ ایسے وقت میں محبت اہل بیت طاہرینؑ کا اعلان کیا کہ جب کربلا کے خونچکاں واقعات کے سبب سے ساری دنیائے اسلام میں خوف و ہراس و دہشت کا دور دورہ تھا۔ لوگ اہلبیتؑ کا نام لیتے ہوئے ڈرتے تھے۔

۲۔ انتقام خون امام حسینؑ لینے کے لئے یالثارات الحسینؑ کا نعرہ اُس وقت بلند کیا جب جناب سلیمان بن صرد کے ساتھ پانچ ہزار شیعہ

کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ کر ڈال دیئے گئے تھے۔

۳۔ سارے کوفہ پر دشمنان اہلبیتؑ چھائے تھے کوفہ میں عبداللہ بن زبیر کی حکومت قائم ہوچکی تھی خود وہ بھی دشمن اہلبیتؑ تھا اس کے حکام بھی اسی خیال کے انسان تھے اور قاتلان امام حسینؑ ان کے گرد جمع تھے۔

۴۔ ۱۴ ربیع الثانی ۶۶ھ روز پنجشنبہ ابراہیم بن مالک اشتر کے ساتھ خروج کیا رات بھر میں پورے طور سے تیاری کر کے حملہ کیا اور دارالامارہ کا محاصرہ کرلیا عبداللہ بن مطیع تیسرے دن زنانہ لباس پہن کر بھاگ گیا۔

۵۔ اب پورا کوفہ جناب مختارؒ کے قبضہ میں آچکا تھا تسلط کے بعد آپ نے شہر کا انتظام درست کر کے جناب ابراہیم بن مالک اشتر کو ابن زیاد سے جنگ کے لئے موصل روانہ کیا یہ خبر سنتے ہی نامی قاتلان امام حسینؑ نے جناب مختارؒ پر حملہ کر دیا آپ نے ابراہیم کو اطلاع دی وہ فوراً واپس آئے اور قاتلان امام حسینؑ کی فوج کو پسپا کر دیا۔

۶۔ اب جناب مختار نے قاتلان امام حسینؑ کو ڈھونڈھ کر قتل کرنا شروع کیا سب سے پہلے مقام کلبانیہ میں ابوعمرہ نے شمر اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر کے سر جناب مختارؒ کے پاس روانہ کیے۔

جناب مختارؒ کے پاس وہ لوگ لائے گئے جنہوں نے حضرت امام حسینؑ کی لاش مطہر کو پائمال کیا تھا آپ نے ان سب کو اوندھا لٹا کر میخوں میں باندھ کر گھوڑے دوڑائے جس سے وہ ہلاک ہوگئے ان کی

لاشیں جلادی گئیں پھر صحراء سے دو شخص لائے گئے جو عبدالرحمان بن عقیل کے قتل میں شریک تھے اور جسم سے کپڑے اُتارے تھے ان کے قتل کے بعد پھر مالک بن یسر گرفتار ہو کر سرِ بازار قتل کیا گیا۔ ابو عمرہ خولی کی گرفتاری کے لئے گئے یہ پاخانہ میں چھپا تھا اس کی زوجہ عیوق یانوار نے زبان سے بتانے سے انکار کیا مگر اشارہ سے بتادیا وہ گرفتاری کے بعد قتل کیا گیا جلادیا گیا۔ عبداللہ بن کامل حکیم بن طفیل کو گرفتار کر کے لائے جس نے حضرت عباس کو تیر مارا تھا لباس اتارا تھا اسے تیروں سے چھلنی کر دیا۔ عبداللہ بن ناجیہ اور ان کے ساتھی مرہ بن منقذ عبدی کی گرفتاری کے لئے بھیجا وہ ہاتھ پر زخم کھا کر مصعب بن زبیر کے پاس بھاگ گیا۔ زید بن ورقا کو تیر باراں کر کے جلادیا گیا۔ سنان بن انس بصرہ کی طرف بھاگا جارہا تھا راستہ سے گرفتار ہو کر آیا اس کی انگلیاں ہاتھ پیر کاٹ کر روغن زیتوں میں جلا دیا گیا۔ عبداللہ بن غنوی و حرملہ ایک جزیرہ میں بھاگ گئے تھے حرملہ گرفتار ہوا جناب مختارؒ نے اس کے ہاتھ پیر کٹوا کر آگ میں جلا دیا۔ منہال اس وقت حاضر تھے انہوں نے حرملہ کے لئے بددعائے امام زین العابدینؑ کا تذکرہ کیا۔

عبداللہ بن عروہ مصعب کے پاس بھاگ گیا۔ عمرو بن صبیح گرفتار کر کے لایا گیا نیزوں سے قتل کیا گیا۔ کچھ لوگ محمد بن اشعث کی گرفتاری کے لئے بھیجے گئے وہ مصعب کے پاس بھاگ گیا اس کا گھر کھود ڈالا گیا۔ اثاثہ لوٹ لیا گیا۔ عبداللہ بن اسید جہنی و مالک بن ہیثم بدائی و حمل بن مالک

محاربی قادسیہ سے گرفتار کر کے لائے گئے بدائی کے ہاتھ پیر کاٹنے کے بعد قتل کیا گیا اور ان دونوں کی گردنیں ماری گئیں۔ بجدل بن سلیم کلبی جس نے حضرت کی انگلی کاٹی تھی اس کے ہاتھ پیر کاٹے گئے اور وہ جہنم پہونچ گیا۔ ورقاء بن مالک و عمرو بن خالد و عبدالرحمان بجلی و عبداللہ بن قیس خولانی جنھوں نے حضرتؑ کی خوشبو (عطریات) لوٹی تھی گرفتار کر کے لائے گئے ان کو سر بازار قتل کیا گیا۔

الغرض حضرت مختارؒ اسی طرح ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قاتلانِ امام حسینؑ کو گرفتار اور قتل کرتے رہے ان کے گھر کھدوا دیئے خصوصاً جو قاتلان امام حسینؑ کوفہ سے بھاگ گئے تھے ان میں سے کسی کا گھر زمین پر باقی نہیں رکھا۔

عمر بن سعد بن وقاص نے ابتداء میں اپنے لئے امان نامہ لکھوالیا تھا لیکن بالآخر اسے اور اس کے بیٹے حفص کو قتل کر کے فرمایا کہ عمر امام حسینؑ کے عوض میں اور حفص علی اکبرؑ کے عوض میں قتل کئے گئے۔

قتل ابن زیادؒ

عبیداللہ بن زیاد عبدالملک بن مروان کے حکم سے توابین کے قتل کے بعد تراسی ہزار کا لشکر لے کر کوفہ پر حملہ کرنے کے لئے چلا اب کوفہ پر جناب مختارؒ کی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ آپ ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر قاتلان امام حسینؑ کو قتل کر رہے تھے ابن زیاد موصل کے اطراف میں آکر مقیم

ہوا۔ ادھر جناب مختار نے جناب ابراہیم بن مالک اشتر کو بیس ہزار کے لشکر کثیر کے ساتھ روز شنبہ ۲۲/ذی الحجہ ۶۶ھ کو روانہ کیا۔ جب دونوں لشکر مقابلے میں آئے تو دونوں فوجوں میں گھمسان کا رن پڑا بالآخر جناب ابراہیم کے ہاتھوں ابن زیاد قتل ہو گیا جناب ابراہیم نے اس کا سر جناب مختار کے پاس بھیج دیا آپ اُس وقت ناشتہ پر تھے خوش ہو گئے سجدۂ شکر کیا اور اس سر کو تیس ہزار اشرفیوں کے ساتھ جناب امام زین العابدینؑ کے پاس بھیج دیا آپؑ کے پاس جب اس نحس کا سر پہونچا تو آپؑ ناشتہ کر رہے تھے شکر خدا بجالائے جناب مختارؒ کو دُعائیں دیں اور فرمایا جس وقت ہم لوگ سر امام حسینؑ کے ساتھ اس ملعون کے پاس لائے گئے تھے تو وہ ناشتہ کر رہا تھا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ پانچ برس تک کسی زن ہاشمیہ نے آنکھوں میں سُرمہ نہیں لگایا وسمہ (خضاب) سر میں نہیں باندھا کسی گھر سے دھواں بلند نہیں ہوا یہاں تک کہ ابن زیاد لعین مارا گیا تھی ابن ارشد نے فاطمہؑ دختر امیر المومنینؑ سے نقل کیا ہے کہ جب تک ابن زیاد قتل نہیں ہوا ہم میں سے کسی عورت نے مہندی نہیں ملی سُرمہ نہیں لگایا کنگھی نہیں کی۔

جناب مختار نے کوفہ میں اٹھارہ ہزار ملعونوں کو قتل کیا اور جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے ابن زیاد کے مقابلہ میں ستر ہزار سے زائد افراد کو تہ تیغ کیا جس سے شیعوں کے دل شاد و مسرور ہو گئے۔ **فله الحمد والشكر۔**

شہادت حضرت مختارؒ

جناب مختارؒ وہ شخص ہیں کہ جن کا نعرہ تھا "یالثارات الحسینؑ" یا منصور آل محمدؐ امت کا وہ شخص کہ جس کی زندگی موت اُٹھنا بیٹھنا سب انتقام خون امام حسینؑ کے لئے تھا جس نے تمام قاتلان امام مظلوم کو تہ تیغ کیا ہو وہ عثمانیوں اور ہواخواہان یزید و بنو امیہ و دشمنان آل محمدؐ کی نظروں میں کیسے بھلا معلوم ہو سکتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جس سے کوفہ کے بھاگے ہوئے قاتلان امام حسینؑ مصعب بن زبیر کے پاس جمع ہوئے اُسے جنگ جناب مختار پر آمادہ کیا۔ ان کے اصرار پر مصعب اپنی فوج کے ساتھ جناب مختار پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ جب جناب مختار کو اس کی اطلاع ہوئی تو اُنہوں نے اپنے اصحاب کے سامنے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اہل کوفہ و صاحبان دین و مددگاران حق ضعیفوں کے ناصر و شیعیان رسولؐ و آل رسولؐ جو گمراہ لوگ تمہارے پنجے سے چھوٹ کر بھاگ گئے ہیں وہ اپنے مثل فاسقوں کو لے کر تم سے جنگ کے لئے آئے ہیں تاکہ حق مٹ جائے باطل فروغ پائے اولیائے خدا قتل کئے جائیں خدا کی قسم اگر تم لوگ ہلاک ہو گئے تو اللہ کی عبادت صرف دھوکا دھڑی کے عنوان سے رہ جائے گی اور اہل بیتؑ پر سب و شتم کی جائے گی اس لئے تم لوگ احمر بن شمیط کے ساتھ جنگ کے لئے چلو سرداران ارباع کو بھی بلایا ان کو بھی جنگ پر آمادہ کیا (طبری ج ۷ ص ۱۴۸)

الغرض جناب مختار کا بھی لشکر کثیر احمد بن شمیط کے ساتھ روانہ ہوا دونوں لشکر مقابلہ میں آئے سردار لشکر مصعب نے لشکر جناب مختار کو کتاب خدا و سنت رسولؐ و بیعت عبداللہ بن زبیر کی دعوت دی لشکر جناب مختار نے کتاب خدا اور سنت رسولؐ بیعت جناب مختار و اطاعت اہلبیتؑ رسالتؐ کی دعوت دی جب طرفین نے اس سے انکار کیا تو مصعب نے ان پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا چنانچہ لشکر مختار پر حملہ کر دیا گیا (طبری ج ۷ ص ۱۴۸) جناب مختار کے ساتھیوں نے بڑی پامردی سے مقابلہ کیا۔ غرض مقام مذار میں یہ جنگ شدت سے ہوتی رہی لیکن آخر میں جب لشکر جناب مختار کو شکست ہو گئی تو وہ خود بھی مقام حروراء میں میدان میں آ گئے جنگ میں اور شدت پیدا ہو گئی اس لڑائی میں محمد بن اشعث اور دیگر قاتلان امام حسینؑ بھی جہنم میں پہونچ گئے۔

جناب مختار کا لشکر بڑی بہادری سے جنگ کرتا رہا لیکن بالآخر وہ دارالامارہ میں داخل ہونے پر مجبور ہو گئے۔ مصعب کی فوج نے اس کا محاصرہ کر لیا اور رسد اور پانی کے تمام راستوں کو بند کر دیا۔ (طبری ج ۷ ص ۱۵۳)

جناب مختار اسی طرح چار ماہ قصر میں محصور رہے کبھی بازار کوفہ میں آجاتے تھے جنگ بھی کرتے پھر واپس چلے جاتے تھے۔

(طبری ج ۷ ص ۱۶۰)

جب حصار کو بہت طول ہوا تو جناب مختار نے کپڑے بدلے خوشبو لگائی کنگھی کی اور انیّس آدمیوں کے ساتھ قصر سے باہر آ گئے اور بڑی

دلیری سے جنگ کر کے پندرہ ماہ رمضان ۶۷ھ کو شہید ہو گئے اٹھارہ ماہ اُن کی حکومت رہی تھی۔ (سوانح عمری مختار ص ۶۳) شہادت کے بعد مصعب نے جناب مختار کی ہتھیلیوں کو کاٹ کے مسجد کوفہ کے پہلو میں لوہے کی کیل سے گاڑ دیا۔ (طبری ج ۷ ص ۱۵۷)

مصعب نے جناب مختار کو شہید کر کے ان کا سر عبداللہ بن زبیر کے پاس بھیج دیا اس نے حکم دیا کہ ان کا سر مقام الابطح میں نصب کر دیا جائے۔

عبداللہ بن زبیر نے شہادت جناب مختار کے بعد عبداللہ بن عباس کو بلایا اور کہا کہ اے عبداللہ ابن عباس اللہ نے مختار ایسے جھوٹے کو قتل کر دیا ابن عباس نے کہا خدا مختارؒ پر رحم کرے عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ تم یہ نہیں پسند کرتے ہو کہ اُن کو کذاب کہا جائے عبداللہ ابن عباس نے کہا کہ مختار ہم کو دوست رکھتے تھے ہمارے حق کے عارف تھے تلوار لے کر انہوں نے ہمارے خون کا عوض طلب کرنے کے لئے خروج کیا اُن کی خدمات کی یہی جزا ہے کہ ہم ان پر سب و شتم کریں اور کذاب کہیں۔

(مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۲۵۰)

سات ہزار افراد کی شہادت

شہادت جناب مختار کے دوسرے دن دار الامارہ میں جو چھ ہزار (اور بقول بعض سات ہزار) افراد محصور تھے جن کو مصعب نے امان دے دی تھی شانے بندھوا کر باہر نکالے گئے اور ایک ایک کر کے قتل کر دئے گئے

یہ لوگ کہتے رہے کہ ہم مسلمان ہیں تمہاری طرح اہل قبلہ ہیں دیندار ہیں لیکن مصعب نے کچھ نہیں سنا اور سب کو قتل کر دیا۔ (تفصیل کے لئے طبری ج ۷ ص ۱۵۶ و ۱۵۷ کا مطالعہ کیجئے)

ان مؤمنین کے قتل سے عبداللہ بن عمر بن خطاب بہت متاثر ہوئے چنانچہ تاریخ طبری میں منقول ہے کہ ایک دن مصعب بن زبیر نے ان سے ملاقات کی اور کہا کہ میں مصعب ہوں عبداللہ بن عمر نے کہا ہاں تم ہی نے ایک ہی صبح کو سات ہزار اہل قبلہ کو قتل کیا تھا تمہارا جب تک جی چاہے زندہ رہو مصعب نے کہا وہ کافر و جادوگر تھے عبداللہ ابن عمر نے (اس قول کی تصدیق نہیں کی اور کہا کہ) اگر اتنی تعداد میں اپنے باپ کی بھیڑوں کو بھی ذبح کر دیتا جب بھی اسراف ہوتا۔ (طبری ج ۷ ص ۱۵۹)

عمرہ بنت نعمان ابن بشیر انصاریہ کی شہادت

مصعب بن زبیر جب قصر میں داخل ہوا اور جناب مختار کے تخت پر بیٹھا تو اُس نے جناب مختار کی دونوں بی بیوں کو طلب کیا ایک ام ثابت بنت سحرہ بن جندب فزاریہ اور دوسری عمرہ بنت نعمان بن بشیر انصاریہ تھیں۔ مصعب نے کہا کہ تم دونوں مختار سے اظہار برأت کرتی ہو؟ دونوں نے اس سے انکار کر دیا مصعب نے ان کو قید خانہ میں بھیج دیا اور اس کی اطلاع اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر کو دی اس نے لکھا اُن کے سامنے پھر اس کو پیش کرو اگر اظہار برأت سے انکار کریں تو قتل کر دو۔ مصعب نے

ان دونوں کو اس کے سامنے پیش کیا۔ ام ثابت نے تو جناب مختار سے اظہار برائت کرلی وہ چھوڑ دی گئی لیکن عمرہ بنت نعمان نے کہا کہ میں اس شخص سے کیونکر اظہار برائت کروں جو عبد مومن ہو اللہ و رسولؐ اور اہلبیتؑ کا دوست دار ہو اگر تم نے اس کو قتل کردیا ہے تو تم بھی زیادہ دنوں تک زندہ نہ رہو گے یہ سن کر مصعب بہت غضب ناک ہوا اور اُسے قتل کرادیا۔ (مروج الذہب ص ۴۷ کچھ تغیر کے ساتھ یہ واقعہ تاریخ طبری ج ۷ ص ۱۵۸ و مقتل خوارزمی ج ۱ ص ۲۵۰ پر بھی تحریر ہے)

اس مؤمنہ نے جیسا کہا تھا وہی ہوا اور مصعب کوفہ ہی میں ۷۱ھ میں قتل کردیا گیا۔ اس مؤمنہ کی مدح میں طبری نے کچھ اشعار تحریر کئے ہیں ہم اختصار کے سبب سے ان کو ترک کرتے ہیں۔

للہ الحمد والشکر کہ روز یک شنبہ غرہ رجب ۱۳۸۶ھ روز ولادت باسعادت حضرت امام محمد باقرؑ اس جلد کی تصنیف سے فارغ ہوا انشاء اللہ اس کے بعد جلد چہارم کی تصنیف میں مشغول ہوں گا جس کی ابتدا مظالم عبدالملک بن مروان سے ہوگی خداوند عالم بحق محمدؐ و آلہؑ الامجاد مجھے توفیق عطا کرے کہ باقی مجلدات کو تحریر کرسکوں۔

وما توفیقی الا باللہ الواحد الغفار الرحیم

فہرست ماخذ کتاب

۱۔ نہج البلاغہ

۲۔ کتاب الامامۃ والسیاسۃ

۳۔ خصائص معاویہ

۴۔ اطواق الحمامہ بشرح الحمامہ

۵۔ النصائح الکافیہ

۶۔ تاریخ الخلفاء مسیح الدین کاکوروی

۷۔ الشیعہ والحاکمون

۸۔ ذخائر العقبیٰ

۹۔ مقتل الحسینؑ خوارزمی

۱۰۔ مشکوٰۃ

۱۱۔ وسیلۃ النجات

۱۲۔ ینابیع المودۃ

۱۳۔ جواہر العقدین

۱۴۔ تاریخ الخلفاء سیوطی

۱۵۔ صحیح مسلم

۱۶۔ صحیح بخاری

۱۷۔ البدایۃ والنہایۃ

۱۸۔ تذکرۃ خواص الامہ

۱۹۔ تاریخ الامم والملوک طبری

۲۰۔ ترجمہ ابصار العین مخطوط

۲۱۔ ناسخ التواریخ

۲۲۔ بحار الانوار

۲۳۔ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید

۲۴۔ مفتاح النجا

۲۵۔ سر العالمین

۲۶۔ الدمعۃ الساکبہ

۲۷۔ مجالس مفجعہ

۲۸۔ صواعق محرقہ

۲۹۔ تاریخ البشر
۳۰۔ براہین ساطعہ
۳۱۔ حیوۃ الحیوان دمیری
۳۲۔ النجوم الزاہرہ
۳۳۔ مروج الذہب
۳۴۔ استیعاب ابن عبدالبر
۳۵۔ اصابہ فی معرفۃ الصحابہ
۳۶۔ حبیب السیر
۳۷۔ اخذ الثار
۳۸۔ سوانح عمری امیر مختار
۳۹۔ مجالس المومنین
۴۰۔ حیاۃ الصحابہ

باسمہ سبحانہ

اِحراق خانۂ فاطمہ زہراؑ سے عصر حاضر تک مُسلسل

مصائب الشیعہ

حصہ چہارم

۳۷ ہجری سے ۱۳۲ھ تک کے

خونچکان مصائب

مُصنّفہ

آیۃ اللہ الحاج افتخار العلماء مولانا سعادت حسین صاحب

طاب ثراہ اعلیٰ اللہ مقامہ

پیش کردہ:

ادارۂ ناصر العلوم

ناشر: ادارۂ شیعہ مشن ۵۵/۳۹۰ حسین مارکٹ

کشمیری محلّہ روڈ رستم نگر لکھنؤ ۳

باسمہٖ سبحانہ

مظلومیت کی خونچکاں تاریخ میں جو مقام شیعوں کو حاصل ہے وہ رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ اُسے نہ کوئی مٹا سکا ہے نہ مٹا سکے گا۔

اس لئے ہم محبان علیؑ وشیعیان حیدرؑ کرار کے اس صحیفۂ مظلومیت کو ان لاکھوں شیعوں کے نامِ نامی سے معنون کرتے ہیں جن کے کارناموں نے اولاد حکم بن ابی العاص کے تاریک و ظلماتی دور کے سیاہ دھبوں سے دامنِ اسلام کو طاہر وپاکیزہ کر دیا اور اسلام کے مٹتے نقوشِ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روشن ومنور کر دیا۔

نصرت حق میں جن کے چہرے بے سایہ قید خانوں میں جھلس گئے۔

گرم گرم سیسے سے جن کے ہاتھوں اور چہروں پر مہر لگائی گئی۔

گھر پھونک دیئے گئے۔

بے دردی سے قتل کیئے گئے۔

لاشے برسوں دار پر لٹکے رہے۔

اور آج

جن کی جانبازی وفداکاری تاریخ تشیع وکردار محبّانِ حیدرؑ کرار کی روح اور احقاق حق وابطال باطل کی جان ہے۔

سعادت حسین

فہرست مضامین مصائب الشیعہ حصہ چہارم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دورِ عبدُ الملک بن مروانؒ

الحمدللہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلامُ علی سید المرسلین واٰلہ الغر المیامین اما بعد!

ہم نے اپنی کتاب کے تیسرے حصہ کو مظالم عبداللہ بن زبیر پر ختم کیا تھا اگرچہ اس کی حکومت ۶۵ھ سے ۷۳ھ تک باقی رہی لیکن اس کے قبضہ میں صرف عراق و حجاز و ایران تھا اور اسی زمانہ سے عبدالملک بن مروان کا دورِ حکومت شروع ہو گیا تھا۔ ابتداء میں اس کی حکومت صرف شام و فلسطین و مصر تک محدود تھی یہ وہ مقامات ہیں جن کے اکثر حصے وہ ہیں جو حضرت امیر علیہ السلام کے زیر نگیں نہیں ہوئے مصر آپؑ کے زیر حکومت ۳۸ھ تک رہا اور شہادت جناب محمد بن ابی بکر کے بعد وہ بھی معاویہ کے قبضہ و تصرّف میں چلا گیا معاویہ اور دیگر بنواُمیّہ حضرت امیر علیہ السلام کے ایسے دشمن جانی تھے کہ آپؑ کا ذکر بھی اچھائی سے نہیں سُن سکتے تھے نہ کسی میں یہ جراُت تھی کہ وہ اپنے بچّوں کا علیؑ، حسنؑ، حسینؑ نام رکھ سکے۔ سبّ و شتم حضرت امیرؑ اُن کے اقتدار و حکومت کی علامت تھی اس لئے تاریخ خاموش ہے کہ آیا ۶۵ھ سے ۷۲ھ تک عبدالملک کے حدود حکومت میں کوئی شیعہ بھی موجود تھا یا نہیں۔

یقیناً بصرہ و کوفہ مرکز تشیّع تھے لیکن اس پر ابتداء میں عبداللہ بن

زبیر کی حکومت تھی پھر ربیع الثانی ۶۶ھ سے رمضان ۶۷ھ تک کوفہ جناب مختارؒ کے زیر تصرف رہا اس لئے عبدالملک کے دست و بُرد سے محفوظ تھا۔

یہ ضرور ہوا کہ جب ۶۵ھ میں مروان توابین کی پانچ ہزار کی جماعت کو عین الوردہ میں بظلم و ستم شہید کر چکا تو عبدالملک نے پھر اسی لشکر کو کوفہ پر حملہ کرنے کے لئے عبیداللہ بن زیاد کی سرکردگی میں روانہ کیا۔ ہم مصائب الشیعہ ج ۳ ص ۱۸۴۔۱۸۳ پر اس جنگ کا مختصر حال تحریر کر چکے ہیں۔ جناب ابراہیم بن مالک اشتر نے عبدالملک کے تراسی ہزار فوج کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ کے پھینک دیا اور وہیں عبیداللہ بن زیاد و حصین بن نمیر اپنے کیفر کردار کو پہونچ گئے۔

یقیناً مقام موصل سے پانچ فرسخ دور ماربیتا میں ۶۶ھ ابن زیاد سے جو جنگ ہوئی تھی اس میں جناب ابراہیم کی فوج کے جتنے افراد قتل ہوئے ان تمام شیعوں کا خون عبدالملک بن مروان ہی کی گردن پر ہے لیکن اس شکست کے بعد وہ دمشق کی خانہ جنگی پھر مصعب و عبداللہ فرزندان زبیر سے جنگ میں اُلجھ گیا۔ جب وہ ۷۱ھ میں کوفہ اور ۷۳ھ میں مکّہ پر قابض ہو چکا تو اُس کے بعد اس نے اپنے اصلی روپ اور شیعہ کش کردار بنواُمیّہ پر عمل کرنا شروع کیا۔

۷۳ھ میں عبداللہ بن زبیر کے قتل کے بعد پوری مملکت اسلامیہ پر عبدالملک بن مروان کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم عبدالملک بن مروان اور دیگر بنواُمیّہ کے شیعہ کش اور مذہب دشمن کردار کو تحریر کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن و احادیث کی

روشنی میں خود حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زندگی کو پیش کریں تاکہ یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ باوجود ادّعائے خلافت و نیابت رسولؐ کے یہ لوگ کس قدر حضرتؐ کی پاکیزہ سیرت اور قرآن مجید اور حضرتؐ کے تعلیمات سے دور ہو گئے تھے۔

کُجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا نورانی زمانہ جس میں زہد و ورع و تقویٰ کے ایسے نمونے نظر آتے تھے جن کو دیکھ کر انسان میں خدا پرستی و اجتناب معاصی کا جذبہ پیدا ہو جاتا تھا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنے والے افراد قدر و منزلت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے کُجا یہ تاریک و سیاہ دور جس میں سربر آرائے مملکت اسلامیہ خود ظالم و سفاک اور وہ جابروں سفاکوں کو مسلمانوں کے جان و مال و آبرو پر مُسلّط کرتا ہے ان کے ہر ظلم و جور کی تائید کرتا ہے۔ ہم یہاں پہلے حضرتؐ کے نورانی زمانہ کا ایک منظر پیش کرتے ہیں پھر ان ظالموں کی ستم آرائیوں کا نقشہ منظر عام پر لائیں گے۔ اس لئے کہ جب تک انسان ستاروں کی چمک' چاند کی چاندنی اور آفتاب کی ضیاء پاشی کو نہیں دیکھتا اُسے گھٹاٹوپ تاریکی اور خوف ناک اندھیرے کا پتہ نہیں چلتا۔

ہمارے ناظرین جب شمس رسالت کی ضیاء پاشی اور حضرتؐ کی طیب و طاہر و پاکیزہ سیرت کا ہلکا سا بھی تصوّر کرلیں گے تو اُن کو اس ظلمت و تاریکی کا صحیح اندازہ ہو جائے گا جو بنو اُمیہ نے خلافت پر قبضہ کرنے کے بعد سارے عالم میں پھیلا رکھی تھی۔

زہد و ورع و تقویٰ زمانہ حضرت رسولؐ کی ہلکی سی جھلک

ہمارے قلم میں کہاں اتنی طاقت کہ ہم اس پُر نور زمانہ کی تصویر کشی کر سکیں جس میں باعث تخلیق افلاک و زمین افضل الانبیاء والمرسلین فخر آدم و بنی آدم صاحب خلقِ عظیم حضرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم تشریف فرما تھے۔ یہ وہ نورانی زمانہ تھا جب زمین افلاک سے چشمک کر رہی تھی ساکنان عرش و کرسی و ملائکہ اعلیٰ آپؐ کے بیت الشرف کی حاضری اپنے لئے سرمایۂ افتخار سمجھتے تھے۔ سلسلۂ نزول وحی جاری تھا۔ حبیب و محبوب میں براہ راست پیام و سلام و کلام کا سلسلہ جاری تھا۔ ہم حضرتؐ کی سیرت کا ایک ہلکا سا خاکہ ناظرین کے سامنے پیش کرنے کے لئے علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب متوفی ۵۸۸ھ کا ایک افادہ کتاب مناقبِ آل ابی طالبؑ ص ۸۰ و ۷۹ ج ا سے نقل کرتے ہیں جس سے حضرتؐ کے روشن و منور و ضیاء پاش زمانہ کا اندازہ ہو جائے گا۔ موصوف فرماتے ہیں:

اماادابه فقد جمعها بعض العلماء والتقطها من الاخبار كان النبیؐ احكم الناس واحلمهم واشجعهم واعدلهم واعطفهم لم تمس يده يد امرأة لاتحل واسخى الناس لايثبت

عنده دينار ودرهم فان فضل ولم يجد من يعطيه ويجنه
الليل لم ياو الىٰ منزله حتىٰ متبراء منه الى من يحتاج اليه لا
تأخذه مما أتاه الله الا قوة عاما فقط من يسير ما يجد من
التمر والشعير ويضع سائر ذٰلك فى سبيل الله ولايسئل
شيئا الا اعطاه ثم يعود الىٰ قوة عامه فيوثر منه حتىٰ ربما
احتاج قبل القضاء العام ان لم ياته شئ وكان يجلس على
الارض وينام عليها وياكل عليها وكان يخسف النعل ويرقع
الثوب ويفتح الباب ويحلب الشاة ولعقل البعير فيحبلها
ويطحن مع الخادم اذا اعياد ويضع طهوره بالليل بيده
ولاينقدمه مطرق ولايجلس متكيا ويخدم فى مهنه اهله
ويقطع اللحم واذا جلس على الطعام جلس محقرا بكان
يلطع اصابعه ولم يتجشى قط ويجيب دعوة الحرّ والعبد
ولو علىٰ ذراع اوكراع ويقبل الهدية ولوانها جرعة لبن
وياكلها ولا ياكل الصدقة ولا يثبت نظره على وجه احد ولا
يغضب لنفسه وكان يعصب الحجر علىٰ بطنه من الجوع
وياكل ماحضر ولا يرد ماوجه ولايلبس ثوبين يلبس حبرة
يمنية وشمله جية صوف والغليظ من القطن والكتان واكثر
ثبابه البياض ويلبس اعمامه تحت العمامة ويلبس القميص
من قبل ميامنه وكان له ثوب للجمعة خاصة وكان اذا لبس

جديدا اعطى خلف ثيابه مسكينا وكان له عباء يفرش له
حيث ما ينقل تثنى تثنتين يلبس خاتم فضة فى الخنصر
الايمن يحب البطيخ ويكره الريح الروية ويشاك عند
الوضوء يردف خلفه عبده اوغيره يركب ما امكنه من فرس
او بغلة او حمار ويركب الحمار بلا سرج وعليه العذار
ويمشى راجلا وحافيا بلا رداء ولا عمامة وقلنسوة ويشيع
الجنائز ويعود المرضا فى اقصى المدينة يجالس الفقراء
ويواكل المساكين ويناولهم بيده ويكرم اهل الفضل فى
اخلاقهم وتبالف اهل الشرف بالبر لهم يقبل ذوى رحمة من
غير ان يوثرهم علىٰ غيرهم الا بما امر الله ولا يجفو على
احد يقبل معذرة المعتذر اليه وكان اكثر الناس تبسما مالم
يتنزل عليه القرآن اولم تجر عليه وربما ضحك من غير
قهقهة لا ترفع على عبيده وامائه فى ماكل ولاملبس ماشتم
احدث الشتمة ولا لعن امرأة ولا خادماً بلعنة ولا لاموا احد
الا قال دعوه ولا ياتيه احد حر وعبداً وامة الا قام فى
حاجته لافظ ولاغليظ ولاصحاب فى الاسواق ولا يجزى
بالسيئة ولكن يغفر ويصفح يبدأ من لقيه بالسلام من روامه
بحاجة صابرة حتىٰ يكون هو المنصرف ماالخذ احد يده
فيرسل يده حتىٰ يرسلها واذا لقى مسلماً بداه بالمصافحة

وکان لایقوم ویجلس الاعلیٰ ذکر الله وکان لا یجلس الیه احد وهو یصلی الا خفف صلوٰته واقبل علیه وقال لك حاجة وکان اکثر جلوسه ان ینصب ساقیه جمیعاً حیث یجلس حیث ینتهی به المجلس وکان اکثر مایجلس مستقبل القبلة وکان یکرم من یدخل علیه حتیٰ ربما بسط ثوبه ویؤثر الداخل بالوسادة التی تحته وکان فی الرضاء والغضب لایقول الا حقاً۔

لیکن حضرتؐ کے تہذیب و آداب زندگی کو بعض علماء نے حدیثوں سے منتخب کر کے جمع کیا ہے جو حسب ذیل ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سب سے بہتر حکم دیتے تھے سب سے زیادہ بردبار بہادر وانصاف ور مہربان تھے کبھی کسی غیر عورت کا ہاتھ آپؐ کے ہاتھ سے چھو نہیں گیا سب سے زیادہ سخی تھے آپؐ کے پاس درہم ودینار نہیں ٹکتے تھے اگر کبھی کچھ بچ رہتا تھا اور کوئی مستحق نہ ملتا تھا جسے عطا کرتے تو اس وقت تک اپنے گھر میں داخل نہیں ہوتے تھے جب تک کسی حاجت مند کو دے کر اس سے بری الذمہ نہیں ہو جاتے تھے۔

خدا نے جو کچھ آپ کو عطا کیا تھا اس میں سے اپنے عیال کے ضروریات کے لئے صرف سال بھر کا خرچ لے لیتے تھے وہ بھی کم سے کم خرمے اور جو جس میں بسر ہو جائے اور باقی کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔

آپؐ سے جب بھی سوال کیا جاتا تھا جو کچھ ہوتا اُسے عطا کر دیتے تھے پھر

سال کے جو مصارف کے لئے ہوتا تھا اُسے دینے لگتے تھے اور اس میں ایثار سے کام لیتے تھے۔حالت یہ ہو جاتی تھی کہ اگر کچھ نہ آتا تھا تو بسا اوقات سال پورا ہونے سے پہلے ضرورت مند ہو جاتے تھے۔ آپؑ زمین ہی پر بیٹھتے تھے زمین ہی پر سوتے تھے زمین ہی پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے۔ آپؑ اپنے ہاتھ سے اپنی جوتیاں سیتے تھے کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے۔دروازہ کھولتے تھے بھیڑوں کا دودھ دوہتے تھے اونٹ باندھتے تھے اس کا دودھ دوہتے تھے جب خادم تھک جاتا تھا تو اُس کے ساتھ بیٹھ کر آٹا پیستے تھے رات کے وقت طہارت کے لئے پانی اپنے ہاتھ سے رکھتے تھے۔کوئی راستہ چلنے والا آپؑ کے آگے نہیں چل پاتا تھا کبھی تکیہ لگا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ مشقت کے کاموں میں اپنے گھر کے لوگوں کا کام کر دیتے تھے اپنے ہاتھ سے گوشت کاٹتے تھے۔ کھانے بیٹھتے تھے تو تواضع وانکسار کے ساتھ کھانے کے بعد اپنی انگلیاں چاٹتے تھے۔ کبھی ڈکار نہیں لیتے تھے کم سے کم کھانے پر بھی آزاد و غلام کی دعوت قبول کر لیتے تھے۔ ہدیہ قبول کرتے تھے اور اُسے کھاتے تھے اگرچہ ایک گھونٹ دودھ ہی کیوں نہ ہو۔ صدقہ نہیں کھاتے تھے کسی شخص کے چہرے پر آپؐ کی نظر نہیں ٹھہرتی تھی۔اپنے لئے کسی پر غضب ناک نہیں ہوتے تھے۔ بھوک سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتے تھے۔جو کچھ موجود ہوتا اُسے کھا لیتے تھے۔ جو ملتا اُسے رد نہیں فرماتے تھے۔ دو کپڑے (تلے اوپر) نہیں پہنتے تھے یمنی چادر عمامہ اونی قباء روئی اور کتان

کے بڑے چھوٹے کپڑے پہنتے تھے اکثر سفید کپڑے پہنا کرتے تھے عمامہ کے نیچے عمامہ باندھتے تھے۔ قمیص کو داہنے ہاتھ کی جانب سے پہنتے تھے۔ نماز جمعہ کے لئے مخصوص لباس تھا جسے پہنتے تھے۔ جب آپؑ نئے کپڑے پہنتے تھے تو اُترا ہوا کپڑا کسی مسکین کو دے دیتے تھے۔ آپؑ کی عبا تھی جہاں بھی جاتے تھے اُسے دو تہہ کر کے بیٹھنے کے لئے بچھا لیتے تھے۔ چاندی کی انگوٹھی داہنی چھنگلیا میں پہنتے تھے۔ خربوزہ حضرتؐ کو پسند تھا بدبو کو ناپسند فرماتے تھے۔ وضو کے وقت مسواک کرتے تھے۔ اپنے غلام کو اپنی سواری پر ساتھ بٹھا لیتے تھے یا کسی اور کو ساتھ بٹھا لیتے تھے۔ آپؐ گھوڑے گدھے خچر میں جو ممکن ہوتا اس پر سوار ہوتے تھے۔ گدھے پر لگام لگا کر بغیر زین کے سوار ہوتے تھے۔ آپؑ پیادہ پا بھی برہنہ سر بھی بغیر عمامہ و رداء اور ٹوپی کے بھی راستہ طے کرتے تھے۔ شہر مدینہ کے دور دراز محلوں میں جا کر مریضوں کی عیادت کرتے تھے۔ آپؑ فقیروں کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے مسکینوں کے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔ کبھی فقیروں مسکینوں کو اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے تھے۔ آپؑ صاحبان فضل کا اکرام اُن کے مرتبہ کے مطابق کرتے تھے ان سے نیکی کرتے تھے اہل شرف کی دل جوئی کرتے تھے۔ اپنے عزیزوں پر خاص توجہ فرماتے تھے لیکن یہ نہیں ہوتا تھا کہ اُن کے غیروں پر ترجیح دیں۔ ہاں اگر خدا کا حکم ہوتا تھا تو ایسا بھی کرتے تھے کسی پر ظلم و جفا نہیں کرتے تھے۔ معذرت کرنے والے کی معذرت کو قبول فرما لیتے تھے۔ جب تک

قرآن نہ نازل ہوتا تھا' یا آپؑ پر ظلم نہ کیا جاتا تھا آپؑ سب سے زیادہ مسکراتے نظر آتے تھے بسا ہنس بھی دیتے تھے لیکن قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔ جو غلاموں کو کنیزوں کو کھلاتے اور پہناتے تھے وہی خود بھی کھاتے اور پہنتے تھے کبھی آپؑ نے کسی کو گالی نہیں دی کبھی کسی عورت یا خادم پر لعنت نہیں کی جب لوگوں نے آپؑ کے سامنے کسی کی بُرائی شروع کی آپؑ فرماتے تھے اس ذکر کو چھوڑو جب کوئی آزاد' غلام' کنیز کسی ضرورت کے لئے آتا تھا آپؑ اُسے پورا کرنے کے لئے اُٹھ کھڑے ہوتے تھے۔ آپؑ سخت دل اور بدمزاج نہیں تھے اپنے ساتھ زیادہ آدمیوں کو لے کر بازار میں نہیں چلتے تھے کبھی برائی کا بدلہ بُرائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ اُس سے درگزر کر دیتے تھے جس سے ملاقات ہوتی تھی آپؑ پہلے سلام کرتے تھے۔ جب کوئی شخص کسی ضرورت سے آپؑ کے پاس آتا تھا جب تک وہ خود سے نہ پلٹ جائے آپؑ صبر و سکون سے ٹھہرے رہتے تھے۔ جب کوئی آپ کا ہاتھ پکڑ لیتا تھا آپؑ اُسے ڈھیلا کر دیتے تھے یہاں تک کہ وہ خود ہاتھ چھوڑ دے۔ جب کسی مسلمان سے ملاقات ہوتی تھی آپؑ پہلے اس سے مصافحہ کرتے تھے۔ جب آپؑ اُٹھتے بیٹھتے کھڑے ہوتے تھے تو ذکر خدا کرتے تھے۔ جب آپؑ نماز پڑھتے ہوتے اور کوئی آجاتا تو نماز کو جلد ختم کر کے اس سے دریافت فرماتے کیا تجھے کوئی ضرورت ہے۔ اکثر آپؑ کو لہے کے بَل بیٹھتے تھے اور پنڈلیاں کھڑی رہتی تھیں۔ جب کسی مجمع میں پہونچتے تھے تو جہاں تک

لوگوں کی نشست ہوتی تھی وہیں بیٹھ جاتے تھے۔ اکثر قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتے تھے۔ جو بھی حاضر خدمت ہوتا تھا اس کا اعزاز و اکرام کرتے تھے بسا اوقات اپنی عبا اُس کے لئے بچھا دیتے۔ جس توشک پر آپؐ بیٹھے ہوتے کبھی کبھی اُس پر آنے والے کو بٹھا دیتے تھے۔ خواہ خوش و مسرور ہوں یا غضب ناک زبان سے حق ہی بات کہتے تھے۔

حضرتؐ کا یہ عنوان زندگی اور مکارم اخلاق آپؐ کی تعلیمات کا خلاصہ ہیں۔ آپؐ نے اُمّت کو جس امر کا حکم دیا ہے خود بھی اُس پر سختی سے زندگی بھر قائم رہے۔ آپؐ اپنے عہد میں نبیؐ مرسل بھی تھے حاکم علی الاطلاق بھی تھے معجز نما بھی تھے خاکسار و متواضع بھی تھے۔ بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہونے والا یہ نہیں تصور کر پاتا تھا کہ وہ اس کی خدمت میں ہے جس کی حکومت حجر و مدر زمین و آسمان کی ہر شئے پر ہے۔ سرکش و جبار و مبغض و معاند بارگاہِ نبویؐ سے محبّ و فدائی ہو کر واپس جاتا تھا۔

کجا یہ پُر نور و پُر ضیاء زمانہ کجا وہ ظلمانی و تاریک دور کہ مسلمانوں کے جان و مال و آبرو پر ڈاکے ڈالے جاتے ہیں مدینۂ نبیؐ کو خوف زدہ کیا جاتا ہے۔ خانۂ کعبہ جلا دیا جاتا ہے ڈھا دیا جاتا ہے اور وہ بھی خود خلیفۃ المسلمین کے لشکر کے ہاتھوں لیکن بجائے اس کے کہ اس سردار کو سزا دی جائے اُس کے اعزاز و اکرام میں اسی طرح اضافہ کیا جاتا ہے جس طرح یزید نے قتل امام حسین علیہ السلام کے بعد عبید اللہ ابن زیاد کی منزلت کو بڑھا دیا تھا۔

سیرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو یہ تھی کہ جب خالد بن ولید (یہ واقعہ تفصیل سے تاریخ ابوالفداء' مدارج النبوۃ پر مرقوم ہے) نے حوالی مکہ میں فتح مکہ کے موقع پر بنو خزیمہ پر غارت ڈالی تھی تو آپؐ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا کہ:

اللھم انی ابرء من فعل خالد

پالنے والے میں خالد کے فعل سے اظہارِ برأت وبے زاری کرتا ہوں۔

اس کے بعد مال کثیر کے ساتھ حضرت علیؑ کو اس قبیلہ میں بھیجا تاکہ آپؐ خالد کے اس خلاف شرع فعل کا تدارک کریں۔ لیکن پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھ بند ہوتے ہی خلفاء کا عجیب وغریب کردار ہو گیا تھا فاسق وفاجر وظالم عمال جو چاہتے تھے کر گزرتے تھے جس طرح چاہتے تھے احکام شرعیہ کی مخالفت کرتے تھے غریب مسلمانوں کے جان ومال وآبرو پر ڈاکے ڈالے جاتے تھے لیکن خلافت مآب ٹک ٹک دیکھتے رہتے تھے بجائے تدارک وتلافی کے ایسے عمال کی اور ہمّت افزائی کرتے تھے ان کو آزاد چھوڑ دیتے تھے کہ جو چاہو کرو جس طرح چاہو خلق اللہ اور مسلمانوں پر ظلم وستم کرو چاہے کوڑے مارو۔ اعضاء کاٹ ڈالو۔ تیر بارانی کرو۔ سنگسار کرو۔ قتل کرو۔ زندہ دفن کرو جلادو گھر بار کھود کر پھینک دو۔ لوٹ کھسوٹ لو۔ آبروریزی کرو۔ زنا کرو غلام وکنیز بنالو۔ ہم تمہاری پشت پناہی کریں گے بلکہ عہدہ ومرتبہ کو بڑھادیں گے انعام واکرام دیں گے جاگیریں عطا کریں گے۔ اس کا نتیجہ

یہ ہوا کہ اُن کے ظالم و فاسق وجبار عمال نے خصوصیت سے شیعیان حیدر کرار کو اپنے تیر ستم کا نشانہ بنادیا اور ایسے جگر خراش مظالم کیئے کہ تاریخ عالم میں اس کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔

ہم اس سے قبل کے مجلدات میں ذکر کر چکے ہیں ظلم و جور کے کالے بادل رسولؐ اکرم کی آنکھ بند ہوتے ہی گرجنے اور برسنے لگے تھے۔ عہد خلیفۂ اول میں عمر بن خطاب و خالد بن ولید کے مظالم آج تک اوراق تاریخ پر موجود ہیں۔ خلیفۂ ثانی نے معاویہ بن ابی سفیان ایسے عمالِ کو آزاد چھوڑ دیا تھا۔ خلیفۂ ثالث نے اپنے عہد حکومت میں معاویہ' مروان' عبداللہ ابن ابی سَرح نیز بنو اُمیہ کے فاسق و فاجر و ناتجربہ کار نوجوانوں کو امت اسلامیہ پر ظلم وجور کے لئے اتنا آزاد کر دیا کہ بالآخر اس کے پاداش میں اہلسنت ہی نے مدینۃ الرسولؐ میں انہیں قتل کر دیا۔ معاویہ بن ابی سفیان نے اپنے دور حکومت میں زیاد بن ابیہ کے توسط سے ڈیڑھ لاکھ شیعوں کو بُسر ابن ارطاۃ کے ذریعہ تیس ہزار افراد کو طرح طرح کے ظلم و ستم سے شہید کیا۔ یزید بن معاویہ نے اپنے سیاہ دورِ حکومت میں عبیداللہ ابن زیاد کو حکم دیا کہ فرزند رسولؐ الثقلین امام حسینؑ اور اُن کے ساتھیوں کو کربلا میں تین دن کا بھوکا پیاسا انتہائی بے دردی و ظلم و ستم سے شہید کر دے اس کے علاوہ کوفہ و بصرہ میں بھی شیعوں کو قتل کرے۔ مسلم ابن عقبہ مری کے ذریعہ مدینۃ الرسولؐ کو اُجاڑ دیا فسق و فجور و زناکاری کرائی اور دس بارہ ہزار مسلمانوں کو تہ تیغ

کردیا۔ حصین بن نمیر کے توسط سے خانہ کعبہ پر پتھر برسوائے آگ کے گولے پھینکے اور اس کی عمارت میں آگ لگوائی۔

مروان بن حکم نے ابن زیاد کے توسط سے پانچ ہزار شیعوں کو ایک ہی جگہ قتل کردیا۔ عبداللہ بن زبیر نے مصعب ابن زبیر کے ذریعہ ہزاروں شیعوں کو تہِ تیغ کرادیا۔ عبدالملک بن مروان نے حجّاج بن یوسف کو اپنا دست و بازو بنایا اس نے شیعوں میں ایسی دہشت پھیلائی کہ اُس کے دورِ حکومت میں لوگ اسے پسند کرتے تھے کہ انہیں زندیق و کافر کہا جائے اور یہ نہیں پسند کرتے تھے کہ انہیں شیعہ علیؑ کہا جائے جیسا کہ اس کا ذکر آئندہ مظالم حجاج کے سلسلہ میں تفصیل سے آئے گا۔

اسی طرح اس خاندان کے ہر بادشاہ نے نت نئے مظالم کئے ۔غرض یہ ہے کہ ان تاریک زمانوں میں قتل و غارت اور لوٹ مار کا ایسا بازار گرم تھا کہ لوگ دہشت سے اُف بھی نہ کرسکتے تھے۔ ہم یہاں بھی مذمت بنو اُمیّہ و بنو مروان کے بعض آیات و اخبار کو آئندہ صفحات پر تحریر کرتے ہیں تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ اس شجر ملعونہ و خبیثہ کے بارے میں پروردگار عالم و حضرت مرشد اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی سے فرزندان توحید و کلمہ گویان اسلام کو باخبر کردیا تھا تاکہ کوئی شخص یہ عذر نہ کرسکے کہ ہم تو انہیں پہچانتے ہی نہ تھے ورنہ ان سے اجتناب کرتے اور اہلبیتؑ رسالتؐ پر ظلم و ستم نہ ہونے دیتے۔

بنواُمیّہ وبنومروان کے لئے ارشاداتِ

پروردگارِعالم وپیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایسا نہیں تھا کہ معاذاللہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپؐ کے اہل بیتؑ طاہرین بنواُمیّہ وبنومروان کی ان چیرہ دستیوں اور سفاکانہ مظالم کی دردناک داستانوں سے بے خبر تھے۔ اُمّت کو اس سے باخبر نہیں کرگئے تھے حقیقت یہ ہے کہ پروردگار عالم نے بھی قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور احادیث پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وائمہ معصومین علیہم السلام میں بھی اُن کے مظالم وسفاکیوں کے تذکرے موجود ہیں جیساکہ ہم نے مصائب الشیعہ ج ۳ ص ۶ و۱۶۱ پر بعض چیزوں کو نہایت اختصار سے تحریر بھی کیا ہے۔ مزید وضاحت کے لئے اب ہم یہاں پران میں سے بعض چیزوں کو تحریر کرتے ہیں۔ اس لئے کہ اس جلد میں آخر دور بنواُمیّہ تک کے شیعوں پر مظالم ہم کو تحریر کرنا ہیں اوران مظالم کے بیان کی تکمیل اسی وقت ہوگی جب ہم بنواُمیّہ کے چہرہ پر جو اسلام کی نقاب پڑی ہے اُسے نوچ کر پھینک دیں۔

مذمت بنواُمیّہ میں ارشاداتِ پروردگار عالم

قرآن مجید میں جس کا اعلان ہے کہ:

لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ (آیت۵۹ سورۂ انعام)

ہر خشک و تر کا بیان کتاب مبین میں موجود ہے

اس لئے یہ کیونکر ممکن تھا کہ بنواُمیہ جن سے اسلام کو زبردست نقصانات پہونچنے والے تھے ان کے تذکرہ سے قرآن مجید خالی ہو۔ یہی اسباب ہیں جن سے قرآن میں متعدد مقامات پر بنواُمیّہ کا تذکرہ موجود ہے جن میں سے بعض کو ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ ارشادِ پروردگارِ عالم ہے:

۱۔ وما جعلنا الرؤیا التی اریناك الا فتنة للناس والشجرة الملعونة فی القرآن ونخوفهم فما یزیدهم الا طغیانا کبیر۔ (سورۂ اسراء آیت۶۰)

جو خواب ہم نے تم کو دکھایا ہے اس کو صرف لوگوں کے امتحان کے لئے قرار دیا ہے اسی طرح قرآن میں شجرۂ ملعونہ کو قرار دیا ہے اور ہم ان سے ڈراتے ہیں پس اُس نے اضافہ نہیں کیا مگر بہت بڑی گمراہی و سرکشی میں۔

امام فخر الدین ابو عبداللہ محمد عمر بن حسین بن حسن بن علی تیمی رازی متوفی ۶۰۶ھ اپنی تفسیر (تفسیر کبیر) میں فرماتے ہیں کہ:

سعید بن مسیّب نے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے خواب میں دیکھا کہ بنواُمیّہ آپؐ کے منبر پر اس طرح اُچک رہے ہیں جس طرح بندر اُچکتے ہیں اس

امر نے حضرت کو محزون و مغموم کر دیا۔

اسی تفسیر میں ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

شجرۂ ملعونہ سے بنو اُمیہ و حکم بن عاص اور اُن کی اولاد مراد ہے۔ شفاء الصدور میں ہے علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ شجرۂ ملعونہ بنو اُمیّہ ہیں۔

علامہ عبداللہ بن عمر بن محمد بن علی بیضاوی متوفی ۶۸۵ھ اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ ایک قول یہ ہے:

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے بنو اُمیّہ کی ایک قوم کو خواب میں دیکھا کہ آپؐ کے منبر پر بندر کی طرح اُچک پھاند رہے ہیں حضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ چونکہ انہوں نے ظاہری اسلام قبول کیا تھا یہ اس کی جزا ہے۔

اس سے اس امر کی طرف کنایہ ہے کہ بنو اُمیّہ کو آخرت میں کچھ نہ ملے گا۔ علامہ صاحب کشاف نے بھی قریب قریب یہی بات تحریر کی ہے۔ علامہ ابو الحسین شمس الدین یحیی بن حسن بن حسین حلی معروف بابن بطریق متوفی ۳۲۸ھ نے کتاب عمدہ میں تحریر کیا ہے کہ:

علامہ ابو اسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی نے اپنی تفسیر میں اپنی دو سلسلۂ سند سے اس روایت کو نقل کیا ہے۔ مولانا محمد مبین صاحب فرنگی محلی لکھنوی وسیلۃ النجات (ص ۲۸۲) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

روى عن اسماء بنت ابى بكر عن ابى بكر الصديق عن ابن عمران النبى قال رأيت ولد الحكم بن العاص على المنابر كانهم القردة وانزل الله فى ذٰلك وماجعلنا الرؤيا التى اريناك الا فتنة للناس والشجرة الملعونة الحكم وولده۔

اسماء بنت ابی بکر ٗابو بکر سے اور ابن عمر سے روایت کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حکم بن عاص کے لڑکوں کو منبروں پر بندروں کی طرح دیکھا خدا نے اس کے بارے میں نازل فرمایا ہے کہ ہم نے تم کو خواب دکھایا ہے اس کو لوگوں کے لئے صرف فتنہ قرار دیا ہے اور شجرۂ ملعونہ حکم اور اس کی اولاد ہے۔

علامہ عزالدین عبدالحمید بن محمد بن محمد بن حسین ابن ابی الحدید معتزلی متوفی ۶۵۰ھ نے شرح نہج البلاغہ میں امالی ابو جعفر محمد بن حبیب سے ایک طولانی حدیث کے سلسلہ میں تحریر کیا ہے کہ:

عمر نے کعب سے دریافت کیا کہ تمہاری خبروں میں بھی آیا ہے کہ خلیفہ ان میں سے کون ہے کعب نے کہا کہ پیغمبرؐ کے بعد ان کے دو صحابی (کعب الاحبار کا جواب تو عجیب وغریب بات کی خبر دے رہا ہے اصل مطلب اس کا یہ ہے کہ دو صحابی رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرتؐ کے دشمنوں سے مل جائیں گے جنہوں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے جنگ کی ہے اور حضرتؐ نے ان سے جنگ کی ہے اور یہ مسلّمہ حقیقت ہے کہ واقعۂ

سقیفہ کے بعد ابوسفیان کو رشوت ابوبکر و عمر نے دے کر خاموش کیا اور پھر بنو امیہ کی ایک فرد کو عمر نے پوری خلافت دے دی عمر نے یہ سمجھ کر بات کا رُخ موڑ دیا اور خود ہی حدیث رسولؐ بنواُمیہ کے بارے میں بیان کی لیکن اس سے جب تک ابوسفیان کے قصہ کا جوڑ نہ لگایا جائے ناقص رہتی ہے۔) حضرتؑ کے ان دشمنوں سے مل جائیں گے جن سے حضرتؑ نے جنگ کی ہے اور اُنہوں نے حضرتؑ سے جدال و قتال کیا ہے۔ عمر نے یہ سُن کا کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اس کے بعد عمر نے ابن عباس کی طرف رُخ کر کے کہا کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے اس کلام سے ملتا جلتا کلام سنا ہے میں نے حضرتؐ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ یقیناً بنواُمیہ میرے منبر پر چڑھیں گے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ وہ میرے منبر پر بندر کی طرح اُچک رہے ہیں اور اُنہیں کے بارے میں آیت وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس ... الخ (سورۂ اسراء: آیت ٦٠) نازل ہوئی ہے۔

معتضد باللہ عباسی نے جو منشور اپنی پوری مملکت میں پڑھنے کے لئے تحریر کیا تھا اس میں حالات بنواُمیہ میں کہا ہے کہ خدا نے بنواُمیہ کے بارے میں قرآن میں نازل کیا اور فرمایا کہ والشجرۃ الملعونۃ فی القرآن اور شجرۂ ملعونہ قرآن میں اس میں کسی کو اختلاف نہیں ہے اس سے مراد بنواُمیہ ہیں۔

علامہ عمرو بن بحر جاحظ متوفی ۲۵۵ھ اپنے رسالہ فضل (حسن سندوبی مصری نے ۱۳۵۲ھ میں رسائل جاحظ کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے اُس کے ص ۶۷ سے یہ رسالہ شروع ہوتا ہے اُس کے ص ۹۹ پر یہ عبارت ہے) ہاشم علی عبد شمس میں بنو اُمیہ کی زبان سے نقل کرتا ہے:

وانتم تقولون امیه هی الشجرة الملعونة فی القرآن وزعمتم ان الشجرة الخبیثة لاتثمر الطیب کما ان الطیب لایثمر الخبیث۔

۲۔الذین بدلوا نعمة الله کفراً واحلوا قومهم دارالبوار جهنم یصلونها وبئس القرار۔ (سورۂ ابراہیم آیت۲۹۔۲۸)

اے بنو ہاشم تم لوگ کہتے ہو کہ بنو اُمیہ قرآن میں شجرہ ملعونہ ہیں اور تم نے گمان کیا ہے کہ خبیث درخت پاکیزہ پھل نہیں دے سکتا جس طرح پاکیزہ درخت سے خبیث پھل نہیں نکل سکتے وہ لوگ کہ جنہوں نے نعمت خدا کو انکار سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اُتارا وہ جہنم کی آگ تاپیں گے اور وہ ٹھہرنے کی بدترین جگہ ہے۔

علامہ یحیٰی بن حسن بن حسین معروف با بن بطریق کتاب عمدہ میں تفسیر علامہ ابو اسحاق احمد بن ابراہیم ثعلبی سے نقل کرتے ہیں کہ عمر ابن خطاب نے کہا کہ اس آیت سے قریش کے سب سے زیادہ فخر کرنے والے دو قبیلہ بنو مغیرہ و بنو اُمیہ مراد ہیں۔

۳۔ امام فخر الدین ابو عبداللہ محمد بن عمر بن حسین بن حسن بن علی رازی متوفی ۶۰۶ھ سورۂ انا انزلناہ کی تفسیر میں اپنی تفسیر میں اور علامہ عزالدین علی بن ابی الکرام معروف بابن اثیر متوفی ۶۳۰ھ اسد الغابہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ:

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خواب میں دیکھا کہ بنو اُمیہ آپؐ کے منبر پر پیر رکھ رہے ہیں اور ایک روایت میں ہے کہ وہ آپؐ کے منبر پر بندروں کی طرح اُچک پھاند رہے ہیں یہ امر حضرتؐ کو بہت شاق ہوا تو اُس وقت خداوند عالم نے یہ آیات نازل کئے:

انا انزلناه فی لیلة القدر ومادراك مالیلة القدر لیلة القدرخیرمن الف شهر۔ (سورۂ قدر آیت ۳۔۱)

ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا تم کو کیا معلوم کہ لیلۃ القدر کیا ہے لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔

یعنی بنو اُمیہ کی سلطنت سے لیلۃ القدر بہتر ہے۔

قاسم راوی حدیث کہتا ہے کہ جب ہم نے حساب کیا تو زمانۂ حکومت بنو اُمیہ ہزار مہینہ تھا۔

۴۔ مولانا محمد مبین صاحب فرنگی محلی وسیلۃ النجات (ص ۲۸۲) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

عن عثمان النهدی قال قال مروان ابن الحکم ابایع الناس لیزید سنة ابی بکر و عمرفقال عبدالرحمن

بن ابی بکرانها لیست بسنة ابی بکر و عمر ولکنها سنة هرقل و قیصر فقال مروان الذی انزلت فیه والذی قال لوالدیه اف لکما الآیة فسمعت عائشة فقالت انتما لم تنزل فی عبدالرحمن ولکن نزل فی ابیك والمقطع کل حلاف مهین هماز مشاء بنمیم۔

عثمان نہدی بیان کرتا ہے کہ مروان بن حکم نے کہا کہ میں زید کی بیعت سنت ابوبکر وعمر کے مطابق لیتا ہوں تو عبدالرحمٰن بن ابی بکر نے کہا کہ یہ ابوبکر وعمر کی سنت نہیں بلکہ ہرقل وقیصر کی سنت ہے یہ سن کر مروان نے عبدالرحمٰن سے کہا کہ یہ وہ ہے جس کے لئے قرآن میں نازل ہوا ہے کہ وہ شخص کہ جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تم دونوں کے لئے افسوس ہے۔ جب عائشہ نے یہ سنا تو مروان سے کہا کہ یہ آیت عبدالرحمٰن کے بارے میں نہیں نازل ہوئی لیکن تیرے اور مقطع کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ ہر وہ شخص جو بہت قسم کھانے والا اور ذلیل ہے عیب جو ہے چغلی کھانے کے لئے بہت چلنے والا ہے۔

ان آیات سے جن کی تفسیر ہم نے کتب اہل سنت سے نقل کی ہے اچھی طرح ثابت ہو جاتا ہے کہ پروردگار عالم نے قرآن میں بنوامیہ کی مذمت کی ہے ظاہر ہے کہ جو خاندان اللہ جل شانہ کے ارشاد کے مطابق شجرۂ ملعونہ ہو مذموم و مقدوح ہو کب اس قابل ہو سکتا ہے کہ اس کے افراد سرور عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین و خلیفہ و

قائم مقام ہوں اور اگر بزور شمشیر وہ حکومت حاصل بھی کرلیں تو اس حکومت کو نہ اسلامی حکومت کہا جاسکتا ہے نہ مسلمانوں پر ان کی اطاعت و فرمانبرداری فرض ہے۔ ظاہر ہے جن کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پاک وپاکیزہ منبر پر بندروں کی طرح اُچکتا ہوا دیکھیں کوئی حق پسند و منصف اُن کو حضرتؐ کا جانشین وخلیفہ نہیں تسلیم کر سکتا۔ لیکن ناظرین کو یہ معلوم کر کے حیرت ہوگی کہ باوجود ان آیات کے اہل سنت اُن کو خلیفۂ برحق تسلیم کرتے ہیں اور اُن سے جنگ کو خلیفہ پر خروج کہتے ہیں اور جنگ کرنے والوں کو راہِ حق پر تصور نہیں کرتے ہیں۔ ہم مذمت بنوامیہ کی آیات کو تحریر کرنے کے بعد ناظرین سے گزارش کرتے ہیں کہ اب وہ انصاف سے بتلائیں کہ جس مذہب کے افراد اس مذموم ومبغوض خدا اور رسولؐ قبیلہ کے افراد کو جانشین رسولؐ مانتے ہوں اُن کا مذہب کیونکر مذہب حق ہو سکتا ہے۔

احادیث واخبار مذمّت بنواُمیّہ

جس طرح قرآنی آیتیں بنواُمیّہ کی مذمت کر رہی ہیں اسی طرح مذمت بنوامیہ میں بکثرت احادیث واخبار بھی وارد ہیں۔ ہم ان میں سے چند کو یہاں تحریر کرتے ہیں۔ مولانا محمد مبین فرنگی محلی کتاب وسیلۃ النجات (ص ۶۹۲) میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

اخرج البخاري من حديث ابی هريرة وهلك أُمتي على يدی اغلمة من قريش فقال مروان لعنة الله عليهم

غلمة قال ابوهريرة لی شئت ان اقول فلان بن فلان۔

بخاری نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا میری امت کی ہلاکت قریش کے کچھ لڑکوں کے ہاتھ ہو گی مروان لعنۃ اللہ نے کہا کہ ان لڑکوں کا نام بتادو تو ابوہریرہ نے کہا کہ اگر میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں کہ فلاں ابن فلاں ہیں۔

۲۔ اخرج الحاکم ان ابی ذر سمع النبی صلی الله علیه وآله اقول اذا بلغت بنوامیة اربعین اخذوا عبادالله خولا عبید او اماء وقال الله دخلا وکتاب الله وغلالها۔

حاکم نے نقل کیا ہے کہ جناب ابوذر نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب بنوامیہ کی تعداد چالیس ہو جائے گی تو وہ بندگان خدا کو غلام و کنیز بنائیں گے مال خدا کو اپنی آمدنی سمجھیں گے کتاب خدا کو مکر و فریب جانئیں گے۔

۳۔ اخرج البیهقی (بیہقی سے مراد علامہ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بن الحسین ہیں موصوف کی وفات ۴۵۸ھ میں ہوئی بڑے پائے کے عالم اہل سنت تھے یہ حدیث موصوف کی کتاب میں موجود ہے) عن ابی المسیب قال رای بنو امیةعلیٰ منبره فسأله ذلك ولم یری ضاحکا فاوحی الله اما هی دنیا اعطوها فقرت علیه واقی روایة فنزلت انا اعطیناك الکوثر وانا انزلنا فی لیلة القدر هذا فی ازالة الخفا۔

علامہ بیہقی نے ابن مسیّب سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوامیہ کو اپنے منبر پر دیکھا یہ چیز حضرتؐ کو ناگوار گزری اس کے بعد پھر آپؐ ہنستے ہوئے نہیں دیکھے گئے اس وقت اللہ نے وحی بھیجی کہ یہ دنیا ہے جو بنی امیہ کو دی گئی ہے جس سے آپ خوش و مسرور ہو گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ اُس وقت انا اعطیناك الکوثر اور انا انزلناه فی لیلة القدر نازل ہوا یہ ازالۃ الخفاء میں موجود ہے۔ (ازالۃ الخفاء علامہ شیخ عبدالحق دہلوی کی کتاب ہے یہ حدیث ازالۃ الخفاء کے صفحہ پر موجود ہے۔)

۴۔ علامہ مسلم بن حجاج قشوی نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ نے صحیح مسلم میں ذکر بنوامیہ کے بعد یہ روایت کیا ہے:

هلاك امتی بیدهذاالحی۔

میری امت کی ہلاکت اس قبیلہ کے ہاتھوں سے ہے۔

۵۔ علامہ شہاب الدین احمد بن محمد بن علی بن حجر مصری تیمی متوفی ۹۷۳ھ رسالہ تطہیر اللسان میں تحریر کرتے ہیں کہ:

سید حسن سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ:

شرقبائل العرب بنوامیة و بنو حنیفة وثقیف۔

عرب کے شریر ترین قبائل میں سے بنوامیہ و بنو حنیفہ و ثقیف ہیں۔

۶۔ موصوف اسی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ:
حدیث صحیح میں ہے جس کو حاکم نے شرائط صحیح مسلم و صحیح بخاری کے مطابق کہا کہ:

کان ابغض الاحیاء اوالناس الیٰ رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم بنوامية۔

سب قبیلوں یالوگوں سے زیادہ دشمن رسولؐ اللہ کے نزدیک بنوامیہ تھے۔

۷۔ موصوف ہی اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

واخرج ابن منده وابو نعیم عن عمر ان بن جابر الیمانی وابن قانع عن سالم الحضرمی قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ویل لبنی امية ویل لبنی امية ویل لبنی امية۔

ابن مندہ وابو نعیم نے عمران بن جابر یمانی سے اور ابن قانع نے سالم حضرمی سے نقل کیا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ویل (ویل جہنم کے ایک سخت ترین مقام کا نام ہے) ہے بنوامیہ کے لئے ویل ہے بنوامیہ کے لئے ویل ہے بنوامیہ کے لئے۔

۸۔ موصوف ہی اسی کتاب کے ص۱۰۶ پر نقل کرتے ہیں کہ:

نعیم بن حماد فی الفتن عن بجالة قال قلت

لعمران بن حصین رضی الله تعالیٰ عنه حدثنی من ابغض الناس الیٰ رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال تکتم علی حتیٰ اموت قلت نعم قال بنو امیة وثقیف و بنوحنیفة۔

نعیم بن حماد نے فتن میں بجالہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ یہ بیان کیجئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سب سے زیادہ کن لوگوں کو دشمن رکھتے تھے اس نے کہا جب تک میں زندہ رہوں چھپاؤ گے میں نے کہا ہاں تو اس نے کہا بنوامیہ وثقیف وبنو حنیفہ۔

۹۔ موصوف ہی اسی صفحہ پر لکھتے ہیں:

اخرج نعیم بن حماد فی الفتن عن ابن مسعود رضی الله عنه قال ان لکل دین اٰفة واٰفة هذ الدین بنوامیة۔

نعیم بن حماد نے فتن میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے ہر دین کے لئے آفت ہے اور اس دین کی آفت بنوامیہ ہیں۔

۱۰۔ ابو نعیم نے بعینہ یہی روایت حضرت علی علیہ السلام سے نقل کی ہے فرق صرف یہ ہے کہ اس میں دین کے بجائے امت ہے۔

۱۱۔ موصوف ہی تحریر کرتے ہیں کہ:

ایضا عنه علیه السلام انه قال الا ان اخوف

الفتن عندی فتنة بنی اُمية انها فتنة عمياء مظلمة۔

نیز حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ خوف ناک فتنہ بنوامیہ کا فتنہ ہے اس لئے کہ یہ اندھا اور تاریک فتنہ ہے۔

۱۲۔ موصوف اسی صفحہ پر تحریر کرتے ہیں کہ:

واخرج نعیم بن حماد و الحاکم فی المستدرك عن ابی سعید رضی الله عنه عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم انه قال ان اهل بیتی سیلقون بعدی من امتی قتلا وتشریدا ان اشد قومنا لنا بغضا بنوامية وبنوالمغيرة وبنو مخزوم۔

نعیم بن حماد نے اور حاکم نے مستدرک میں ابو سعید رضی اللہ عنہ سے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ میرے بعد میری اُمت کے ہاتھوں میرے اہل بیتؑ کو قتل اور گھر سے باہر نکال دیئے جانے سے سابقہ ہوگا ہماری قوم کو سب سے زیادہ دشمن بنوامیہ وبنو مغیرہ وبنو مخزوم رکھتے ہیں۔

۱۳۔ موصوف ہی رقم فرماتے ہیں:

واخرج الحاكم وصححه على شرط الشيخين عن ابی برزة ان ابغض الاحياء او الناس الی رسولؐ الله بنوامية۔

حاکم نے روایت کیا ہے اور شرائط مسلم و بخاری کے مطابق صحیح کہا ہے کہ ابو برزہ کہتے ہیں کہ سب قبیلوں یا سب لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض رسولؐ اللہ کے نزدیک بنوامیہ تھے۔

۱۴۔ موصوف ہی قلمبند کرتے ہیں کہ:

واخرج الخطیب عن المسعد بن مخرمة قال قال عمربن الخطاب لعبد الرحمن ابن عوف رضی الله عنهما الم يكن فيما فقرأ قاتلوا في سبيل الله أخر مرة كما قاتلتم اول مرة قال متىٰ ذالك قال اذا كانت بنوامية الامراء وبنو مخزوم والوزراء۔

خطیب نے مسعد بن مخرمہ سے نقل کیا کہ عمر بن خطاب نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما نے کہا کہ آیا جو کچھ ہم پڑھا کرتے تھے اس میں یہ نہ تھا کہ خدا کی راہ میں آخری مرتبہ جنگ کرنا جس طرح پہلی مرتبہ جنگ کی تھی عبدالرحمٰن نے کہا یہ کب ہوگا تو عمر نے کہا جب بنوامیہ بادشاہ اور بنو مخزوم وزیر ہوں گے۔

۱۵۔ موصوف ہی تحریر فرماتے ہیں کہ:

اخرج ابن عساكر عن ابى ذر رضى الله عنه عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم انه قال اذا بلغت بنوامة اربعين رجلا اتخذوا عباد الله خولا ومال الله دخلا وكتاب الله دغلا۔

ابن عساکر ابوذر رضی اللہ عنہ سے اُنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا کہ جب بنوامیہ چالیس مرد ہو جائیں گے تو بندگان خدا کو غلام مال خدا کو آمدنی کتاب خدا کو مکر و فریب قرار دیں گے۔

بنواُمیہ کے ہاتھوں شریعت کی تباہی

بنو اُمیّہ کی مذمت کی آیات واحادیث کے تحریر کرنے کے بعد ضرورت ہے کہ ہم اس بات کا جائزہ لیں کہ اس قرشی دور حکومت میں احکام شرعیہ کی کیا حالت تھی اس لئے کہ علامہ بخاری کی وہ روایت جسے ہم نے ص ۲۳ پر تحریر کیا ہے اس میں سرور دوجہاں صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا یہ قول بھی مذکور ہے کہ:

هلاك امتى على يدى اغلمة من قريش۔

میری امت کی ہلاکت بنوامیہ کے لڑکوں کے ہاتھوں ہو گی

صحیح مسلم میں ہے کہ:

هلاك امتى بيد هذا الحى۔

میری امت کی ہلاکت اس قبیلہ (بنوامیہ) کے ہاتھوں ہو گی۔

حاکم وابن عساکر نے روایت کی ہے کہ جناب ابوذر کہتے ہیں کہ جنابِ رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

اذا بلغت بنواميه اربعين رجلا اتخذوا عبادالله

خولا ومال الله دخلا وكتاب الله دغلا (نصائح الکافیہ ص ۱۰۵)

جب بنوامیہ کے چالیس مرد ہو جائیں گے تو بندگان خدا کو غلام، مال خدا کو آمدنی، کتاب خدا کو مکر و فریب قرار دیں گے۔

حضرت کا یہ قول بطور پیشین گوئی ہے ظاہر ہے اگر یہ پیشین گوئی سچی نہیں اترتی تو آپ کی نبوت باقی نہیں رہتی حالانکہ مسلمانوں میں یہ چیز مسلّم ہے کہ آپ سچے نبیؐ تھے اور نبی کا صادق ہونا ضروری ہے۔

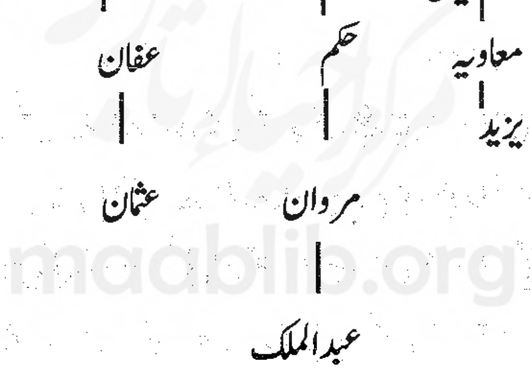
ہم نے جب ان احادیث و اخبار کی روشنی میں بنوامیہ کے دو حکومت کا جائزہ لیا تو یہ سب احادیث معیار صداقت پر پوری پوری اُترتی ہیں اس لئے کہ جس طرح بنواُمیہ کی پیش رو حکومتوں میں شریعت میں ردوبدل ہوا لوگوں کو غلام بنایا گیا مال اللہ کو اپنا ذاتی مال سمجھا گیا اس سے کہیں زیادہ بنوامیہ کے دور حکومت میں یہ امور انجام پذیر ہوئے ہم یہاں پر خلفاء بنوامیہ نے مسلمانوں اور شریعت پر جو ڈاکے ڈالے ہیں اُس کو بھی حوالہ کتب کے ساتھ قلمبند کریں گے۔

معاویہ و یزید نے جس طرح احکام شرعیہ کو تباہ و برباد کیا ہے اسے ہم اس سے قبل کے مجلدات میں تحریر کر چکے ہیں۔ مروان کا دور حکومت صرف دس ماہ رہا پھر اسے مملکت اسلامیہ پر پورا پورا تسلط بھی نہیں تھا پھر بھی اس کی اسلام دشمنی ہم تیسری جلد میں تحریر کر چکے اس لئے اس بحث کو ہم دور عبد الملک بن مروان سے تحریر کرتے ہیں۔ ہم جس خلیفہ کے دور کے مظالم لکھیں گے اسی کے ساتھ شریعت میں جو

ترمیم و تنسیخ کی ہے اُسے بھی قلمبند کرتے جائیں گے۔

ایک امر اور بھی قابل نظر ہے وہ یہ کہ عبدالملک حکم کا پوتہ تھا جس طرح مذمت بنو اُمیّہ کی حدیثیں کثرت سے پائی جاتی ہیں اُسی طرح حکم اور اس کی اولاد کی مذمت میں بھی احادیث واخبار کثرت سے کتب احادیث و تاریخ میں موجود ہیں۔ اس لئے بنوامیہ کی مذمت میں حکم اور اس کی اولاد داخل تھی ہی مگر اس کے ساتھ خصوصیت سے حکم اور اس کی ذریت کے لئے بھی مخصوص حدیثیں مرقوم ہیں اس لئے اُن کا دور حکومت طولانی اور اسلام دشمنی اور بُرائیوں سے لبریز ہوگا۔

یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے اس لئے ہم اس شجرۂ ملعونہ کا شجرہ بھی تحریر کئے دیتے ہیں۔



اس لئے مذمت بنو اُمیّہ کی حدیثیں امیہ کی کل اولاد کو اپنے دامن

میں لے لیں گی پھر حکم اور اس کی ذرّیت کی مذمت کی حدیثیں صرف حکم اور اُس کی اولاد کے لئے مخصوص ہوں گی ان کا اطلاق حرب و عفان کی اولاد پر نہیں ہوگا۔ اب آؤ احادیث کی روشنی میں دیکھیں کہ حضرتؐ نے حکم اور اُس کی اولاد کے لئے کیا ارشاد فرمایا ہے۔

ا۔ علامہ محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی صحیح (ص ۸۰۳) میں باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ھلاک امتی علی یدی اغلمۃ سفھاء میں فرماتے ہیں کہ:

حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدثنا عمرو بن یحیٰ بن سعید بن عمروبن سعید قال اخبرنی جدّی قال کنت جالسا مع ابی ھریرۃ فی مسجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ ومعنا مروان قال ابوھریرۃ سمعت الصدوق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم ھلکۃ امتی علی ایدی غلمۃ من قریش فقال مروان لعنۃ اللہ علیھم غلمۃ فقال ابوھریرۃ لوشئت ان اقول بنی فلان وبنی فلان لفعلت فکنت اخرج مع جدی الی بنی مروان حین ملکوا بالشام فاذا اراھم غلمانا احداثا قال لنا عیسیٰ ھؤلاء ان یکونوا منھم قلت انت اعلم۔

موسیٰ بن اسمٰعیل نے حدیث بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے عمرو بن یحیٰ بن سعید بن عمرو بن سعید نے حدیث بیان کی کہ مجھے

میرے جد نے خبر دی ہے کہ میں ابو ہریرہ کے ساتھ مسجد نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مدینہ میں بیٹھا تھا میرے ساتھ مروان بھی تھا کہ ابو ہریرہ نے کہا کہ میں نے صدوق مصدوق (نبی) صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے کچھ نو عمر لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی اس وقت مروان لعنۃ علیہ و علیہم نے کہا کہ مجھے ان لوگوں کے نام بتادو ابو ہریرہ نے کہا کہ اگر میں چاہوں تو بتا سکتا ہوں بنو فلاں و بنو فلاں تھے عمرو بن یحیٰی کہتا ہے کہ میں اپنے جد کے ساتھ بنو مروان کے شام پر حاکم ہو جانے کے بعد آتا تھا اور جب ہم اُن کے نوجوان اور الہڑ دیکھتے تھے تو مجھ سے عیسیٰ کہتا تھا ہو سکتا ہے یہی وہ لوگ ہوں (جن کے بارے میں رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے) تو میں نے کہا کہ تم مجھ سے بہتر جانتے ہو۔

۲۔ علامہ کمال الدین محمد بن موسیٰ بن عیسیٰ مصری شافعی دمیری متوفی ۸۸۸ھ کتاب حیاۃ الحیوان ج ا میں فرماتے ہیں کہ:

عن مسلم الربعی عن العلا عن ابیه عن ابی هریرة قال النبیؐ رأیت فی منامی کان بنی الحکم بن ابی العاص ینزون علی منبری کما ینز القرود فما رؤی النبیؐ مستجمعاً ضاحکا حتیٰ مات۔

مسلم ربعی علا سے روایت کرتا ہے وہ اپنے باپ سے نقل کرتا

ہے کہ ابوہریرہ نے بیان کیا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا حکم بن ابی العاص کی اولاد میرے منبر پر اس طرح اُچک رہی ہے جس طرح بندر اُچکتے ہیں اس خواب کے بعد حضرت مرتے دم تک ہنستے نہیں دیکھے گئے۔

ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ معروف بحاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۹ھ نے مستدرک میں کہا ہے کہ مسلم کے شرائط کے مطابق حدیث صحیح ہے۔

مصنف کہتا ہے کہ بعینہٖ اسی طرح کی حدیث ہم اس سے قبل بنواُمیہ کے لئے عموماً تحریر کر چکے ہیں جو اس حدیث کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ اولاد حکم بھی تو بنوامیہ کی فرد ہیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعینہٖ یہی خواب بنوامیہ کے لئے دیکھا ہو اور دوبارہ بنو حکم کے لئے دیکھا ہو۔ علیحدہ علیحدہ راویوں کا اس خواب کا نقل کرنا بھی اسی کو ظاہر کرتا ہے چنانچہ جس میں بنوامیہ کے لئے ہے اُس کے راوی جناب ابوذر ہیں۔

اور ایک روایت کے راوی سعید بن مسیّب ہیں جس کو ابن ابی حاتم وابن مردویہ اور بیہقی نے "دلائل النبوۃ" میں اور ابن عساکر نے نقل کیا ہے روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

عن سعید بن المسیب قال رای النبی صلی الله علیه

وآله وسلم بنی امیة علی منابرهم فسائه ذلك فاوحی الله الیه انما هی دنیا اعطوها فقرت عینه وهو قوله تعالیٰ وما جعلنا الرؤیا التی اریناك الا فتنة للناس۔

سعید بن میسّب کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنوامیہ کو اپنے منبروں پر دیکھا کہ وہ اُچک رہے ہیں حضرتؐ کو یہ ناگوار گزرا تو خداوند عالم نے آپؐ کے پاس وحی بھیجی کہ یہ دنیا ہے جو اُن کو دی گئی ہے اس سے حضرتؐ کی آنکھیں خنک ہو گئیں اور آپؐ خوش ہو گئے اور اسی کے لئے خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ ہم نے نہیں قرار دیا ہے اس خواب کو جسے آپؐ کو دکھایا ہے مگر لوگوں کے لئے فتنہ۔

دوسری روایت کے راوی ابوہریرہ ہیں وہ معاویہ کے دوست و وظیفہ خوار بھی تھے اور معاویہ ان سے خصوصیت کے ساتھ حدیث گڑھنے کا کام بھی لیتا تھا اس لئے ہو سکتا ہے حضرتؐ نے بنوامیہ فرمایا ہو اور ابوہریرہ نے معاویہ اور اس کی اولاد اور عفان کی اولاد کے بچانے کے لئے بنوامیہ کے بجائے بنوالحکم کر دیا ہو اور وہ اس کام میں بڑے مشاق اور جری و دلیر بھی تھے۔

۳۔ علامہ ابن عقیل مذکور النصائح الکافیہ میں فرماتے ہیں کہ علامہ ابن حجر نے تطہیر الجنان میں سند صحیح سے عبداللہ ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ:

انه صلی الله علیه وآله وسلم قال لیدخلن السّاعة علیکم رجل لعین فوالله مازلت اتشرف داخلا وخارجاً

حتیٰ دخل فلان یعنی الحکم کما صرحت به روایت احمد۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابھی ابھی ایک لعین شخص تم لوگوں کے پاس آئے گا خدا کی قسم ہر آنے جانے والے کو ہم دیکھتے رہے یہاں تک کہ فلاں یعنی حکم داخل ہوا جیسا کہ احمد کی روایت میں اس کی صراحت موجود ہے۔

۴۔ موصوف ہی فرماتے ہیں کہ:

ان الحکم مر علي النبي صلی الله علیه وآله وسلم بالحجر فقال ویل لامتی مما فی صلب هذا۔

حکم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے مقام حجر سے گزرا تو آپؐ نے فرمایا کہ میری امت کے لئے ویل ہے ان سے جو اس شخص کے صلب میں ہیں۔

۵۔ موصوف ہی تحریر فرماتے ہیں کہ

ان الحکم استاذن علی النبی صلی الله علیه وآله فعرفه فقال ایذنو فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین وما یخرج من صلبه یشرفون فی الدنیا ویتذللون فی الاخرة ذو مکر وخدیعة الا الصالحین منهم قلیل ماهم۔ (یہ روایت حیٰوۃ الحیوان ج ۱ ص ۵۳ پر بھی اختلاف الفاظ کے ساتھ موجود ہے لیکن معنی ایک ہی ہیں)

حکم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی حضرتؐ نے اسے پہچان لیا اور ارشاد فرمایا کہ اسے اجازت دے دو اس پر اللہ ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے جو چیز اس کے صلب سے نکلے گی وہ دنیا میں صاحب شرف ہوں گے لیکن آخرت میں ذلیل و خوار ہوں گے وہ مکار دھوکا باز ہوں گے صرف اس سے ان میں کے صالح افراد محفوظ ہوں گے اور وہ بہت تھوڑے ہیں۔

ہم یہاں صرف پانچ حدیثوں پر اکتفاء کرتے ہیں اگر کتب حدیث میں تلاش کی جائیں تو کثرت سے حدیثیں اولاد حکم کی مذمت میں ملیں گی۔

ظاہر ہے جب اولاد حکم کے لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فرما گئے ہیں پھر امت محمدی کو دین مذہب اور شیعوں کو اُن سے کیا بھلائی پہونچ سکتی ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام جن کا دورِ امامت تقریباً بیس برس زمانہ بنوامیہ میں تھا اور آپؑ اسی دور میں پیدا ہوئے اور وفات بھی پائی اس لئے ان کے مظالم و ستم آرائیوں کو عمر بھر دیکھتے رہے آپؑ ایک مقام پر اپنے بعض اصحاب سے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

قریش کے جور و ستم ہم پر ہوئے اور جس طرح انہوں نے ہم پر غلبہ حاصل کرنا چاہا ہمارے شیعوں اور محبوں کو جو بھی مظالم برداشت کرنا پڑے وہ بہت سخت و عظیم ہیں۔ جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رحلت فرمائی تو آپؐ یہ خبر دے چکے تھے کہ خلافت و امامت کے لئے ہم ہی سب سے اولیٰ و بہتر تھے لیکن قریش نے ہم سے

روگردانی کی اور خلافت کو اس کے محل و معدن سے نکال لیا۔ انصار کے مقابلہ میں ہمارے حق پر ہماری ہی دلیلیں پیش کر کے کامیابی حاصل کی اس کے بعد قریش کے لوگ یکے بعد دیگرے خلافت پر قابض رہے یہاں تک کہ جب خلافت ہم تک پلٹ کر آئی تو قریش کے کچھ لوگوں نے ہماری بیعت کو توڑ دیا۔ ہمارے خاندان کا جو خلیفہ وقت تھا برابر زحمتوں تکلیفوں میں مبتلا رہا یہاں تک کہ قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد حسن علیہ السلام کی بیعت کی گئی آپؑ سے عہد و میثاق کیا گیا اس کے بعد ان سے غداری و مکاری کی گئی آپؑ کے پہلو پر اہل عراق نے خنجر سے حملہ کر دیا۔ چھاؤنی لوٹ لی گئی آپؑ کے کنیزوں کے خلخال تک اُتار لئے گئے مجبوراً آپؑ نے معاویہ سے مصالحت کر کے اپنے اور اپنے اہلبیتؑ کو بچالیا جن کی تعداد بہت تھوڑی سی تھی اس کے بعد اہل عراق کے بیس ہزار افراد نے بیعت کی پھر غداری کی آپؑ کی بیعت ان کی گردنوں پر تھی لیکن پھر بھی خروج کیا۔ اس کے بعد ہم اہلبیتؑ برابر ذلیل کیئے جاتے رہے ظلم و ستم کیا جاتا رہا۔ دور کیا جاتا رہا۔ شدائد کیئے جاتے رہے نہ ہمارا خون محفوظ تھا نہ ہمارے دوستوں اور شیعوں کا خون محفوظ تھا۔

اس موقع پر جھوٹوں اور ہمارے حق کے منکروں کو موقع مل گیا چنانچہ انہوں نے ہر شہر میں جھوٹی حدیثیں گڑھ کر والیان حکومت اور بڑے قاضیوں اور عمال حکومت کے سامنے پیش کرنے لگے۔ چنانچہ لوگوں نے ان جعلی اور جھوٹی حدیثوں کو بیان کرنا شروع کیا اور ہماری

طرف ایسی ایسی باتوں اور کاموں کی نسبت دینے لگے جسے ہم نے نہ کیا تھا نہ کہا تھا یہ سب کچھ صرف اس لئے کرتے رہے تاکہ لوگ ہمارے دشمن ہو جائیں۔

(ان امور میں) سب سے عظیم اور بُرا دور اور سخت زمانہ امام حسنؑ کی موت کے بعد معاویہ کا دور حکومت تھا۔ اس زمانہ میں ہمارے شیعہ ہر شہر میں قتل کئے گئے۔ صرف شبہ اور بدگمانی پر ان کے ہاتھ پیر کاٹے گئے۔ حالت یہ ہوگئی تھی کہ جس کے لئے کہہ دیا جاتا تھا کہ ہم کو دوست رکھتا ہے یا ہمارے مخصوصین میں داخل ہے اُسے قید کر دیا جاتا تھا مال لوٹ لیا جاتا تھا گھر کھود ڈالا جاتا تھا۔ عبید اللہ ابن زیاد کے دور حکومت میں یہ بلائیں مصائب سختیاں ظلم و ستم زیادہ سے زیادہ ہوتے گئے۔

اس کے بعد حجاج کا زمانہ آیا اُس نے شیعوں کو ہر طرح سے قتل کیا۔ ہر بدگمانی و تہمت پر اُن کو گرفتار کیا حالت یہ ہوگئی تھی کہ اگر کسی کو شیعہ علیؑ کے بجائے کافر و زندیق کہا جاتا تھا تو وہ اُسے زیادہ پسندیدہ نظروں سے دیکھتا۔ بہت سے لوگ ایسے بھی تھے وہ ہو سکتا ہے کہ زاہد و متقی و پرہیزگار ہوں مگر وہ گزشتہ والیوں کے بارے میں بہت عظیم و عجیب غریب حدیثیں دوسرے لوگوں پر فضیلت دینے کے لئے بیان کرتے تھے حالانکہ نہ خدا نے ان میں یہ فضیلت ودیعت کی تھی نہ اُن میں وہ شرف تھا نہ اُن سے وہ فعل واقع ہوئے تھے لیکن وہ اُسے حق سمجھتا اس لئے کہ اُسے بہت سے افراد نے نقل کیا تھا جن کو وہ جھوٹا نہیں سمجھتا تھا نہ زہد و ورع و

تقویٰ میں کم جانتا تھا۔ (حالانکہ وہ حقیقت میں ایسے نہیں تھے)

علامہ محمد بن عقیل جو ایک سنّی محقق و عالم تھے النصائح الکافیہ ص ۱۱۷۔۱۱۸ پر امام محمد باقر علیہ السلام کے اس قول کو نقل کرنا بتاتا ہے کہ ان کے نزدیک حضرتؑ کا یہ ارشاد گرامی بالکل صحیح و درست ہے۔

ایک ایسے سنی محقق کا یہ تحریر کرنا فرقۂ حقۂ اثنا عشریہ کے برحق ہونے کی دلیل ہے اس لئے کہ اس سے خلفاء ثلاثہ کی خلافت کی بنیادیں ہل جاتی ہیں اور سُنّیت کا اچھی طرح استیصال ہو جاتا ہے۔

اس تمہید کے بعد ہم شیعوں پر مظالم عبدالملک بن مروان اور دیگر خلفاء بنو اُمیّہ کو نقل کرتے ہیں۔

دَورِ حکومتِ عبدُالملک ابن مروان متوفی ۸۶ھ میں شیعوں پر مظالم

قبل اس کے کہ ہم مظالم عبدالملک بن مروان کو تحریر کریں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کی سیرت اور کردار پر روشنی ڈال دی جائے۔ عبدالملک خلافت سے پہلے جب تک مدینہ میں تھا بڑا عابد و زاہد و متقی تھا عجلی کا قول کہ گندہ دہن بھی تھا۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۵۰)

خلفاء میں سب سے پہلے جس نے بخل شروع کیا عبدالملک تھا اسی لئے لوگ اسے "رشح الحجارہ" (پتھر سے پانی نکالنا) کہتے تھے بخل کے

سبب سے اس کی کنیت ابوالربان بھی تھی اسی نے مسلمانوں کے ساتھ سب سے پہلے غداری (ہم نے اسے تاریخ الخلفاء سے اہل سنت والجماعت کے نقطۂ نظر سے تحریر کیا ہے شیعی نقطہ نظر سے نہیں لکھا ہے) کی خلفاء کے سامنے گفتگو سے منع کیا امر بالمعروف کی ممانعت کر دی۔ (تاریخ الخلفاء سیوطی ۱۵۲)

عبدالملک جھوٹ بھی بولتا تھا (تاریخ الخلفاء سیوطی ۱۵۲)

ابن عائشہ کا قول ہے کہ جب عبدالملک خلیفہ ہوا تو اس کی گود میں قرآن تھا (وہ اُسے پڑھ رہا تھا) اسے بند کر کے اس سے کہا کہ یہ میری اور تیری آخری ملاقات ہے۔ (حیٰوۃ الحیوان ج۱ ۵۵)

۷۵ھ میں عبدالملک حج کے لئے آیا بعد حج وارد مدینہ ہوا حمد و صلوۃ کے بعد منبر پر خطبہ میں کہا کہ:

اما بعد فلست بالخليفة المستضعف يعنى عثمان ولا الخليفة المداهن يعنى معاويه ولا الخليفة المافون يعنى يزيد الاوان من كان قبلى من الخلفاء كانون يأكلون ويطعمون من هذه الاموال الاوانى ولاادرى دواء هذه الا بالسيف حتىٰ يستقيم لى فيأتكم تكلفوننا اعمال المهاجرين ولا تعلمون مثل اعمالهم فلن تزدادوا الا عقوبة حتىٰ يحكم السيف بيننا وبينكم هذا عمرو بن سعيد قرابته وموضعه موضعه قال براسه هكذا

فقلنا باسیافنا هکذا الا وانا نحمد لکم کل شیٔ الا وثوبا علی امیر اونصب رایة الاوان الجامعة التی جعلنها فی عنق عمرو بن سعید عندی والله لایفعل احد فعله الا جعلتها فی عنقه والله لایامرنی احد بتقوی الله بعد مقامی هذا الا ضربت عنقه ثم نزل۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۲)

میں کمزور خلیفہ عثمان نہیں ہوں نہ مکار خلیفہ معاویہ ہوں نہ بدکار بے دین خلیفہ یزید ہوں مجھ سے پہلے جو خلفاء تھے وہ ان مالوں سے خود کھاتے اور دوسروں کو کھلاتے تھے میں تو اس مرض کی دوا صرف تلوار کو جانتا ہوں تاکہ میرے اور تمہارے (فیٔ) غنیمت کے مال درست ہو جائیں تم لوگ ہم سے تو چاہتے ہو کہ مہاجرین کی طرح عمل کریں لیکن تم خود ان کی طرح عمل نہیں کرتے ہو اس کے سبب سے تم اچھی طرح سزا کے مستحق ہوتے جاتے ہو (یہ بات اس وقت تک رہے گی جب تک) ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ نہ کردے۔ یہ عمرو بن سعید اس کو قریبی قرابت حاصل تھی اس کی منزلت بھی معلوم تھی اس نے اپنے سر سے اس طرح کہا (یعنی اطاعت سے انکار کیا) ہم نے اپنی تلواروں سے اس طرح کہا یعنی قتل کردیا۔ میں تم سے ہر چیز کو اچھی نظر سے دیکھوں گا لیکن کسی امیر پر حملہ یا جنگ کے لئے جھنڈا بلند کرنا ہرگز برداشت نہ کروں گا۔ وہ ہتکڑی بیڑی طوق جو میں نے عمرو بن سعید کی گردن اور

ہاتھ پیر میں ڈالی تھی اب بھی میرے پاس ہے جو شخص بھی اس کا سا کام کرے گا میں اس کی گردن میں ڈال دوں گا یہ کہہ کر وہ منبر سے اُتر آیا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۲)

ناظرین عبدالملک کے اس خطبہ سے اچھی طرح اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ کیسا جبار و شقی و سرکش تھا۔ نہ اُسے خدا اور رسولؐ کے احکام کا پاس و لحاظ تھا نہ ذرّہ برابر اس میں انسانیت تھی اس ظالم کی جرأت و شقاوت تو دیکھئے کہ جس منبر سے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم زہد وورع و تقویٰ ورحم و کرم درافت وخدا ترسی و عدل وداد کا حکم دیتے تھے اہل مدینہ کو ڈرانے دھمکانے سے منع کرتے تھے اسی پاک وپاکیزہ و متبرک منبر پر بیٹھ کر یہ جابرانہ خطبہ ساکنین جوار صاحب خلق عظیم کے سامنے پڑھ رہا ہے اور مہاجرین وانصار و تابعین چپ چاپ سُن لیتے ہیں اور ایک حرف زبان پر نہیں لا سکتے ہیں۔

اربابِ دیانت بتائیں ایسے شخص کو کون شخص خلیفۃ المسلمین وواجب الاطاعت مان سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بعد وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجماع کے ذریعہ سے خلیفہ معین کرنے کا یہ نتیجہ ہے۔

اس طرح تو خالص دنیادار بادشاہ بھی اپنی رعیت سے خطاب نہیں کر سکتا ہے۔ یہ بھی عجیب بات ہے کہ قرآن مجید و شریعت تو امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو واجب قرار دے۔ قرآن مجید کی صدہا آیتیں تقویٰ کا حکم دیں اور امیر المومنین خلیفۃ المسلمین فرماتے ہیں اب جو مجھے

تقویٰ کا حکم دے گا میں اُس کی گردن اڑا دوں گا۔ پھر بھی مسلمان اُن کو اولوالامر کہتا ہے اور ارادت مند ہے۔ یہ وہ شخص ہے جس کی سیہ کاریوں نے علامہ سیوطی کو یہ لکھنے پر مجبور کر دیا کہ:

لولم یکن من مساوی عبد الملك الا الاحجاج وتولیته ایاه علی المسلمین وعلی الصحابة یمنهم ویذلهم قتلاً وضربا وشتما وحبسا وقد قتل من الصحابة واكابر التابعین مالا یحصیٰ فضلا عن غیرهم وختم فی عنق انس وغیره من الصحابة یرید بذلك ذلهم فلا رحمه ولاعفا عنه۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۴)

اگر عبدالملک کی برائیوں میں سوائے حجاج اور اُس کو مسلمانوں اور صحابیوں پر حاکم بنانے کے اور کچھ نہ ہوتا (جب بھی وہی کافی تھا اس لئے کہ وہ) ان کو قتل کر کے مار کے گالی دے کر قید کر کے ذلیل وخوار ورُسوا کرتا تھا۔ اس نے صحابہ و بڑے بڑے تابعین میں سے بے شمار لوگوں کو قتل کیا چہ جائیکہ ان کے غیر لوگ اسی نے انس اور اُن کے علاوہ دوسرے صحابہ کی گردن پہ مہر لگا دی تھی اور اس سے اس نے ان کی تذلیل وتوہین کا قصد کیا تھا پس خدا نہ اُس پر رحم کرے نہ معاف کرے۔

حجاج بن یوسف کو عبدالملک بے حد دوست رکھتا تھا یہ ظالم اس کا بڑا مقرب تھا۔ وہ حجاج کے جملہ فواحش و فسق وفجور و قتل غارت و ظلم و ستم کو پسندیدہ نظروں سے دیکھتا تھا۔ اسی لئے مرنے کے وقت خاص طور

سے اپنے بیٹے ولید کو حجاج کے لئے حسب ذیل الفاظ میں وصیت کی:

وانظرالی الحجاج فاکرم هو الذی وطالکم المنابر وهو سیفك یا ولید ویدك علی من ناواك فلاتسمعن فیه قول احدانت الیه احوج منه الیك۔(تاریخ الخلفاء ص ۱۵۴)

حجاج پر نظر عنایت رکھنااور اس کا اکرام کرنا اس لئے کہ یہی وہ شخص ہے جس نے تمہارے لئے منبر کو درست کیا۔ اے ولید وہی تیری تلوار اور ہاتھ ہے اس لئے اُس کے بارے میں جو تیری مخالفت کرے تو اس کی بات بھی نہ سننا۔ اس لئے کہ تو جتنا حجاج کا محتاج ہے حجاج اس قدر تیرا محتاج نہیں ہے۔

بیٹے کو عبدالملک کی یہ وصیت بتاتی ہے کہ حجاج نے اس کے زمانۂ حکومت میں صحابہ و تابعین و عباد وزہاد و صلحاء پر جتنے ظلم ڈھائے تھے وہ اُنہیں پسندیدہ نظر ہی سے نہیں دیکھتا تھا بلکہ سمجھتا تھا اس کی سطوت ورعب ودبدبہ حکومت وخلافت صرف حجاج ہی کے سبب سے قائم تھا اگر اس کا ظلم وجور و تشدد نہ ہوتا تو نہ اس کی سلطنت قائم رہتی نہ منبر پر جگہ ملتی نہ خطبہ میں اس کا نام لیا جاتا۔

تاریخ الخلفاء میں علامہ سیوطی ہی عبدالملک بن مروان کے اولیات کو تحریر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اول من غدر فی الاسلام واول من نهی عن الکلام بحضرت الخلفاء واول من نهیٰ عن الامر بالمعروف۔

عبدالملک ہی پہلا شخص تھا جس نے اہل اسلام سے غداری کی اُسی نے سب سے پہلے خلفاء کی موجودگی میں کلام سے منع کیا اسی نے سب سے پہلے امر بالمعروف (نیکی کا حکم) کرنے سے منع کیا۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۵۲)

ناظرین انصاف کریں جب خلیفۃ المسلمین غداری کریں' اپنی موجودگی میں کلام کرنے سے منع کریں نیکی کا حکم دینے سے روک دیں تو پھر اسلامی تعلیمات کا محافظ و مروج کون ہوگا اہل اسلام کو ان امور کا حکم کون دے گا۔

اولیات عبدالملک کو جب ہم کتاب اللہ و سنت نبی کریم کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو عیاں ہو جاتا ہے کہ یہ اس کے بالکل منافی اور صریح خلاف ورزی تھی۔ یہ سب سقیفہ بنی ساعدہ کی خلافت سازی اور اہل بیت طاہرینؑ کو ان کے منصب سے ہٹانے کا نتیجہ ہے۔

شیعوں پر سخت ترین مظالم و شدائد

عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت میں جہاں قرآنی احکام مٹ رہے تھے شریعت تباہ ہو رہی تھی مسلمانوں کی جان و مال و آبرو خطرے میں تھی اس دور میں شیعوں پر کیا گزرتی تھی کس عالم میں وہ مملکتِ اسلامیہ میں بسر کر رہے تھے یا اُنہیں بھی بالائے زمین و زیر آسمان متمدن شہروں ہرے بھرے باغات وسیع صحراء میں اطمینان کی سانس

لینے کی اجازت تھی یا نہیں۔ اسے آپ اس بات سے سمجھ سکتے ہیں کہ جو خلیفہ سنی مسلمانوں کا نہیں جن کی بیعت پر خلافت کا کاروبار چل رہا تھا تو وہ شیعوں کا کیا ہو سکتا تھا اس لئے کہ وہ اپنے خاندان کی اس مسند پر بیٹھا ہے جس کا تانا بانہ دشمنی امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے دھاگے سے تیار کیا گیا ہے جس کے پس منظر میں لاکھوں شیعوں کے خون کے مواج سمندر ہیں جس میں کشتی خلافتِ بنو امیہ بہتی چلی جا رہی ہے اس کشتی کے کھینے میں معاویہ بن ابی سفیان نے کہیں بسر بن ارطاۃ کی خونخوار تلوار سے کام لیا تھا کہیں زیاد و عبید اللہ بن زیاد کی خوں آشام تیغ لاکھوں شیعوں کا خون بہانے کے لئے آزاد کر دی تھی پھر کیا تھا اب ہر طرف شیعوں کے خون کی ندیاں بہنے لگیں۔

یزید بن معاویہ اپنے باپ سے بھی آگے بڑھ گیا اور اس نے تو سبطِ رسولؐ الثقلین امام حسین علیہ السلام کو مع حضرتؑ کے اعزاء و اقرباء و اصحاب کے علی الاعلان تین دن کا بھوکا پیاسا اس بے دردی سے قتل کیا اور آپؑ کے عیال و اطفال کو اس بے رحمی سے اسیر و مقید کیا کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ ظاہر ہے جب رسولؐ کا نواسہ بے دردی سے قتل کر دیا جائے اور وہ بھی مسلمانوں اور خلیفۃ المسلمین کے ہاتھوں تو پھر عام مسلمانوں کی جان و مال و آبرو کی کیا قیمت ہو سکتی ہے حرم رسولؐ و حرم خدا کی کیا عزت و توقیر باقی رہ سکتی ہے نتیجہ یہ ہوا کہ واقعہ کربلا کے بعد یزید اور اُس کے بعد آنے والے خلفاء کی جراٗتیں و

بے دینیاں بڑھتی گئیں اور مسلمانوں پر تباہی پر تباہی آتی گئی یہاں تک کہ عبدالملک بن مروان کے مظالم کی کوئی حد و انتہاء باقی نہیں رہی اس مطلب کو علامہ ابو حامد عبدالحمید بن ہبۃ اللہ مدائنی معروف بابن ابی الحدید معتزلی متوفی ۶۵۵ھ نے شرح نہج البلاغہ (ج ۳ ص ۱۶) میں بہترین انداز سے تحریر کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

پھر قتل امام حسین علیہ السلام کے بعد امور درہم برہم ہو گئے اور عبدالملک بن مروان بادشاہ ہو گیا اس نے شیعوں پر بڑی سختیاں کیں اور ان پر حجاج بن یوسف کو حاکم مقرر کیا۔ چنانچہ جو لوگ ظاہری طور سے عبادت گزار و نیکوکار و دیندار تھے اُنہوں نے اُس کے دربار میں تقرب کا ذریعہ حضرت علیؑ کی دشمنی اور ان کے دشمنوں سے دوستی اور ان لوگوں سے دوستی کو قرار دیا جو حضرت علی علیہ السلام سے بغض و عناد کے مدعی تھے چنانچہ ان (نمائشی) عابدوں' زاہدوں متقیوں نے دشمنان حضرت علیؑ کے (جھوٹے) فضل و شرف و مناقب اور کارناموں کو کثرت سے بیان شروع کیا۔ حضرت علیؑ کے لئے (جھوٹی) بُرائیاں اور آپؑ پر طرح طرح کے الزام لگانے لگے۔

حالت اتنی خراب ہو گئی تھی کہ ایک شخص حجاج کے سامنے آکر کھڑا ہوا کہا جاتا ہے کہ وہ اسمعی کا دادا عبدالملک بن قریب تھا اور اس سے پکار کر کہا کہ اے امیر میرے ماں باپ نے مجھ پر سخت ظلم کیا ہے کہ میرا نام علی رکھا ہے جس کے سبب سے میں فقر و فاقہ میں مبتلا ہوں۔ میں امیر کے جود

وسخا کا زیادہ محتاج ہوں یہ سن کر حجاج ہنسا اور کہا کہ تو نے مجھ سے تقرب کا بہترین وسیلہ اختیار کیا ہے اچھا جا میں نے تجھ کو فلاں مقام کا حاکم مقرر کیا۔

اس واقعہ سے ملتا جلتا واقعہ ابن عرفہ نے جو نطفویہ کے نام سے مشہور ہیں اپنی کتاب تاریخ میں نقل کیا ہے ابن عرفہ کا شمار بزرگ ترین علماء و محدثین میں ہے انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ:

صحابہ کے فضائل کی اکثر جھوٹی حدیثیں بنو اُمیہ کے زمانہ کی گڑھی ہوئی ہیں لوگ یہ جھوٹی روایتیں بنوامیہ سے تقرب حاصل کرنے کے لئے گڑھتے اور بناتے تھے اس لئے کہ بنوامیہ صحابہ کے لئے جھوٹی حدیثیں گڑھوا کر رواج دے کر یہ گمان کرتے تھے کہ اس سے بنو ہاشم کی توہین و تذلیل ہوتی ہے۔

دیندار و حق پرست ابن ابی الحدید کے اس قول پر غور کریں کہ جب دشمنی حضرت علیؑ میں عابد و زاہد و متقی و پرہیز گار یہ کر سکتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ سلم کی طرف ایسے اقوال کی نسبت دے دیں جو آپؐ نے نہ فرمائے ہوں۔ حضرت علیؑ جن کو چوتھا خلیفہ بھی مانتے ہوں ان پر (خاکم بدہن) تہمت لگائیں آپؑ کے عیوب و نقائص بیان کریں تو پھر اسلام کہاں رہا اور دیانت و امانت کہاں باقی رہ گئی۔

مظالمِ حجاج بن یوسف ثقفی

تختِ حکومت پر بیٹھتے ہی عبدالملک نے ایسے عمال کا انتخاب کیا جو

بڑے ظالم و جابر و سفاک تھے ان کے نزدیک کسی کا قتل کر دینا مکھی و مچھر مار دینے کے مانند تھا وہ خود اور اس کے عمال اس کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ مسلمانوں پر کیا گزر رہی ہے خلق اللہ کس عالم میں ہے ان کے پیش نظر صرف یہ تھا کہ عبد الملک خوش رہے ان کے اغراض و مقاصد پورے ہوتے رہیں خواہ دین تباہ ہو جائے احکام قرآنی معطل ہو جائیں شریعت فنا کے گھاٹ اُتر جائے۔ مسلمان موت سے ہم آغوش ہو جائیں۔ ہم یہاں پر پہلے اس کے درندہ صفت حکام کی فہرست پیش کرتے ہیں۔

علامہ کمال الدین دمیری مذکور حیٰوۃ الحیوان (ج ا ص ۵۵) میں تحریر کرتے ہیں کہ:

عبد الملک بڑا خونخوار تھا' لوگوں کا خون بہانے کے لئے بڑے بڑے اقدام کر بیٹھتا تھا اسی طرح اس کے کل عمال بھی تھے چنانچہ عراق میں حجاج خراسان میں مہلب بن ابی صفرہ' مصر میں ہشام ابن اسمٰعیل اور اس کا بیٹا' مغرب میں موسیٰ بن نصیر' یمن میں حجاج کا بھائی محمد بن یوسف' جزیرہ میں محمد بن مروان تھا یہ سب عمال بڑے ظالم خونخوار و مکار و دغاباز تھے۔

عبد الملک اور اُس کے عمال کے بارے میں یہ سب کچھ ابن خلکان نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے۔ جب عبد الملک خونخوار و درندہ صفت تھا تو پھر اس کے اعمال کی سفاکی و خونخواری کو کون بیان کر سکتا ہے۔

بہر حال یہ تاریخی حقیقت ہے کہ عبدالملک کی طرح اُس کے عمال بھی ظالم وسفاک و خونخوار تھے اور جس طرح وہ شیعیان حضرت علیؑ کو دشمن رکھتا تھا اسی طرح اس کے عمال بھی ان کو دشمن رکھتے تھے لیکن مؤرخین نے اپنی خیانت کے سبب سے تمام عمال کے شیعہ کش واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے صرف حجاج بن یوسف کے علیؑ دشمنی و شیعہ کش واقعات کو بہت اجمال کے ساتھ تحریر کیا ہے اس لئے ہم یہاں پر صرف اُس کے شیعوں پر مظالم و حضرت علی علیہ السلام سے دشمنی و بغض و عناد کو تحریر کرتے ہیں۔

ان ظالم حکام میں سب سے جابر و شقی و خونخوار حجاج بن یوسف ثقفی تھا یہ ظالم خونخوار ہونے کے ساتھ ساتھ حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور آپؑ کے اہلبیتؑ کو سخت دشمن رکھتا تھا ظاہر ہے کہ جب حضرتؑ کو دشمن رکھتا تھا پھر حضرتؑ کے شیعوں کو کیونکر دوست رکھ سکتا تھا یہی اسباب تھے جن سے اس سے جس قدر حضرت علیؑ سے دشمنی کا اظہار ہو سکا کرتا رہا اور چُن چُن کر شیعوں پر ایسے ظلم و جور کرتا رہا جن کے تصور سے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ہم جیسا کہ اپنی اس کتاب کے جلد دوم ص۲۶ سے ۵۰ تک لکھ چکے ہیں بنواُمیہ اور اُن کے عمال اسلام و بانیٔ اسلام کے دشمن تھے وہ چاہتے تھے کہ اسلام تباہ و برباد ہو جائے دین مسخ ہو جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام و نشان باقی نہ رہے لیکن ان کے اس

ارادہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے کارنامے فضائل و محامد اور شیعہ حارج تھے اس لئے دین کو مٹانے کی راہ میں اُن کے گمان میں جس قدر روڑے تھے وہ انہیں ہٹا دینا چاہتے تھے لیکن معاویہ کی طرح عبدالملک و حجاج و دیگر خلفاء و عمال بنو امیہ اسے علی الاعلان نہیں کہتے تھے بلکہ دل میں چھپائے ہوئے اسلام و بانی اسلام کو مٹاتے رہتے تھے لیکن انسان اپنا مقصود اصلی لاکھ چھپانا چاہے وہ پوشیدہ نہیں رہتا کبھی نہ کبھی زبان پر آہی جاتا ہے عمل سے ظاہر ہو جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ حجاج نے اسی لئے مدینۃ الرسول کی بے حرمتی کی اور حضرت رسولؐ کی قدر و منزلت گھٹانے کی کوشش کرتا رہا خانہ کعبہ پر گولہ باری کی حرم خدا و بیت اللہ کو خون سے پُر کر دیا۔ جیسا کہ محمد حنفیہ نے عبداللہ ابن زبیر کے جواب میں فرمایا ہے۔ (دیکھو شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ا ص ۳۵۸)

ہم یہاں پر پہلے حجاج کے اسلام ور سولؐ دشمنی کے واقعات کو اختصار کے ساتھ تحریر کرتے ہیں اس کے بعد اس لعین نے امیر المومنین علیہ السام کے مٹانے اور شیعوں پر جو مظالم کئے ہیں اُن کو تحریر کریں گے۔

کردار حجاج ابن یوسف

حجاج کی سیہ کاریوں کو تحریر کرنے سے پہلے یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ وہ کون تھا کب پیدا ہوا۔ کیسا ظالم و سرکش و بے دین تھا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو کیسا سمجھتا تھا۔

علامہ ابوالحسن بن حسین مسعودی متوفی ۳۴۰ھ کتاب مروج الذہب (ج ا ص ۹۴) میں حجاج کی پیدائش کے حالات میں لکھتے ہیں کہ:

حجاج کی ماں کا نام فارعہ تھا یہ پہلے حارث بن کلدہ کی زوجہ تھی اُس نے اسے طلاق دے دیا تو اُس سے حجاج کے باپ یوسف بن عقیل ثقفی نے نکاح کر لیا اس سے جب حجاج پیدا ہوا تو وہ بڑا بد صورت تھا اس کے پاخانے کا مقام نہیں تھا جس کے لئے سوراخ کیا گیا۔ حجاج پیدائش کے بعد اپنی ماں یا اور کسی کا دودھ نہیں پیتا تھا جس سے لوگ سخت پریشان تھے لوگ بیان کرتے ہیں کہ شیطان حارث بن کلدہ کی صورت میں آیا اور دریافت کیا کہ کیا خبر ہے لوگوں نے کہا کہ یوسف کے ایک بچہ فارعہ کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے وہ کسی کا دودھ نہیں پیتا ہے اس نے کہا کہ اس کے لئے سیاہ بکری کا یکسالہ بچہ ذبح کر کے اس کا خون چٹادو دوسرے دن پھر یہی کرو جب تیسرا دن ہو تو اس کے لئے سیاہ بکرا ذبح کرو اور اس کا خون چٹاؤ جب چوتھا دن ہو تو اُس کے لئے سیاہ سانپ ذبح کرو اس کا خون چٹاؤ اور اُس کے منھ پر ملو تو وہ ماں کا دودھ پینے لگے گا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے ابتدائی زمانہ میں بھی خونریزی بغیر صبر نہ کر سکتا تھا۔ حجاج خود بھی کہا کرتا تھا کہ مجھے سب سے زیادہ لذت خونریزی اور ان امور کے بجالانے میں ہوتی ہے جس کی طرف کسی نے اقدام نہ کیا ہو۔

جس ظالم کی ابتداء یہ ہو پھر اس سے جو کچھ بھی نہ سرزد ہو جائے کم ہے اس ظالم کی برائیاں تو اتنی ہیں کہ اگر ان سب کو یکجا کیا جائے تو ایک

اچھی خاصی کتاب ہو جائے۔ لیکن اگر ہم اس پر روشنی ڈالیں گے تو اصل موضوع تشنہ رہ جائے گا اس لئے اس کے معائب میں سے صرف بعض کو ہم ذکر کرتے ہیں جو تفصیل چاہتا ہو عقد الفرید اور دیگر تاریخوں کا مطالعہ کرے۔

پیغمبر اسلام کی توہین حجاج کے ہاتھوں سے

حجاج بن یوسف ایک آبرو باختہ فاسق وفاجر انسان تھا اس کو دین و مذہب سے کوئی تعلق نہیں تھا اسی سبب سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قدر و منزلت بھی اس ظالم کے نظر میں کچھ نہ تھی وہ ظالم جو کچھ سمجھتا تھا عبدالملک کو سمجھتا تھا وہ اس بات کو علی الاعلان بیان کرتا تھا۔

علامہ مسعودی مروج الذہب (ج ۲ ص ۱۰۴' البدایۃ والنہایہ ج ۹ ص ۱۳۱ پر بھی اختلاف الفاظ کے ساتھ یہ مرقوم ہے) میں نقل کرتے ہیں کہ:

ربیع بن خالد بیان کرتا ہے کہ میں نے حجاج کو منبر پر خطبہ پڑھتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ:

اخلیفة احدکم فی اهله اکرم علیه ام رسولهؐ فی حاجته۔

کیا تمہارے اہل وعیال کی ضروریات کے لئے تمہارا خلیفہ زیادہ کریم ہے یا اس کا رسولؐ؟

راوی واقعہ ربیع بن خالد کہتا ہے کہ جب میں نے حجاج کی زبان سے یہ

سنا تو قسم کھالی کہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا جب موقع ملے گا جنگ کروں گا چنانچہ دیر جماجم میں لشکر حجاج سے جنگ کرتے ہوئے قتل ہو گیا۔

حجاج کے اس قول کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ وہ ایک ظالم و جابر و سفاک و بے دین خلیفہ کو حضرت رحمۃ للعالمینؐ باعث خلقت افلاک و زمین سے زیادہ بہتر سمجھتا تھا اسی لئے یہ کفر آمیز کلمات زبان پر جاری کئے تھے حالانکہ کجا وہ ذات قدسی صفات جو حبیبِ کبریا ہو۔ جملہ انبیاء سے بہتر ہو جس کے طفیل میں زمین و آسمان خلق ہوں جس کا سینہ محلِ نزول قرآن ہو۔ جو بغیر وحی الٰہی کلام نہ کرتا ہو۔ خلاصۂ کائنات ہو۔ زمین و آسمان پر جس کی حکومت ہو ملائکہ جس کے تابع فرمان ہوں۔ خاتم النبیینؐ اور تاج المرسلین ہو صاحب معراج ہو اور کجا عبدالملک ایسا بے دین انسان جس کی سیہ کاری و بے دینی پر دفتر کے دفتر پُر ہیں جسے جب حکومت ملی تو قرآن سے کہا کہ میرے اور تیرے درمیان اب جُدائی ہے۔

عبدالملک کا یہ سگ ناپاک اہانت مدینہ اور سرور عالمؐ سرکار دو جہاں کے لئے کیا کہتا تھا اسے آپ علامہ احمد بن یحیٰی بن جابر بلاذری کی "انساب الاشراف" (ج ۵ ص ۳۷۴ 'یہ کتاب مسلم یونیورسٹی علیگڈھ شعبۂ عربی مطبوعات کے ۹۳۰ پر موجود ہے یہ وہ کتاب ہے جو محمود احمد عباسی مصنف خلافت یزید و معاویہ کے نزدیک بہت معتبر ہے اسی لئے انہوں نے اپنی اس تصنیف میں اس کے بہت سے اقتباسات کو نقل کیا ہے) میں ملاحظہ فرمایئے وہ تحریر کرتے ہیں کہ:

حدثنی محمد بن سعد عن الواقدی فی اسناده قال لما خرج حجاج من المدینة قال الحمد لله الذی اخرجنی من المدینة اهلها اخبث اهل واغشه لامیر المؤمنین واحسبده علی نعمة والله لولاماکان یاتینی من کتب امیر المؤمنین لجعلتها مثل جیف حمار اعواد یعوذون بها ورمة قد بلیت یقولون منبر رسولؐ الله وقبر رسولؐ الله فبلغ جابر بن عبدالله قوله فقال ان امامه مایسوئه قد قال فرعون ما قال ثم اخذ الله تعالیٰ بعد ما انظر۔

محمد بن سعد نے واقدی سے اپنے اسناد سے نقل کیا ہے کہ جب حجاج مدینہ سے معزول ہو کر چلا تو اُس نے کہا کہ خدا کا شکر کہ اس نے مجھے اس شہر سے نکال دیا جس کے رہنے والے بدبودار خبیث ترین ہیں امیر المومنین (عبدالملک) کے ساتھ زیادہ کھوٹ رکھتے ہیں اور اس کی نعمتوں پر زیادہ حسد کرتے ہیں خدا کی قسم اگر عبدالملک کے خطوط اہل مدینہ کے بارے میں نہ آتے رہتے تو میں ان کو گدھے کی کھال کی مانند کسی چیز میں بھر دیتا یہ لوگ سوکھی لکڑی اور ایک بوسیدہ جسم کے پاس آکر پناہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کا منبر ہے اور رسولؐ اللہ کی قبر ہے اس کے اس قول کی خبر جب جناب جابر کو پہونچی تو انہوں نے کہا یہ برائی اس کی نہیں ہے بلکہ اس کے امام

عبدالملک کی ہے جو اس نے کہا ہے وہی تو فرعون نے بھی کہا تھا پھر
خداوند عالم نے اسے مہلت دے کر اپنی گرفت میں لے لیا۔

ارباب انصاف بتائیں اس سے زیادہ سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور آپؐ کے منبر اور اہل مدینہ کی توہین یہ ظالم کیا کر سکتا تھا لیکن اس ظالم کا یہ قول سن کر جناب جابر بن عبداللہ انصاری نے کیا خوب ارشاد فرمایا کہ یہ حجاج نہیں عبد املک کا قول ہے جو فرعون صفت عبدالملک نے کہا تھا وہی یہ بھی کہہ رہا ہے یا اس قول کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ یہ عبدالملک کا پسندیدہ حاکم ہے اس لئے یہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس کا ذمہ دار اور سبب صرف عبدالملک بن مروان ہے اگر اس کا منشاء نہ ہوتا تو حجاج کی مجال نہ تھی کہ یہ کہہ سکتا۔

حجاج کے اس قول سے کہ:

کہنہ لکڑیوں بوسیدہ ہڈیوں کے پاس آکر یہ لوگ پناہ لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کا منبر اور قبر ہے۔

یہ راز سربستہ بھی کھل گیا کہ ہمارے زمانے کے وہابی قبر سرور عالمؐ کے لئے جو عقیدہ رکھتے ہیں آپؐ کے روضۂ مطہرہ کو جو وہ صنم اکبر کہتے ہیں آپؐ کی زیارت کو بدعت و کفر قرار دیتے ہیں ان کے یہ تمام عقائد ظالم وسفاک حجاج بن یوسف ہی سے ماخوذ ہیں آج سے تیرہ سو برس قبل جو حجاج اہانت سرکار دو جہاںؐ کے لئے کہہ گیا تھا اسی کے پس خوردہ اور چبائے ہوئے لقمہ کو ہمارے زمانے کے وہابی چبا اور دہرا رہے ہیں۔

حجاج کے ہاتھوں مدینہ کی توہین

ناظرین مصائب الشیعہ حصہ سوم ص ۲۳ تا ۲۱ میں ان اشخاص کی مذمت پڑھ چکے ہیں جو اہل مدینہ کو خوف زدہ کریں توہین وتذلیل کریں اختصار کے سبب سے ہم اس مضمون کے احادیث کو ترک کرتے ہیں لیکن یہ تاریخی حقیقت ہے کہ حجاج بن یوسف مدینہ واہل مدینہ کو دشمن رکھتا تھا اُن کی ایذارسانی کی پوری سعی وکوشش کرتا تھا۔

چنانچہ علامہ بلاذری انساب الاشراف (ج ۵ ص ۳۷۳) میں تحریر کرتے ہیں کہ:

فلما قدم المدینة اقام بھا شھرا اوشھرین فاساء باھلھا واستخف بھم وقال انتم قتلہ امیر المؤمنین عثمان۔

جب مدینہ آیا تو ایک یا دو مہینہ وہاں قیام کیا اور اہل مدینہ کے ساتھ بُرا سلوک کیا اور اُن کی تذلیل کی اور کہا کہ تم لوگ قاتل عثمان ہو۔

علامہ طبری تاریخ الامم (ج ۷ ص ۲۰۶) میں لکھتے ہیں کہ:

ثم انصرف الی المدینةفی صفر سنه ۷۴ھ فاقام بھا ثلاثة اشھر یتعبث باھل المدینة ویتعنتھم۔

پھر ماہ صفر ۷۴ھ میں مدینہ آیا اور وہاں تین ماہ قیام کیا وہ اہل مدینہ کو ستاتا تھا اور ان کو جھڑکتا تھا۔

جب اس کے مظالم کی اہل مدینہ نے عبدالملک سے شکایت کی تو

اس نے اسے مدینہ سے دوسرے مقام پر تبدیل کر دیا لیکن اپنے جانے کے وقت اہل مدینہ کے لئے جو کلمات استعمال کئے ہیں ہم انہیں اس سے قبل تحریر کر چکے اُن سے جہاں اہانت رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتی ہے مدینہ واہل مدینہ کی بھی توہین وتذلیل ہوتی ہے۔

حجاج ہی وہ ظالم ہے جس نے صرف اہل مدینہ کو ذلیل کرنے کے لئے اپنے فوج کے سپاہیوں کو اہل مدینہ کے گھروں میں اُن کے ساتھ رہنے کا حکم دے دیا تھا۔ اس سے پہلے کسی نے فوج کو رعیت کے ساتھ رہنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

حجاج کے ہاتھوں اہانت خانہ کعبہ

جس طرح حجاج کی نظر میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی قدر و منزلت نہیں تھی اسی طرح وہ اللہ سے بھی نہیں ڈرتا تھا۔ اگر اُسے اللہ کی ادنیٰ معرفت بھی ہوتی اللہ سے کچھ بھی ڈرتا ہوتا تو وہ خانہ کعبہ کی بے حرمتی نہ کرتا۔ اس پر آگ اور پتھر کے گولے نہ برساتا اس کی عمارت کو منہدم نہ کرتا۔ مسجد الحرام کے اندر مسلمانوں کو قتل نہ کرتا لطف یہ ہے کہ حجاج نے خانہ کعبہ پر جتنے مظالم کئے ہیں سب عبدالملک کے حکم واجازت سے اگر وہ نہ چاہتا تو حجاج کی کیا مجال تھی کہ اہانت خانہ کعبہ کر سکتا اللہ کے گھر پر آگ اور پتھر کے گولے برسا سکتا' مسلمانوں کو بے دردی سے قتل کرتا۔

علامہ ابو جعفر محمد جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ کتاب تاریخ الامم والملوک میں (ج ۷ ص ۱۹۵) ارشاد فرماتے ہیں:

۷۲ھ میں قتل مصعب بن زبیر کے بعد عبدالملک نے حجاج بن یوسف کو جنگ عبداللہ بن زبیر کے لئے مکہ روانہ کیا۔ حجاج دو ہزار فوج شامی لے کر ماہ جمادی میں روانہ ہوا اور مدینہ نہیں گیا بلکہ عراق کے راستوں سے سیدھا طائف پہونچا وہاں سے حِل اور مقام عرفہ پر برابر اپنی فوجیں بھیجتا تھا ادھر ابن زبیر بھی اپنا لشکر روانہ کرتا تھا دونوں فوجوں میں جنگ ہوتی تھی جس میں لشکر عبداللہ کو شکست ہوتی تھی۔ اور حجاج کا لشکر کامیاب طائف واپس آجاتا تھا عرصہ تک یہ جنگ جاری رکھنے کے بعد حجاج نے عبدالملک سے مکہ معظمہ کے محاصرہ اور حرم میں داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور تحریر کیا کہ عبداللہ بن زبیر کی طاقت ختم ہو گئی ہے اس کے تمام ساتھی چھوڑ کر چلے گئے ہیں اور یہ خواہش کی کہ اور فوج روانہ کی جائے چنانچہ عبدالملک نے اس کو اس کی اجازت دے دی اور اس خط کو پڑھتے ہی طارق بن عمرو کو تحریر کیا کہ وہ اپنی فوج کے ساتھ حجاج کی مدد کو پہونچ جائے۔ طارق پانچ ہزار کی فوج لے کر حجاج سے جاملا۔

علامہ بلاذری مذکور انساب الاشراف (ج ۵ ص ۳۶۰) میں فرماتے ہیں کہ:

طارق ذی قعدہ ۷۲ھ میں مدینہ آیا ابن زبیر کے عامل کو نکال

باہر کیا اور مدینہ پر ثعلبہ نامی ایک شامی کو حاکم مقرر کر کے خود حجاج سے جا ملا یہ شامی صرف اہل مدینہ کو غضب ناک کرنے کے لئے منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بیٹھ کر ہڈیاں توڑتا اور چوستا تھا مُخرمے کھاتا تھا۔

مصنف کتاب کہتا ہے:

اصل غرض اس ملعون کی منبر و صاحبؐ منبر کی اہانت و تذلیل تھی۔

ظاہر ہے کہ منبر رسولؐ کی اہانت ہر مسلمان کو ناگوار گزرے گی اسی لئے اہل مدینہ بھی اس سے سخت ناراض تھے عبدالملک کے دیگر حکام کی طرح یہ بھی بڑا ظالم و جابر انسان تھا۔ اب ہم پھر طبری کی روایت نقل کرتے ہیں:

حجاج طائف میں شعبان ۷۲ھ میں آیا تھا جب ذی قعدہ کا مہینہ آیا تو وہ اپنے پورے لشکر کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا اور چاہ میمون پر قیام کر کے پورے مکہ کا محاصرہ کر لیا۔ مکہ میں ابن زبیر محصور تھا اور حجاج نے لوگوں کے ساتھ حج کیا۔

طارق ماہ ذی الحجہ میں وارد مکہ ہوا لیکن خانہ کعبہ کا طواف نہ کر سکا' نہ خانۂ کعبہ تک پہونچ سکا حالانکہ احرام باندھے ہوئے تھا۔ اسلحہ جسم پر سجے ہوئے تھا عورتوں کے قریب نہیں جاتا تھا یہاں تک کہ عبداللہ ابن زبیر قتل ہو گیا۔

اس سال ابن زبیر اور اس کے ساتھی بھی حج نہیں کر سکے اس

لئے کہ عرفات پر حجاج کے قبضہ کے سبب سے وہ عرفات میں قیام نہیں کر سکا تھا بلکہ اپنے قربانی کے اونٹوں کو مکہ ہی میں ذبح کیا۔

علامہ بلاذری مذکور انساب الاشراف ہی میں تحریر کرتے ہیں کہ:

وقال الواقدی کتب الحجاج من الطائف الی عبد الملك یساله المدد ویستاذنه فی اقتال ابن الزبیر ودخول الحرم ویعلمه انه قد روی له فی منامه وانه فی فسحة من امره فاذن له فی ذٰلك۔

واقدی کہتا ہے کہ حجاج نے طائف سے عبد الملک سے اجازت طلب کی وہ ابن زبیر کا محاصرہ کرے اور حرم میں داخل ہو جائے اور اُسے یہ بھی بتایا کہ اُسے یہ خواب میں دکھایا گیا ہے اور یہ اجازت بھی لی کہ اُسے حرم کے بارے میں پورا پورا اختیار دے دے جو چاہے کرے۔

(ابو حنیفہ دینوری متوفی ۲۸۱ھ یا ۲۸۲ھ یا ۲۹۰ھ نے بھی اخبار الطوال کے ص ۳۰۴ پر لکھا ہے کہ مکہ پر حملہ کی اجازت عبد الملک نے دی تھی)

اللہ اکبر کس قدر ظالم ہے حجاج اور کتنا بے دین ہے عبد الملک کہ حرمتِ حرم و خانہ کعبہ کا کوئی لحاظ ہی نہیں ہے اسی کے ساتھ دامن عبد اللہ ابن زبیر بھی اس سے پاک نہیں ہے اس لئے کہ حرمت کعبہ کو بچانے کے لئے اپنا مرکز جنگ کسی اور مقام کو بنانا چاہئے تھا۔

عبد الملک خانہ کعبہ پر جس حملہ کی اجازت دے رہا ہے ہم جب اُسے

تاریخ شریعت اور سیرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ شریعت اور سیرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم غرض کسی کی رو سے بھی حرمت حرم و حرمت خانۂ کعبہ کو زائل کرنے کو جائز نہیں قرار دیا جا سکتا۔

جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ۸ھ میں مکہ کو فتح کیا تو آپؐ نے اپنی پوری فوج کو جس کی تعداد دس ہزار تھی امن و امان کے ساتھ مکہ میں داخل ہونے کا حکم دے دیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا علم سعد بن عبادہ کے ہاتھ میں تھا جب وہ مکہ میں داخل ہوئے تو اُنہوں نے ابوسفیان سے کہا کہ:

یاابا حنظلة الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الحرم یا معشر الاوس والخزرج ثارکم یوم الجبل۔

اے ابوحنظلہ آج زبردست قتل کا دن ہے آج حرمت کو حلال کیا جائے گا۔ اے گروہ اوس و خزرج جنگ اُحد کے خون کا عوض لے لو سعد کا یہ اعلان (مناقب علامہ ابن شہر آشوب ج ۱ ص ۱۱۳) سُن کر عباس نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس آئے اور سعد کے اعلان کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا سعد جو کچھ کہہ رہے ہیں ویسا نہیں ہے اور حضرت علی علیہ السلام کو حکم دیا کہ جاؤ سعد سے علم لے لو اور ارشاد فرمایا کہ فوج کو انتہائی نرمی کے ساتھ مکہ میں داخل کرو اور فرمایا:

الیوم یوم المرحمة الیوم اعز اللہ قریشا۔

آج رحم و کرم کا دن ہے آج اللہ نے قریش کو عزت دی ہے جناب سعد نے وفادار سپاہی کی طرح آپؑ کو علم دے دیا۔

پھر حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے وہ محفوظ ہے جو اپنا دروازہ بند رکھے اس سے تعرض نہ کیا جائے گا۔

مسجد الحرام میں پہونچ کر کعبہ کے دروازوں کی چوکھٹ پکڑ کر یہ اعلان فرمایا:

الآن کل دم ومال وماثرة کانت فی الجاهلیة فانه موضوعِ فی الجاهلیة فانه موضوع تحت قدمی الا الکعبة وسقایة الحاج فانهما مردودتان الی اهلیها الا ان مکة محترمة بتحریم الله لم یکن لاحدکان قبلی ولم یحل فی الاساعة من نهار فهی محرمة الیٰ ان یقوم الساعة لایختلی خلالها ولایقطع شجرها.

آگاہ ہو جو خون و مال اور چھینی چیز زمانۂ جاہلیت کی تھی وہ اسی زمانہ کے لئے تھی وہ اب میرے پاؤں سے کچل دی گئی بس اب خانۂ کعبہ کی کلید برداری اور حجاج کے پانی پلانے کا عہدہ باقی ہے وہ اُس کے ذمہ داروں کو دے دیا جائے گا آگاہ ہو کہ اللہ کے حرم قرار دینے کے سبب سے مکہ حرم ہے جو لوگ مجھ سے قبل تھے نہ اُن کو جائز تھا کہ اُس کی حرمت کو زائل کریں نہ ایک گھنٹے کے علاوہ مجھے جائز ہے کہ اس کی حرمت کو برباد کروں۔ مکہ قیامت تک حرم ہے اس میں کسی

کو قتل نہیں کیا جائے گا نہ اُس کے درخت اُکھاڑے جائیں نہ یہاں شکار کیا جائے گا۔ (مناقب شہر آشوب ج ا ص ۱۱۴)

لیکن اس صریح حکم کے بعد بھی عبدالملک کے حکم سے حجاج نے نہ صرف مکہ معظّمہ بلکہ مسجد الحرام اور خانہ کعبہ کے ساتھ کیا کیا اس کے تصور سے جسم پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

خانۂ کعبہ و مکہ معظّمہ کی یہ حرمت ایسی تھی کہ جس طرح حضرت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کا احترام کیا اسی طرح حضرت امیر المومنین و امام حسن و امام حسین علیہم السلام نے بھی اس کا پورا پورا احترام کیا۔

کیا عجب ہے کہ یہی سبب ہو جس سے امیر المومنین علیہ السلام نے اپنا دار الخلافہ کوفہ کو قرار دیا ہو اس لئے کہ اگر مدینہ میں مقیم رہتے تو یقیناً معاویہ حرمت مدینہ کا لحاظ نہ کرتا۔ نہ رہنے پر تو بسر بن ارطاۃ کو بھیج کر اہل مدینہ پر مظالم کئے جیسا کہ ہم اس کتاب کے ج ا ص ۲۴۰ پر تحریر کر چکے ہیں اور جب مدینہ پر حملہ ہوتا تو مکہ بھی اُس کی زد سے نہ بچتا۔

امام حسین علیہ السلام مدینہ سے جب مکہ میں آکر مقیم ہوئے اور آپؑ کو اندیشہ ہوا کہ اثناء طواف میں مجھے گرفتار کر لیا جائے گا یا حملہ کر کے قتل کر دیا جائے گا تو آپؑ نے عین حج کے زمانہ میں حج کو عمرہ مفردہ سے بدل کر مکہ سے سفر کیا۔ (تفصیل کے لئے مصائب الشیعہ ج ۳ ص ۱۴۲۔۱۴۰ دیکھیں) جب عبداللہ بن زبیر آپ کو روکنے کے لئے آیا تو آپ نے اس

سے گفتگو کے بعد عبداللہ سلیم اسدی و مذالی بن شمعل اسدی سے فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ عبداللہ بن زبیر مجھ سے کیا کہہ رہا تھا ہم نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا کہ عبداللہ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ آپ مسجد الحرام میں قیام کیجئے میں آپ کے لئے لوگوں کو جمع کرتا ہوں اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر میں مسجد الحرام سے ایک بالشت باہر قتل کیا جاؤں تو یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں مسجد الحرام کے اندر ایک بالشت زمین پر قتل کیا جاؤں۔ (طبری ج٦ ص٢١٨)

حضرتؑ کے بھائی جناب محمد حنفیہ جب آپؑ کو روکنے کے لئے آئے تو آپؑ نے فرمایا کہ:

یا اخی قد خفت ان یغتالنی یزید بن معاویة بالحرم فاکون الذی یستباح حرمة ھذا البیت۔

اے بھائی مجھے خوف پیدا ہو گیا ہے کہ یزید بن معاویہ دھوکہ سے حرم میں مجھے قتل کر دے اُس وقت وہ شخص قرار پاؤں گا جس کے سبب سے اس گھر کی حرمت زائل ہو جائے گی۔ (بحار الانوار ج١٠ ص١٥٢)

اصل یہ ہے کہ یزید نے حاجیوں کے بھیس میں شیاطین بنواُمیہ کے تیس آدمیوں کو بھیجا تھا کہ وہ آپؑ کو اثنائے طواف میں گرفتار کر لیں یا قتل کر ڈالیں جیسا کہ لسان الملک محمد تقی نے ناسخ التواریخ (ج٦ ص٢١٧ کا مطالعہ کیا جائے) میں تحریر کیا ہے:

حضرت سید الشہداء امام حسین علیہ السلام تو امامؑ تھے نبیؐ آخر الزماں

کے لخت جگر اور نواسے تھے جناب عبداللہ بن عباس بھی یہ گوارا نہ کرتے تھے کہ اُن کے ہاتھوں خانہ کعبہ کی حرمت زائل ہو۔

چنانچہ علامہ محمد بن اسمٰعیل بخاری اپنی صحیح کے کتاب تفسیر میں تحریر کرتے ہیں کہ:

حدثناحجاج قال ابن مليكة وكان بينهما شئ فغدوت علىٰ ابن عباس فقلت اتريد تقابل ابن الزبير فتحل حرم الله فقال معاذ الله ان الله كتب ابن الزبير وبنى أُمية محلين وانى والله لااحله ابدا۔

مجھ سے حجاج نے حدیث بیان کی ہے کہ ابن ملیکہ نے کہا اور دونوں کے درمیان کچھ اختلاف تھا ابن عباس کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ کیا تم ابن زبیر سے جنگ کر کے حرم اللہ کی حرمت کو ضائع کرنا چاہتے ہو تو ابن عباس نے کہا کہ خدا کی پناہ خدا نے عبداللہ بن زبیر وبنوامیہ کے لئے لکھا ہے کہ وہ حرمت کعبہ کو ضائع کریں گے میں ہرگز ایسا نہ کروں گا۔

علامہ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں محلین کی شرح میں لکھا ہے کہ:

عبداللہ بن زبیر اور بنوامیہ حرم میں جنگ کو جائز سمجھتے تھے اگرچہ بنوامیہ نے اس کی ابتداء کی تھی اس لئے کہ انہوں نے حرم میں ابن زبیر سے جنگ شروع کی تھی لیکن ابن عباس نے اس مسلک کی

نسبت ابن زبیر کی طرف اس لئے دی ہے کہ انہوں نے مکہ میں بنو ہاشم کو محصور کر کے (جلا دینے کا ارادہ ظاہر کر کے) اس کی ابتداء کی تھی ان کا یہ عمل بتاتا ہے کہ عبداللہ بن زبیر حرم میں جنگ کو جائز سمجھتے تھے۔ (مروج الذہب ج ۲ ص ۷۲)

پھر موصوف ہی لااحلہ ابدا کی شرح میں اسی کتاب میں تحریر کرتے ہیں کہ:

میں خانہ کعبہ میں جنگ کو ہرگز جائز نہ قرار دوں گا یہ ابن عباس کا مسلک ہے اس لئے کہ وہ حرم میں جنگ کو جائز نہیں جانتے تھے اگرچہ ان سے وہاں جنگ کی بھی جائے۔

جو مسلک حضرت امیرؑ و دیگر بنو ہاشم کا تھا وہی مسلک جناب محمد حنفیہ بھی تھا اس لئے کہ جب لشکر مختار نے ابو عبداللہ جدلی کی سرکردگی میں جناب محمد حنفیہ کو عبداللہ ابن زبیر کی قید سے آزاد کیا تو یہ بھی عرض کی کہ آپ اجازت دیں تو ہم عبداللہ ابن زبیر کو قتل کر دیں تو جناب محمد حنفیہ نے فرمایا کہ ہم خانہ کعبہ کی حرمت کو ضائع نہ کریں گے ہاں اگر وہ تم پر حملہ آور ہوں تو تم جنگ شروع کر سکتے ہو۔ (مروج الذہب ص ۷۲)

عبدالملک زمانہ یزید میں اہانت کعبہ ناجائز جانتا تھا

جب ناظرین کو بنو ہاشم کا حال تعظیم و بقائے حرمت حرم کے متعلق معلوم ہو گیا تو اب ہم یہ حیرت انگیز انکشاف بھی کرنا چاہتے ہیں کہ آج

عبدالملک حرم پر حملہ کرنے کا جو حکم دے رہا ہے اُسے وہ خود زمانۂ یزید میں ناجائز سمجھتا تھا لیکن اب لوگ اس کے حکم سے خانہ کعبہ پر گولہ باری سے تعجب کرتے تھے اور کہتے تھے کہ عبدالملک نے دین کو ترک کردیا ہے جیسا کہ علامہ بلاذری کے انساب الاشراف (ج ۵ ص ۳۶۰ نسخہ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کو دیکھا جائے) میں منقول ہے:

یزید نے ۶۳ھ میں عبداللہ بن زبیر پر مکہ میں حملہ کیا تھا اور خانۂ کعبہ پر گولہ باری کی تھی۔

تفصیل کے لئے مصائب الشیعہ ج ۳ ص ۲۰۷ کا مطالعہ کیا جائے۔

حجاج کا خانہ کعبہ پر گولہ بارانی

جب حکم عبدالملک بن مروان سے حجاج مکہ پر حملہ کرنے آیا تو اس نے طائف سے کچھ دنوں تک چھاپہ مار دستوں کے ذریعہ حملہ کرنے کے بعد جیسا کہ ہم اس سے قبل لکھ چکے ہیں ماہ ذی قعدہ ۷۲ھ میں طائف سے روانہ ہو کر مقام بئر میمون میں قیام کیا جو مکہ سے بہت قریب تھا اور پورے مکہ کا محاصرہ کرلیا۔ مکہ کا یہ محاصرہ چھ ماہ (انساب الاشراف ج ۵ ص ۳۶۸) ستّر دن تک باقی رہا۔ مکہ پہونچتے ہی حجاج نے کوہ ابو قبیس پر قبضہ کرلیا اور اس پر گوپھن گولہ باری کے لئے نصب کردی اور اس کی اطلاع عبدالملک کو دی اس نے اس خط کو پڑھ کر تکبیر کہی جسے سن کر اہل قصر جامع دمشق میں مقیم افراد اور بازار دمشق کے لوگوں نے بھی تکبیر کہی

پھر دریافت کیا کہ بادشاہ نے تکبیر کیوں کہی ہے تو ان سے بتایا گیا کہ حجاج کوہ ابو قبیس پر قابض ہو گیا ہے اہل دمشق نے یہ سن کر کہا کہ ہم اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک یہ ملعون ترابی (ترابی یعنی ابوتراب حضرت علیؑ کا چاہنے والا زمانہ بنوامیہ میں حضرت علیؑ کی طرف منسوب ہونا بدترین عیب تھا مگر اہل دمشق کا عبداللہ ابن زبیر کو ترابی کہنا حیرت انگیز ہے اس لئے کہ خود عبداللہ بن زبیر حضرت علیؑ کو بہت دشمن رکھتا تھا۔) یعنی عبداللہ بن زبیر زنجیروں میں جکڑا ہوا مقید لمبی ٹوپی پہنے ہوئے ہمارے بازار سے نہیں گزرے گا۔ (مروج الذہب ج ۲ ص ۸۹)

علامہ احمد بن یحیٰ بن جابر بلاذری انساب الاشراف (ج ۵ ص ۳۵۹) میں تحریر کرتے ہیں کہ:

جب حجاج نے ابن زبیر کا محاصرہ مسجد الحرام میں کرلیا اور منجنیق سے خانہ کعبہ پر گولہ باری شروع کردی منجنیق پر قبیلہ خثعم کے ایک شخص کو معین کیا جو اُسے یہ شعر پڑھ کر چلاتا تھا:

خطاوۃ مثل الفنیق المزید نرمی بھا اغواد ھذا المسجد

تیز حرکت کرنے والی منجنیق ہے جو جوش میں آئے ہوئے سانڈ اونٹ کی طرح ہے ہم اس سے مسجد کی لکڑیوں کو پتھر مار رہے ہیں۔

جب حکم یزید سے حصین بن نمیر نے مکہ کا محاصرہ کیا تھا اس وقت بھی اسی طرح کے شعر پڑھے جاتے تھے۔ اسی کتاب کے صفحہ ۳۶۱ پر مرقوم ہے کہ:

(عرفات پر حجاج قابض تھا اور خانہ کعبہ پر ابن زبیر متصرف تھا)
چنانچہ حجاج نے ابن زبیر اور اُن کے ساتھیوں کو عرفات و منیٰ نہیں آنے دیا اور عبد اللہ نے حجاج اور اس کے ساتھیوں کو خانہ کعبہ کے طواف کی اجازت نہیں دی اور اپنے قربانی کے جانوروں کو مکہ ہی میں ذبح کیا۔ اسی کتاب کے ص ۳۶۰ پر تحریر کرتے ہیں کہ:

پتھروں کی بارش خانۂ کعبہ پر اس شدت سے ہو رہی تھی کہ پتھروں کی قطار معلوم ہوتی تھی کہ کسی عورت کا گریبان ہے۔

انساب الاشراف (ص ۳۶۴ ج ۵) والبدایۃ والنہایہ (ص ۳۲۹ ج ۸) و مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۴ ص ۸۰) الاخبار الطّوال (ص ۵۰۴) و حبیب السیر (ان تاریخوں کے علاوہ اور بھی تاریخوں نے خانہ کعبہ پر گولہ باری کے واقعات تحریر کئے ہیں) میں مذکور ہے کہ:

جب حجاج نے خانہ کعبہ پر پتھروں کی بارش کی تو آسمان پر گرج و چمک پیدا ہوئی اور ایک بجلی گری جس سے بارہ آدمی ہلاک ہو گئے اس سے اہل شام ڈر گئے اور منجنیق چلانا بند کر دی تو حجاج نے خطبہ پڑھا اور کہا کیا تم کو نہیں معلوم کہ جب بنو اسرائیل قربانی کرتے تھے تو آسمان سے بجلی نازل ہوتی تھی جو اسے جلا دیتی تھی جس کی قربانی اس سے جل جاتی تھی وہ سمجھتا کہ میری قربانی قبول ہو گئی۔

ابن عساکر نے یہ بھی کہا ہے کہ اسی طرح کے کلمات سے حجاج نے شامیوں کو دھوکا دیا اور وہ پھر منجنیق سے پتھر خانہ کعبہ پر پھینکنے لگے۔

موٴرخین نے یہ بھی لکھا ہے کہ گوپھن چلانے والے بارہ افراد کو بجلی نے جلا کر خاکستر بنادیا۔ بلاذری نے انساب الاشراف میں یہ بھی لکھا ہے کہ: (ج ۵ ص ۳۶۳)

جو لوگ خانہ کعبہ پر منجنیق سے پتھر برسا رہے تھے اُن میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو حصین بن نمیر کے ساتھ (۶۴ھ زمانہ یزید میں) خانہ کعبہ پر پتھر برسا چکے تھے۔

اسی کتاب میں مرقوم ہے کہ: (انساب الاشراف ج ۵ ص ۳۶۰)

اس سال عبداللہ بن عمر بھی حج کرنے آیا تھا جب اس نے دیکھا کہ حجاج برابر خانہ کعبہ پر پتھر برسا رہا ہے تو حجاج سے کہلا بھیجا کہ خدا سے ڈر اس لئے کہ یہ حرمت کا مہینہ ہے یہ شہر بلد الحرام ہے بیت اللہ پر پتھر کی بارش روک دے اس لئے کہ لوگ دور دور سے حج کرنے آئے ہیں پیادہ پا فریضہ حج ادا کر رہے ہیں تاکہ زاد آخرت فراہم کریں منجنیق سے پتھروں کی بارش نے اُن کو طواف سے روک دیا ہے یہ پیام سن کر حجاج نے پتھر برسانا بند کر دیا اور لوگوں نے مکہ میں فرائض حج ادا کئے اور منیٰ و عرفات میں وقوف کے لئے آئے۔ عبداللہ بھی ان لوگوں کے ساتھ موجود رہے لیکن ابن زبیر نے حجاج کو طواف کی اجازت نہیں دی۔

جب لوگ فرائض حج کو ادا کر چکے تو حجاج کے منادی نے آواز دی کہ تم لوگ اپنے وطن واپس چلے جاوٴ اس لئے کہ ہم پھر اس ملحد

عبداللہ بن زبیر پر پتھروں کی بارش کریں گے۔

خانہ کعبہ کی عظمت کے سبب سے بہت سے لوگ عبداللہ بن زبیر کے ساتھ ہو گئے تاکہ خانہ کعبہ کو بچانے کے لئے جنگ کریں۔

چنانچہ پھر منجنیق چلنے لگی اور خانہ کعبہ پر گولہ باری شروع ہو گئی اور (انساب الاشراف ج ۵ ص ۳۶۰) جمادی الاخری ۷۳ھ تک یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔

چھ ماہ ستر دن کے بعد جب حصار کی شدت سے عبداللہ بن زبیر کے بھائی بیٹوں مکہ والوں نے اس کا ساتھ چھوڑ کر حجاج کی رفاقت اختیار کرلی تو حجاج کی فوج مکہ میں داخل ہوئی اور مسجد الحرام کے اندر سخت جنگ ہوئی عبداللہ بن زبیر وہیں قتل ہوا اس جنگ میں خانہ کعبہ پتھروں اور خون سے پُر ہو گیا تھا ختم جنگ کے بعد پتھر اور خون مسجد الحرام سے جھاڑ دے کر نکالے گئے۔

(انساب الاشراف ج ۵ ص ۳۷۳)

عبرت عبرت شرم شرم!

مسلمانوں کے لئے عبرت و شرم کا مقام ہے کہ جس مہینہ و شہر کی عظمت زمانۂ جاہلیت میں عرب کرتے ہوں اور جس مہینہ و شہر میں وہ دشمن بلکہ باپ کے قاتل کو بھی پناہ دیتے ہوں افسوس اسی شہر اور اسی مہینہ کے اندر مسلمانوں کا خون بہایا جاتا ہے کعبہ جس کی طرف پانچوں

وقت روزانہ دنیا بھر کے مسلمانوں کی پیشانیاں جھکتی ہیں مسلمان ہزاروں تمناؤں لاکھوں عقیدت کے جذبات کے ساتھ حج کرتا ہے اس اللہ کے گھر پر پتھروں کی بارش کی جاتی ہے اور ایک دو دن نہیں مسلسل چھ ماہ تک کون ایسا کرتا ہے کس نے حرمت مسجد الحرام وبلد الحرام کا لحاظ نہیں کیا کیا وہ مشرک تھے کافر تھے ملحد تھے بے دین تھے؟

جی نہیں سب پکے مسلمان تھے بلکہ امیر المومنین وخلیفۃ المسلمین تھے جن تک خلافت سلسلہ وار سقیفہ بنی ساعدہ سے بن سنور کر آئی تھی اور حجاج و دیگر عمال بنوامیہ تو خلفاء کو خانۂ کعبہ و رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی عظیم سمجھتے تھے! مسلمان اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور سوچیں ایسے فاسق و فاجر و بے دین افراد کو کیونکر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین مانا جاسکتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ یہ سزا ہے بعد وفات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دامن امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ترک کرنے کی۔

زوال حرمت خانۂ کعبہ کی جس طرح ذمہ داری عبدالملک بن مروان پر ہے اس سے کم ذمہ داری فرزند حواری رسول نواسۂ خلیفۂ اول وفرزند ذات النطاقین عبداللہ ابن زبیر کے سر پر بھی ہے اس لئے کہ اُن کا فرض تھا کہ سلطنت دنیا کے لئے نہ یزید سے جنگ کرتے تاکہ ۶۳ھ میں خانۂ کعبہ کی حرمت بچ جائے جس طرح اس عصر کے سچے جانشین رسولؐ امام حسین علیہ السلام نے ۶۰ھ میں کیا اور نہ اب

۷۳۔ ۷۲ھ میں عبد الملک سے لڑتے۔

اور اگر کوئی بھولا بھالا مسلمان اس کو اتفاقی حادثہ کہے تو جب ایک دفعہ آپ کو بنوامیہ کی لامذہبیت و بے دینی کا تجربہ ہو گیا تھا تو ذی الحجہ ۲ ۷۲ھ سے حجاج کے لشکر سے آپ نے چھ ماہ سترہ دن جو جنگ کی وہ نہ ہونا چاہئے تھا چاہے حکومت و سلطنت و خلافت جس کے آپ دعوے دار تھے وہ چھن بھی جاتی۔

کیا عجب ہے حضرت امیرؑ کے پیش نظر یہی امور رہے ہوں جس سے آپؑ نے بعد وفاتِ رسولؐ اپنا حق لٹتے ہوئے دیکھا اور خاموش ہو کر بیٹھ رہے حالانکہ ابو سفیان نے بھرپور امداد دینے کی پیش کش بھی کی تھی۔ حضرتؑ اگر جنگ کرتے تو حرمت مدینہ زائل ہوتی اور کیا عجب ہے کہ جنگ کے شعلے مکہ اور مدینہ کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے اور حرمت خانہ کعبہ بھی ضائع ہو جاتی۔

ہم تو کہتے ہیں کہ اس وقت کے مسلمانوں سے آج کا مسلمان بہتر ہے جس نے کانپور کی ایک مسجد کو بچانے کے لئے انگریزوں کے مقابلہ میں مورچہ سنبھال لیا اور مسجد بچالی اور سڑک کا رُخ بدلوا دیا۔

حجاج کے ہاتھوں صحابہ کی توہین

عبد الملک بن مروان کا چہیتا والی و حاکم حجاج بن یوسف نے جس طرح خانہ کعبہ پر گولہ باری کی جسے آپ پڑھ چکے اُسی طرح اُس نے

صحابہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین وتذلیل میں کوئی دقیقہ وفرو گزاشت نہیں کیا چنانچہ خانہ کعبہ پر گولہ باری کے صلہ میں عبدالملک نے اس کو یہ اعزاز بخشا کہ مدینۃ النبی کا حاکم بنادیا۔

جب وہ ۷۴ھ میں حاکم ہو کر مدینہ آیا تو اس نے اپنی فوج کے سپاہیوں کو اہل مدینہ کے گھروں میں ٹھہرادیا۔

حجاج نے یہ مجرمانہ حرکت صحابہ وتابعین کے تذلیل کے لئے کی تھی پھر اسی پر اکتفا نہیں کی بلکہ مظالم واقعہ حرہ رقم کے بچے کھچے جو چند صحابی رہ گئے تھے ان کی تذلیل کے لئے اُن کی پیشانی یا گردن یا ہاتھ پر سیسہ گرم کر کے مہر لگادی۔ اس واقعہ کو علامہ بلاذری نے انساب الاشراف (ج ۵ ص ۳۷۳) میں اور علامہ ابو جعفر طبری نے تاریخ الامم والملوک (ج ۷ ص ۲۰۶) میں تفصیل سے تحریر کیا۔ ، جن افراد کو مہر لگائی گئی ان میں سے بعض کے نام یہ ہیں:

جابر ابن عبداللہ انصاری۔ ان کے ہاتھ پر سیسہ سے مہر لگائی تھی۔

انس بن مالک خادم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و سہل بن سعد کی گردن پر مہر لگادی تھی۔

علامہ سیوطی مذکور تاریخ الخلفاء (ص ۱۵۰) میں تحریر کرتے ہیں کہ:

جب حجاج ۷۴ھ میں مدینہ منورہ آیا تو اس نے اہل مدینہ پر سختی شروع کی اور جو صحابہ اس زمانہ میں باقی تھی اُن کی توہین وتذلیل کے لئے مہر لگادی جیسے انس، جابر بن عبداللہ، سہل بن سعد ساعدی انا اللہ

وانا الیہ راجعون۔

ہمارے زمانے میں جو لوگ مدحِ صحابہ کے بڑے حامی ہیں وہ آئیں اور عبد الملک کے اس محبوب حاکم کے اس عمل کو دیکھیں کہ اس نے ان صحابہ کی توہین و تذلیل کے لئے کیا عنوان اختیار کیا تھا کس طرح سیسہ کی مہر سے ان کے ہاتھوں اور گردنوں پر مہر لگا دی تھی۔ کاش اس زمانہ میں کسی نے ناموس صحابہ کے تحفظ کا نعرہ بلند کیا ہوتا مگر اس وقت تو سب کو سانپ سونگھ گیا تھا اور اس وقت بھی ان ملاعین کے لئے ایک حرف قلم سے نہیں لکھا جاتا اس سے صاف ظاہر ہے کہ ہمارے زمانہ میں تحفظ ناموس صحابہ کا نعرہ ایک سیاسی نعرہ ہے اور اس سے اصل مقصود عزائے حضرت سید الشہدا امام حسین علیہ السلام کو مٹانا ہے اسی لئے ۱۹۰۹ء میں عین ایامِ عزا میں یہ شاخسانہ کھڑا کیا گیا تھا اسی کی صدائے بازگشت ۱۹۳۹ء اور اس کے بعد کے برسوں میں پیدا ہوئی جس کے کچھ جراثیم اب بھی باقی ہیں۔ اگر حقیقتاً خلوص سے یہ لوگ تحفظ ناموس صحابہ کے حامی ہیں تو جس طرح یہ شیعوں کو دشمن رکھتے ہیں اسی طرح بلکہ اس سے زائد معاویہ و زیاد و یزید و حجاج و عبد الملک اور ولید اور دیگر خلفاء بنو امیہ کو دشمن رکھنا چاہئے اس لئے کہ یہ لوگ علاوہ توہین صحابہ کے افضل و اورع و اتقی و اکرم صحابہ حضرت علی علیہ السلام پر علی الاعلان برسر منبر سب و شتم کرتے تھے اور اس کے لئے خزانہ کا منہ کھول دیا تھا جاگیر و منصب تقسیم کرتے تھے مگر یہ طرفہ ماجرئ ہے کہ اس عصر حاضر کے سنیوں کا ایک

طبقہ بجائے ان کو برا بھلا کہنے کے ان کے مصنوعی اور جھوٹے فضائل کا ڈھنڈورا پیٹتا ہے اسی لئے تو خلافت یزید ابن معاویہ اور رشید ابن رشید ایسی کتابیں مدح وثنائے یزید میں لکھی گئی ہیں۔

حجاج کے خوف سے لوگ حضرت علیؑ کا نام نہیں لیتے تھے

ناظرین جب حجاج کے اسلام دشمن کردار کو دیکھ چکے تو اب دشمنی حضرت امیر المومنین علیہ السلام میں جو کچھ اس ملعون نے کیا ہے ہم اس کو پیش کرتے ہیں تاکہ موضوع تشنہ نہ رہ جائے۔

چونکہ حجاج حضرت علی علیہ السلام کو بے حد دشمن رکھتا تھا اس لئے وہ حضرتؑ کا نام اور ذکر تک سننا پسند نہ کرتا تھا اور اس ظالم کے خوف سے اس عصر کے لوگ نہ حضرتؑ کا نام لے سکتے تھے نہ آپؑ سے روایت کو نقل کرتے تھے بلکہ حضرتؑ سے جو لوگ روایات نقل کرتے بھی تھے تو آپؑ کے نام نامی کو حذف کر دیتے تھے۔

یہ خوف وہراس اہل سنت کے بڑے بڑے علماء ومحدثین پر طاری تھا۔ حسن بصری کس پائے کے عالم مانے جاتے ہیں وہ تک اس خوف سے حضرت علیؑ کی روایت کو حضرتؑ کا نام حذف کر کے قال رسول اللہ کہہ کر نقل کرتے تھے۔

چنانچہ مولانا علی حیدر صاحب قلندر کاکوروی نفائس المثن (ص ۶۰) میں تحریر کرتے ہیں:

شیخ جمال الدین مزّی تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں کہ محمد بن موسیٰ البحرشی نے بیان کیا کہ ہم سے شمامہ بن عبید نے کہا کہ ہم نے عطیہ بن معادب سے نقل کیا کہ یونس بن عبید کہتے تھے کہ میں نے حسن بصری سے کہا کہ اے ابو سعید تم ہمیشہ یہی کہتے ہو کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے حالانکہ تم نے آں حضرتؐ کو نہیں دیکھا ہے حسن بصری نے کہا تو نے اس وقت مجھ سے ایسی بات پوچھی جواب تک کسی نے نہیں پوچھی اگر تیری قدر و منزلت میرے نزدیک نہ ہوتی تو میں ہرگز تجھ سے نہ بیان کرتا تو دیکھتا ہے کہ میں کس زمانہ میں ہوں (یہ حجاج کی امارت کا زمانہ تھا) تو نے جو مجھ سے قال رسول اللہ سنا ہے اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں نے اس حدیث کو حضرت علیؑ سے سنا ہے چونکہ میں ایسے وقت میں ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر نہیں کر سکتا اس لئے قال رسول اللہ کہتا ہوں۔ (قول المستحسن فی شرح فخر الحسن ص ۹۶ وروائح المصطفےٰ ص ۸)

پھر موصوف حسن بصری کی صفائی بیان کرتے ہوئے اسی کتاب میں فرماتے ہیں:

اس بیان سے تو یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حسن بصری حجاج کے خوف سے حضرت علیؑ کے مرویات آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مرفوع کرکے بیان کرتے تھے اور حضرت علیؑ کا نام

نہیں لیتے تھے لہٰذا اس سے یہ خیال کر لینا چاہئے کہ دوسرے راویوں کو بھی اس قسم کا خوف تھا جس کی وجہ سے وہ علی الاعلان حضرت علیؑ کے مرویات نہیں بیان کر سکتے تھے۔ ذیل میں ہم چند شواہد استناد میں پیش کرتے ہیں:

مولانا صدر الدین احمد ''روائح المصطفٰی'' ص ۸ میں لکھتے ہیں کہ امام مالک نے زمانۂ بنی امیہ میں حضرت امام جعفر صادقؑ سے کوئی حدیث روایت نہیں کی یہاں تک کہ بنی عباس کا زمانہ آیا اس زمانہ میں البتہ ان سے روایت کی اس میں اوروں کو شریک کر لیا۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ذہبی اوزاعی اور زہری صرف ایک ایک حدیث مناقب اہل بیتؑ میں روایت کرتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی بنی امیہ سے مخوف تھے ملاحظہ ہو اسد الغابہ۔ غور کرنا چاہئے کہ امام شافعی و امام احمد بن حنبل کو اہلبیتؑ سے کس قدر عقیدت تھی یہ دونوں حضرات ائمہ کے زمانہ میں ایک ہی شہر میں رہتے تھے مگر جتنی تاریخیں کہ اس وقت پیش نظر ہیں ان سے نہیں معلوم ہوتا کہ ان سے ملاقات بھی ہوئی یا نہیں ان لوگوں نے جب دیکھا کہ امام ابو حنیفہ محبت واعتقاد واہلبیتؑ کے سبب سے ہلاک ہوئے اور امام مالک بھی متاذی ہوئے یہ لوگ بھی بوجہ خوف غالباً ملاقات کو نہیں گئے اور اگر مخفی گئے بھی ہوں گے تو اظہار نہ فرمایا ہوگا۔ گویا علماء سلطنت کی طرف سے صراحۃً ہو یا کنایۃً ائمہ اہلبیتؑ کی ملاقات و آمد و رفت سے

رو کے گئے تھے۔امام ابو حنیفہ وامام مالک نے نفس زکیہ سے بیعت کی تھی اور بھی بہت سے اکابر نے بیعت کی تھی منصور عباسی نے سب کو متاذی کیا امام ابو حنیفہ سے جب پوچھا گیا کہ تم نے کس سے علم حاصل کیا اُنہوں نے کہا حضرت علیؑ اور ان کے اصحاب سے یہی امر باعث غضب منصور عباسی ہوا اس لئے مقتدیان اہل سنت میں سے جس شخص نے ان سے مخفی طور پر اخذ علم کیا وہ بوجہ خوف اس کو ظاہر نہ کر سکا جیسے حضرت حسن بصری کے مراسیل ہیں اور میرے خیال میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان لوگوں نے جو بات ان سے سنی وہی اور دیگر ثقات سے بھی سنی ہو گی روایت کرتے وقت اہلبیت کا نام ترک کر دیا گیا ہو گا ورنہ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے صرف آٹھ حدیثیں اپنے جد سے روایت کی ہیں اور دیگر صحابہ سے اس سے زائد مروی ہیں باوجودیکہ آپ نے اتنی عمر پائی ان سے اس قدر قلیل روایت ہونے کی بجز مذکورہ بالا وجوہ کے اور کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔(نفائس المعن ص ۶۳'

ناظرین نے نفائس المعن کی یہ عبارتیں پڑھیں یہ ایک سنی عالم کے خیالات ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حسن بصری ابو حنیفہ' مالک بن انس' احمد بن حنبل اور دیگر علماء و محدثین زمانہ بنوامیہ و بنو عباس میں اہل بیت طاہرینؑ کے پاس جاتے ڈرتے تھے نام لیتے ڈرتے تھے روایت کرتے خوف کھاتے تھے اول تو نام ہی نہ لیتے تھے

اگر نام لیا تو اوروں کو بھی شریک کر دیتے تھے شیعہ اسی کو تقیہ کہتے ہیں اُس زمانہ میں جس کا علماء اہل سنت آئے دن مذاق اُڑاتے رہتے ہیں۔ ان عبارتوں میں ہم کو ان سے کئی مقامات پر اختلاف بھی ہے اختصار ان پر نقد و تبصرہ سے مانع ہے)

حجاج حضرت علی علیہ السلام پر لعن کرتا تھا

عبدالملک کا یہ سگ ناپاک جس طرح حضرت علیؑ کا نام نامی نہیں سن سکتا تھا اسی طرح وہ برسر منبر حضرت علیؑ پر سب و شتم بھی کیا کرتا تھا یہ لعین اپنے اس فعل قبیح سے غضب خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ڈرتا تھا۔ چنانچہ علامہ ابن الحدید شرح نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

حجاج حضرت علی علیہ السلام پر لعن کیا کرتا تھا اور لوگوں کو حضرت پر لعنت کرنے کا حکم دیتا تھا (ج ا ص ۳۵۶)

اعلان دشمنی حضرت علیؑ ذریعہ تقرب حجاج

یہ شخص چونکہ حضرت علی علیہ السلام کو بے حد دشمن رکھتا اور لوگ بھی اس کی اس خبث باطن کو جانتے تھے اس لئے جب کوئی اس سے تقرب چاہتا تھا جاگیر و منصب و مال کا طالب ہوتا تھا اس کے سامنے آ کے حضرت علی علیہ السلام کو بُرا بھلا کہتا تھا اس سلسلہ کا ایک عجیب و غریب واقعہ وہ ہے جسے علامہ ابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں تحریر کیا ہے

وہ کہتے ہیں کہ:

ایک دن وہ سوار ہو کر جا رہا تھا کہ ایک شخص نے اُسے ٹوک کر کہا کہ اے امیر میرے عزیزوں نے میرے ساتھ یہ بُرا سلوک کیا ہے کہ میرا نام علی رکھا ہے اس لئے تو میرا نام بدل دے اور مجھے کچھ عطا کرتا کہ میں اپنے ضروریات کو پورا کروں اس لئے کہ میں فقر و فاقہ میں مبتلا ہوں۔ حجاج نے کہا کہ تو نے مجھ سے تقرب کا لطیف ذریعہ اختیار کیا ہے اچھا جا میں نے تیرا نام یہ رکھا اور تجھے فلاں جگہ کا حاکم مقرر کیا تو وہاں چلا جا۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۵۶' ہم اسی طرح کا ایک واقعہ ص ۹۴ پر بھی اسی کتاب ج ۲ ص ۱۶ سے نقل کر چکے ہیں جو اصمعی کے والد عبدالملک بن قرب کا تھا قرائن یہ بتاتے ہیں کہ حجاج کے سامنے اس طرح کے واقعات برابر پیش آتے رہتے تھے اس لئے ہم نے یہاں پر اسے نقل کیا ہے اور غالباً ابن ابی الحدید نے بھی اسی مصلحت سے اُسے یہاں نقل کرنے کے بعد ج ۳ ص ۱۰۱ پر اسے تحریر کیا ہے۔ واللہ العالم س ح)

سب و شتم امیر المومنین و حسنین و جناب سیدہ علیہم السلام کو حجاج منقبت سمجھتا تھا

گزشتہ واقعہ سے بھی عجیب و غریب واقعہ ناظرین ملاحظہ کریں جس سے یہ اندازہ بھی ہو جائے گا کہ یہ ظالم حضرت علی علیہ السلام کو کتنا

دشمن رکھتا تھا واقعہ یہ ہے کہ حجاج کی فوج میں بنو اود کا ایک شخص عبداللہ بن ہانی نام کا تھا یہ شخص حجاج کی تمام لڑائیوں میں شریک تھا اور اس کا بڑا معین و مددگار تھا۔

ایک دن حجاج نے اس سے کہا کہ میں نے اب تک تیری خدمتوں کا عوض نہیں دیا ہے اس کے بعد اسماء ابن خارجہ کو بلایا جو بنو فزارہ کا سردار تھا اس سے کہا تو اپنی بیٹی عبداللہ بن ہانی سے بیاہ دے اُس نے کہا خدا کی قسم میں تو ایسا نہ کروں گا نہ اس میں کوئی شرف و بزرگی ہے حجاج نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ کوڑے لاؤ۔ جب اسماء بن خارجہ نے دیکھا کہ اب میں کوڑوں سے پیٹا جاؤں گا تو اُس نے کہا اچھا میں اس کی شادی اپنی لڑکی سے کردوں گا۔ اس کے بعد حجاج نے سعید بن قیس ہمدانی کو بلایا جو یمامہ کا رئیس تھا اس سے کہا تو اپنی لڑکی کی شادی عبداللہ ابن ہانی سے کردے اس نے جواب دیا کہ قبیلہ اود کون ہے خدا کی قسم سے تو اپنی لڑکی کی شادی اس سے نہ کروں گا اس سے شادی کردینے میں شرافت و بزرگی بھی نہیں ہے حجاج نے کہا تلوار لاؤ سعید بن قیس نے جب یہ حالت دیکھی تو کہا اچھا مجھے چھوڑ دو میں اپنے اعزاء سے مشورہ کرلوں چنانچہ اُس نے جب اپنے قبیلہ والوں سے مشورہ کیا تو ان لوگوں نے کہا اے سعید تم اس فاسق کے منہ نہ لگو اور اپنے کو ہلاکت میں نہ مبتلا کرو شادی کردو۔

چنانچہ اس نے بھی عبداللہ بن ہانی سے اپنی لڑکی کی شادی کردی۔

ایک دن حجاج نے عبداللہ بن ہانی سے کہا میں نے تیری شادی

سرداران قبیلہ فزارہ وہمدان کی لڑکیوں سے کرادی حالانکہ قبیلہ اود کے لوگ اُن کے ہمسر نہیں تھے۔

عبداللہ بن ہانی نے کہاکہ اے امیر یہ نہ کہواس لئے کہ میرے ایسے فضائل ومناقب ہیں جو عرب میں کسی کو حاصل نہیں ہیں حجاج نے کہا بیاں کر تیرے کیا فضائل ہیں؟ عبداللہ بن ہانی نے کہاکہ ہمارے مجمع میں کسی شخص نے عبدالملک بن مروان کو گالیاں نہیں دیں۔ حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ منقبت ہے۔

عبداللہ بن ہانی: جنگ صفین میں معاویہ کے ساتھ ہمارے قبیلہ کے ستر آدمی موجود تھے اور ابوتراب (علیہ السلام) کے ساتھ صرف ایک آدمی تھا خدا کی قسم جہاں تک مجھے معلوم ہے وہ برا آدمی تھا۔ حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ منقبت ہے۔

عبداللہ بن ہانی: ہمارے قبیلہ میں کچھ عورتیں تھیں جنہوں نے نذر کی تھی کہ جب حسین بن علی (علیہ السلام) قتل کردئے جائیں گے تو دس اونٹ ذبح کریں گی۔ چنانچہ بعد قتل حسینؑ انہوں نے اپنی اس نذر کو پورا کیا۔ حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ منقبت ہے۔

عبداللہ بن ہانی: ہمارے قبیلہ کے جس شخص کے سامنے ابوتراب (حضرت علی علیہ السلام) پر سب وشتم کو پیش کیا گیا تو اُس نے ان پر بھی سب وشتم کی اور اُن کے دونوں بیٹوں حسنؑ اور حسینؑ کی ماں جناب فاطمہؑ کو بھی سب وشتم میں شریک کرلیا۔ حجاج نے کہا خدا کی قسم یہ منقبت ہے۔

زمانہ حجاج میں بجائے شیعہ علیؑ کے لوگ اپنے کو کافر و زندیق کہنا پسند کرتے تھے

اس دورِ حکومت میں شیعوں پر ایسا خوف و ہراس تھا اس طرح مظالم کئے جاتے تھے کہ کوئی شیعہ خواہ مرد ہو یا عورت اپنے کو محفوظ نہیں پاتا تھا بات بات پر وہ قید خانوں میں بند کر دئے جاتے تھے اور جلاوطن کر دئے جاتے تھے بے دردی سے قتل کر دئے جاتے تھے۔ ظاہر ہے اُس وقت کا شیعہ کس عالم میں زندگی گزارتا ہوگا ہم اس کا تصور نہیں کرسکتے ہیں۔ معلوم یہ ہوتا تھا کہ شیعہ زمین پر بار ہیں۔ وسعت زمین کے بعد کسی شیعہ کو اس وقت کے غرفیات میں زندہ رہنے کا حق نہیں تھا۔ کافر زندہ رہ سکتا تھا' بے دین آسودہ حال بسر کر سکتا تھا لیکن حضرت علیؑ کا شیعہ و محبّ اس کا حق نہیں رکھتا تھا۔ اگر کوئی فوج مخالف سے گرفتار ہو کر حجاج کے پاس آتا تھا اور وہ اپنے کفر کا اقرار کر لیتا تو اُسے رہا کر دیا جاتا تھا چنانچہ ابو عمر عامر بن شراحیل کوفی معروف بشعبی جو مشہور و معروف تابعی تھے اور پانچ سو صحابہ کی زیارت کی تھی' محدثین میں بڑے پائے کے محدث شمار ہوتے ہیں جب گرفتار ہو کر حجاج کے سامنے آئے تو اُن سے ایک شخص نے چپکے سے کہا کہ تم اپنے کفر کا اقرار کر لو تو نجات پاؤ گے چنانچہ اُنہوں نے یہی کیا (تفصیل کے لئے مروج الذہب ج ۲ ص ۱۰۴ او کتاب الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۶۷ کا مطالعہ کیا جائے)

عبداللہ بن ہانی: جو حسن و جمال میرے قبیلہ میں ہے عرب کے کسی قبیلہ میں نہیں ہے۔ اس کا یہ قول سن کر حجاج ہنسا اور کہا کہ اے ابوہانی اس کا ذکر نہ کرو۔

بات یہ تھی کہ عبداللہ بن ہانی بڑا بد صورت کالا کلوٹا انسان تھا چیچک کے کثرت سے داغ اس کے چہرے پر تھے سر پر بتوڑی تھی جبڑا ٹیڑھا تھا بھنگا تھا ایک آنکھ ناک کی طرف دوسری کنپٹی کی طرف جھکی تھی۔

(مروج الذہب ج ۲ ص ۱۰۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۵۷)

اس واقعہ سے جہاں عبداللہ بن ہانی ایسے بد صورت و بد ہیبت انسان کی امیر المومنین علیہ السلام اور اہل بیتؑ طاہرین علیہم السلام سے انتہائی دشمنی کا پتہ چلتا ہے اسی کے ساتھ حجاج کے بے حد دشمن اہل بیتؑ ہونے کا حال بھی معلوم ہوتا ہے۔

حجاج اور اس کے دشمنی اہل بیتؑ کی انتہاء یہ تھی کہ معصومہ عالمؑ جن کے انتقال کو تقریباً پینسٹھ چھیاسٹھ برس گزر چکے تھے جو خانہ نشین باعصمت و عفت بی بی تھیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اکلوتی محبوب ترین بیٹی تھیں۔ سب و شتم میں شریک کئے جانے کی وہ خبر بتاتا ہے اور حجاج اُسے قسم کھا کر منقبت کہتا ہے۔ مسلمان انصاف سے بتائیں یہ کیسا مذہب اور کیسی دیانت اور شرافت تھی۔ لطف یہ ہے مملکت اسلامیہ میں سب کچھ ہو رہا ہے اور مسلمان خاموشی سے ان چیزوں کو برداشت کر رہا ہے اور اس کے خلاف ایک کلمہ بھی زبان پر نہیں لاتا ہے۔

دوسرے لفظوں میں اسے یوں سمجھئے کہ شعبی نے تقیہ کر کے حجاج کے ظالم وخونخوار ہاتھوں سے اپنی جان بچالی۔

حجاج کے نزدیک شیعیت ناقابل معافی جرم تھا بلکہ مقتول ہونے کے لئے صرف شیعیت کا الزام اور شبہ کافی تھا کسی ثبوت یا جس پر الزام تھا اس کو صفائی پیش کرنے کا موقع بھی نہیں دیا جاتا تھا۔

ظالم وخونخوار حجاج کے تشدد کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس زمانہ کے شیعہ یہ پسند کرتے تھے کہ اُن کو کافر وزندیق کہا جائے لیکن یہ پسند نہیں کرتے تھے کہ اُنہیں شیعہ علیؑ ابن ابی طالبؑ کہا جائے۔

چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ:

قتلت شیعتنا بکل بلد وقطعت الایدی والارجل بالظنة وکان من یذکر یحبنا والانقطاع الینا سجن او نهب ماله وهدمت داره ثم لم یزل البلاء یشتدویزداد الی زمن عبیدالله بن زیاد قاتل الحسینؑ ثم جاء الحجاج فقتلهم کل قتلة واخذهم بکل ظنة وتهمة حتیٰ ان الرجل لیقال له زندیق او کافر احب الیه من ان یقال شیعة علیؑ۔

ہمارے شیعہ ہر شہر میں قتل کئے گئے اُن کے ہاتھ پیر صرف اس شبہ اور گمان کی بناء پر کاٹے گئے اور جو ہماری محبت کا تذکرہ کرتا تھا یا ہمارے مخصوصین میں شامل ہونے کا ذکر کرتا تھا وہ قید کرلیا جاتا تھا یا

اس کا مال لوٹ لیا جاتا تھا گھر گرادئے جاتے تھے پھر مصیبت اور زیادہ شدید ہوتی گئی قاتل امام حسینؑ عبید اللہ ابن زیاد کے زمانہ میں اس کے بعد حجاج آیا اُس نے شیعوں کو بری طرح قتل کیا اور معمولی بدگمانی و تہمت پر گرفتار کیا۔

(خوف وہراس کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ) اگر لوگوں کو کافر و زندیق کہا جائے تو انہیں یہ اس سے زیادہ محبوب تھا کہ شیعہ علی کہا جائے)

(الشیعۃ والحاکمون ص ۹۵)

حضرت کے اس قول کی تائید علامہ ابن ابی الحدید کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جسے انہوں نے شرح نہج البلاغہ میں ذکر کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

كان الحجاج سفاكا بطبعه يقتل الناس حتى الشيوخ والصبيان لالشئ الا حبا للقتل واراقته لدماء وكانت تهمت التشيع المبرر الوحيد لضرب الاعناق وفى عهده كان احب الى الرجل ان يقال له زنديق اوكافر من ان يقال له شيعي۔

حجاج اپنی طبیعت کے اعتبار سے ظالم و سفاک تھا وہ لوگوں کو حد یہ ہے کہ بوڑھوں اور بچوں کو بغیر جرم کے صرف کشت و خون کے لئے قتل کردیا کرتا تھا اس کے عہد حکومت میں تہمت تشیع گردن مار دینے کا تنہا سبب تھا اس کے عہد حکومت میں شیعہ کہے جانے

کے مقابل میں انسان کو یہ زیادہ محبوب تھا کہ اسے زندیق یا کافر کہا جائے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۶)

کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ جب وہ شیعوں کا ایسا جانی دشمن تھا اور صرف شیعیت کے گمان اور تہمت پر لوگ قتل کر دیئے جاتے تھے تو کہاں سے شیعہ زبان سے اپنے تشیع کو اعلان کر سکتے تھے۔

لطف یہ بھی ہے کہ خوارج اور متبعین عبدالرحمٰن بن اشعث نے حجاج کے خلاف علم بغاوت اُٹھایا اور خوارج کے مقابلہ میں تو اس نے پیہم شکستیں بھی اٹھائی تھیں لیکن تاریخ یہ نہیں بتاتی ہے کہ جس طرح بدگمانی و تہمت تشیع پر وہ شیعوں کو قتل و گرفتار کر رہا تھا اسی طرح اُس نے خوارج کو قتل یا گرفتار کیا ہو حالانکہ کبھی کسی شیعہ نے عبدالملک یا حجاج کے مقابلہ میں تلوار نہیں اُٹھائی لیکن اس کی اور خوارج کی جنگوں کے تذکرے سے اوراق تاریخ آج تک سیاہ ہیں۔

حجاج کے قید خانہ میں اسّی ہزار زن و مرد

دنیا میں بڑے بڑے ظالم و خونخوار گزرے ہیں لیکن مدعیان اسلام خصوصاً بنوامیہ نے خونریزی وسفاکی و ظلم و جور کی انتہاء کر دی تھی ان کے ظالم عمال زیاد و عبیداللہ ابن زیاد اور حجاج بن یوسف۔ یہ ظالم کشت و خون بھی کرتے تھے اسی کے ساتھ ان کے قید خانے بھی تھے جن میں ہزاروں بے گناہ گرفتار کر کے ڈال دیئے جاتے تھے۔

شاید تاریخ کا طالب علم عصر حاضر کے قید خانوں پر اس عصر کے قید خانوں کا قیاس کرے اور اس زمانہ میں قیدیوں کے لئے جو انتظامات ہیں اُن کو سامنے رکھ کر عصر بنوامیہ و بنو عباس کے قید خانوں کا خاکہ ذہن میں رکھے۔ اس نے ایسا کیا تو حقائق کا خون ہو گا۔ تاریخی تصریحات سے چشم پوشی ہو گی۔

ہمارے ملک ہندوستان میں یقیناً جیل خانوں میں انتظامات سخت ہیں قیدیوں کی زبردست نگرانی کی جاتی ہے۔ ایسی اونچی اونچی دیواروں کے حصار میں قیدی رکھے جاتے ہیں جن پر پرندہ پَر نہیں مار سکتا ہے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ قیدیوں کے خورد ونوش و لباس و حفظان صحت پر کروڑوں روپئے سالانہ خرچ کئے جاتے ہیں کھانے پینے اوڑھنے بچھانے رہنے سہنے کے زبردست انتظامات ہیں۔ پھر زندانیوں کے مراتب ہیں ان کے درجات ہیں جس مرتبہ کا قیدی ہوتا ہے اس کے لئے ویسے ہی انتظامات کئے جاتے ہیں۔ جرائم پیشہ افراد کو جیلوں میں جس طرح رکھا جاتا ہے سیاسی قیدی اس انداز سے نہیں رکھے جاتے بلکہ ان کو طرح طرح کی سہولتیں حاصل رہتی ہیں اُن کے مطالعہ اخبار بینی دنیا اور ملکی حالات سے باخبر رکھنے کے لئے کتابیں اور اخبارات فراہم کئے جاتے ہیں لکھنے لکھانے کی ممانعت بھی نہیں ہوتی ہے۔

آپ مولانا ابوالکلام آزاد کی غبار خاطر پڑھیں پوری کتاب جیل کے اندر لکھی گئی ہے اسی طرح کتنے سیاسی رہنما ہیں جو جیل کی

چار دیواری میں تصنیف و تالیف میں مشغول رہے ہیں۔

یہ واضح حقیقت ہے کہ شیعہ جو حکومت کی آنکھ کا خار تھے حکام کو ان سے جو بدظنی تھی وہ اس لئے نہیں تھی کہ شیعہ جرائم پیشہ تھے چوری ڈاکہ زنی قتل و غارت کے مرتکب تھے اس لئے زمانہ بنوامیہ و بنو عباس میں قید و بند میں مبتلا کئے گئے تھے بلکہ وہ صرف اس لئے حکومت کے معتوب تھے کہ اسے خطرہ تھا کہ وہ اگر آزاد رہے تو کسی وقت حکومت کا تختہ اُلٹ دیں گے جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ سیاسی اور صرف سیاسی قیدی تھے۔

لیکن باوجود سیاسی قیدی ہونے کے قید خانہ میں اُن کو دنیا کی کوئی سہولت حاصل نہیں تھی بلکہ وہ غذا لباس حد یہ ہے کہ سایہ کے لئے ترستے تھے۔ بنو عباس کے قید خانوں کا حال ہم جب بنو عباس کے مظالم لکھیں گے اُس وقت تحریر کریں گے۔ آیئے اس وقت حجاج کا قید خانہ اور اس کے انتظامات دیکھئے:

۱۔ حجاج کے قید خانہ میں صرف چہار دیواری تھی سایہ دار عمارت تو درکنار قید خانہ میں سایہ دار درخت بھی نہیں تھے۔

۲۔ زندانیوں کی غذا کا بدترین انتظام تھا۔

۳۔ اوڑھنا بچھونا کجا پہننے اور تن ڈھکنے کے لئے کپڑوں کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ جب روزمرہ کے ضروریات فراہم نہیں تھے تو حفظان صحت اور دیگر سہولتوں کا سوال ہی نہیں اٹھتا ہے۔

ان بدترین انتظامات کے باوجود مؤرخین لکھتے ہیں کہ پچاس ہزار

مرد اور تیس ہزار عورتیں اس کے قید میں تھیں جن میں سے دس ہزار عورتوں کے تن ڈھکنے کے لئے لباس بھی نہیں تھا۔

علامہ عبدالرحمٰن بن جوزی متوفی ۵۹۵ھ اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

ان سجن الحجاج کان مجرد حائط یحوط السجناء ویمنعهم من الخروج ولاسقف له فاذا اوی المسجونون الی الجدران یستظلون بها من حر الشمس رمتهم الحرس بالحجارة ولو کان یطعمهم خبز الشعیر مخلوطا بالملح والرماد وکان لایلبس الرجل فی جسمه الا یسیرا حتیٰ یسود یصیر کانه زنجی وقد حبس فیه غلام فجائت امه بعد ایام تتفقد فلما قدم علیها انکرته وقالت هٰذا لیس ولدی هٰذا زنجی وحین تاکدت انه ولدها شهقت وماتت فی مکانها۔(الشیعۃ والحاکمون ص۹۸)

حجاج کا قید خانہ صرف ایک چہار دیواری تھی جو قیدیوں کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئی تھی جو ان کو باہر جانے سے روکتی تھی۔ اس میں کوئی چھت نہیں تھی جب قیدی دیواروں کے سایہ میں آفتاب کی دھوپ سے پریشان ہو کر سایہ لینے کے لئے جمع ہو جاتے تھے تو نگہبان پتھروں سے مار کر ان کو سایہ سے بھگا دیتے تھے حجاج ان کو جو کی روٹیاں کھلاتا تھا جس میں نمک اور راکھ ملی ہوتی تھی۔ حجاج کی قید میں انسان

تھوڑے ہی دن رہتا تھا کہ سیاہ ہو جاتا تھا معلوم ہوتا تھا کہ زنجبار کا حبشی ہے۔ ایک لڑکا اس قید خانہ میں گرفتار کر کے ڈال دیا گیا ایک دن اس کی ماں اُسے ڈھونڈھتی ہوئی آئی جب وہ لڑکا ماں کے سامنے آیا تو اس نے کہا یہ تو میرا لڑکا نہیں ہے یہ تو حبشی ہے جب انتہائی تاکید سے اُسے بتایا گیا کہ یہی اس کا لڑکا ہے تو اُس نے ایک چیخ ماری اور اُسی وقت اسی جگہ مر گئی۔

جب حجاج مرا ہے تو اس کے قید خانہ میں پچاس ہزار مرد اور تیس ہزار عورتیں تھیں جن میں سے دس ہزار عورتیں جسم پر لباس نہیں رکھتی تھیں وہ مردوں اور عورتوں کو ایک ہی جگہ قید کرتا تھا قیدیوں کے لئے قید خانہ میں کوئی سایہ دار چیز نہیں تھی جو ان کو گرمیوں کے زمانہ میں تمازتِ آفتاب سے بچاتی اور جاڑے میں بارش اور ٹھنڈک سے محفوظ رکھتی۔ اس کے علاوہ بھی طرح طرح سے وہ قیدیوں کو ستاتا تھا۔ (مروج الذہب ج ۳ ص ۱۷۵)

مختصر تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ:

جب حجاج مرا تو سلیمان بن عبدالملک نے اس کے قید خانہ سے قیدیوں کو رہا کر دیا جن کی تعداد اکیاسی ہزار تھی۔ اور ان کو حکم دیا کہ اپنے اہل وعیال کے پاس چلے جائیں۔

اسی کتاب میں ابن اعرابی کی روایت میں ہے کہ:

قیدیوں کی تعداد اسّی ہزار تھی جن میں تیس ہزار عورتیں تھیں۔ (مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۸۰)

ان حالات میں ان سب شیعوں کا پاک دامن رہنا شیعوں کے بہترین کردار کی روشن دلیل ہے اس لئے کہ کسی مؤرخ نے ان کی سیرت و کردار کے خلاف ایک حرف بھی نہیں کہا ہے۔

حجاج کے ہاتھوں ایک لاکھ بیس ہزار شیعہ مقتولین

حجاج کی حکومت عراق و حجاز میں بیس سال تک باقی رہی زمانہ حکومت عبد الملک میں گیارہ سال اور زمانہ ولید میں نو سال اس طولانی زمانہ میں صرف چند ماہ وہ حجاز کا حاکم تھا اور باقی زمانہ میں وہ کوفہ اور پھر بصرہ و کوفہ دونوں کا حاکم رہا۔

تاریخی اعتبار سے مسلّم ہے کہ کوفہ و بصرہ مرکز تشیع تھے اس لئے حجاج کی لال بھبھوکا خونی آنکھیں ان پر زیادہ پڑتی تھیں وہ اپنے غیظ و غضب کا اظہار بھی ان مقامات پر زیادہ کرتا تھا خصوصاً کوفہ وہاں جب بھی اس نے خطبہ پڑھا اُس نے اہل کوفہ کو:

یا اهل العراق یا اهل الشقاق والنفاق و مساوئی الاخلاق۔

اے عراق والو اے شقاوت و نفاق والو اور اے بُرے اخلاق والو کہہ کر خطاب کرتا تھا۔ (مروج الذہب ج ۲ ص ۹۵)

یہ بھی کوئی اندازِ خطاب ہے کیا حکّام رعایا سے اسی طرح گفتگو کرتے ہیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ کوفہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے دار الخلافہ ہونے کے سبب سے مرکز تشیع تھا اگرچہ ان کو زیاد و عبید اللہ

ابن زیاد نے انتہائی بے دردی سے قتل کیا تھا جن کی تعداد لاکھوں سے متجاوز ہو چکی تھی لیکن جناب مختار علیہ الرحمہ کے جہاد نے پھر اُن کو منظر عام پر لا کر کھڑا کر دیا تھا۔ اس لئے حجاج یہاں کے بچے کھچے شیعوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دینا چاہتا تھا۔

یہی حال اس کا اہل بصرہ کے ساتھ بھی تھا جب اُس کے خونی پنجہ کی گرفت میں کوفہ وبصرہ آ گیا تو اُس نے شیعوں کے قتل وغارت وقید وبند کا بازار گرم کر دیا اور ایک لاکھ بیس ہزار افراد کو موت کے گھاٹ اُتار دیا اس تعداد میں وہ مقتولین شمار میں نہیں ہیں جو اُس کے خونی ہاتھوں سے حرب وضرب وجنگ وجدل میں قتل ہوئے ہیں۔ چنانچہ علامہ مسعودی مروج الذہب (ج ۳ ص ۱۷۵) میں کہتے ہیں کہ:

تامر الحجاج عشرين سنة واحصى من قتله صبرا سوى من قتل فى عساكره وحروبه فوجد مأة وعشرون الفا۔

حجاج نے بیس سال حکومت کی جن کو اس نے زبردستی قتل کیا ہے ان کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار تھی یہ تعداد ان لوگوں کے علاوہ ہے جو لوگ اس کی جنگ وجدل میں قتل ہوئے ہیں۔

مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۴ ص ۸۰) میں مرقوم ہے کہ:

قال هشام بن حسان احصوا ماقتل الحجاج صبرا بماة الف وعشرين الفا۔

ہشام بن حسان کہتا ہے کہ زبردستی جن لوگوں کو حجاج نے قتل کیا تھا جب لوگوں نے ان کا شمار کیا تو اُن کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار نکلی۔

ہم نے یہ صرف مقتولین و محبوسین کی تعداد تحریر کی ہے لیکن جن لوگوں کے گھر لوٹے گئے جن افراد کو خارج البلد کیا گیا جن کے اعضاء بُریدہ کئے گئے جن کو درّے اور کوڑے لگائے گئے وہ سب مظلومین اس شمار سے باہر ہیں۔

تاریخ کے طالب علم کو اپنے گوشہُ دماغ میں اسے بھی محفوظ رکھنا ضروری ہے کہ شیعہ چونکہ بدون اِذن امام علیہ السلام جہاد کو حرام و ناجائز سمجھتے ہیں اس لئے عبد الملک کے مقابل میں تلوار لے کر اُٹھنے کا بھی سوال نہیں تھا چنانچہ وہ رحلت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بعد سے عموماً اور عہد معاویہ سے خصوصاً انواع واقسام کے مظالم سہتے رہے مگر حکومت کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر نہیں آئے۔ رہا جناب مختارؒ و توابین کا جہاد وہ صرف انتقام خون حضرت سید الشہداء کے لئے تھا اور بس۔

افسوس ہزار افسوس کہ ایک لاکھ بیس ہزار شیعہ جو ظلم وجور سے قتل کئے گئے تھے مؤرخین نے اپنی خیانت سے ان کے اسماء وحالات کو نہیں تحریر کیا ہے نہ یہ ہی لکھا ہے کہ ان کو کس طرح اور کہاں کہاں قتل کیا گیا۔ کاش ہم کو ہر ایک کے اجمالی حالات ہی معلوم ہوتے تو وہ بھی تاریخ کا ایک روشن ترین باب ہوتا۔ اور ہم مظالم کے گھٹاٹوپ تاریکی اور ظلم وجور کی خوفناک آندھیوں میں اُن کے نقش قدم کو اپنے لئے بہترین رہنما بناتے۔

ابتدائے عید روزِ عاشوراء بحکم حجاج

حجاج بن یوسف کا جب دورِ حکومت عراق پر شروع ہوا تو واقعہ کربلا کو تقریباً پندرہ برس ہو چکے تھے اب تک کوفہ واطراف کوفہ میں ایسے لوگ موجود تھے جنہوں نے بازار کوفہ میں سر امام حسین علیہ السلام کو بالائے نیزہ اور امام زین العابدینؑ علیؑ بن الحسینؑ علیہما السلام کے ہاتھوں میں ہتکڑیاں پیروں میں بیڑیاں اور گلے میں طوقِ خار دار دیکھا تھا۔ ان کے پیش نظر اہلبیتؑ امام حسینؑ علیہ السلام کی اسیری کا دردناک منظر بھی تھا اگرچہ جناب مختارؒ نے نہایت کامیابی سے قاتلانِ حضرت سید الشہداء سے انتقام لیا تھا لیکن جب شیعہ آج بھی روز عاشوراء کو ۱۳۲۶ برس گزر چکنے کے بعد بھی دنیا کے گوشہ گوشہ میں خون کے آنسو روتے ہیں تو پھر جن لوگوں نے چند سال قبل یہ الم انگیز واقعات دیکھے ہوں گے اُن کے دلوں پر کیا گزرتی ہو گی ہم اس کو نوکِ قلم سے صفحات قرطاس پر تحریر نہیں کر سکتے ہیں۔

حجاج جو شیعوں کو تباہ و برباد کرنے پر اپنی حکومت کی پوری پوری طاقت صرف کر رہا تھا وہ کیونکر برداشت کر سکتا تھا کہ شیعہ چھپ چھپا کر سہی غم روز عاشور منائیں اس لئے اُس نے مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ عاشوراء کے دن عید منائیں نئے نئے لباس پہنیں چنانچہ تاریخ اصفہان (اس کتاب کا مطالعہ میں نے ۱۳۸۵ھ میں سفرت عتبات عالیات کے

سلسلہ میں جب ماہ ربیع الثانی ۱۳۸۵ھ میں زیارت مشہد مقدس امام رضا علیہ السلام سے مشرف ہوا تو حضرتؑ کے کتب خانہ میں گیا تھا اور اس سے ۶۷ھ کے واقعات میں صفحہ ۱۴۱ پر اس واقعہ کو دیکھا تھا اور نقل کر لیا تھا) وردی میں تحریر ہے کہ:

۶۷ھ میں حجاج نے روز عاشوراء حکم دیا کہ عید مناؤ اور لوگ آج کے دن نئے لباس پہنیں۔

حجاج نے تو یہ حکم دے دیا مگر ظاہر ہے صرف حکم سے کام نہ چلتا اس لئے اس سلسلہ میں یقیناً اور آگے قدم بڑھایا گیا ہوگا چنانچہ کچھ حدیثیں روز عاشوراء کی خوشی منانے کے سلسلے میں وضع کی گئیں تاکہ لوگ اسے حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھ کر عمل کریں ہم پہلے ان احادیث کو نقل کرتے ہیں اس کے بعد ان احادیث کے بارے میں علماء اہل سنت کے اقوال نقل کریں گے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی متوفی ۵۶۱ھ نے کتاب "غنیۃ الطالبین" میں چند قسم کی حدیثیں روز عاشور کے سلسلہ میں تحریر کی ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱۔ روز عاشوراء غسل کرنے اور سُرمہ لگانے کی فضیلت

جو شخص روز عاشوراء غسل کرے وہ سوائے مرض الموت کے کسی اور مرض میں مبتلا نہ ہوگا اور جو شخص اثمد کا سرمہ عاشوراء کے دن لگائے اس سال اس کی آنکھ آشوب نہ کرے گی۔ جو شخص روز عاشوراء ایسا

سرمہ لگالے جس میں مشک شریک ہو تو اس دن سے آئندہ سال تک اس کی آنکھ کو کسی مرض کی شکایت نہ ہو گی (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۵۹)

۲۔ فضیلت صوم روز عاشوراء

مجھ سے ابو نصر نے اپنے والد سے نقل کیا ہے وہ اپنے سند سے ابو غیظ ابن امیہ بن خلف جمحی سے نقل کرتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے میرے گھر میں شکرا دیکھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ پہلی چڑیا ہے جو روز عاشوراء روزہ رکھتی ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۵۹)

۳۔ عیال پر روز عاشوراء زیادہ خرچ کرنے کی فضیلت

ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ سال میں ایک دن کا روزہ جو محرم کی دسویں تاریخ کا ہے خداوند عالم نے بنو اسرائیل پر واجب قرار دیا تھا اس لئے اس دن روزہ رکھو اور اپنے عیال پر زیادہ خرچ کرو جو عاشوراء کے دن اپنے مال سے اپنے عیال پر زیادہ خرچ کرے گا خداوند عالم پورے سال کی روزی زیادہ عطا کرے گا۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۵۹)

روز عاشوراء کے روزِ مسرّت و عید ہونے کے دلائل

جو شخص عاشوراء کے عظیم دن روزہ رکھنے اور اس کی عظمت و بزرگی کے بارے میں جو کچھ وارد ہوا ہے اس پر طعن و تشنیع کرے اور یہ

گمان کرے کہ قتل حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے سبب سے اس دن روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور اس دن کو حسین کی شہادت کے سبب سے مصیبت و رنج و غم کا دن قرار دینا چاہئے اور تم اُسے خوشی و مسرت کا دن قرار دیتے ہو اور اہل و عیال پر زیادہ خرچ کرتے اور فقراء و مساکین و کمزور لوگوں کو صدقہ دینے کا حکم دیتے ہو۔ حسین کا مسلمانوں نے حق ادا نہیں کیا اگر ان کے روز قتل خوشی و مسرت میں مشغول ہوئے۔ یہ کہنے والا غلطی پر ہے اس کا مذہب بُرا ہے خراب و باطل ہے اس لئے کہ خداوند عالم نے سب سے افضل و بہتر و بزرگ و بلند تر دن کو اپنے نبیؐ کے نواسے کی شہادت کے لئے منتخب کیا ہے تاکہ وہ اپنی عظمتوں کے باوجود اور عظمت و بزرگی و بلندی مرتبہ حاصل کریں اور شہادت کے ذریعہ سے وہ شہید خلفائے راشدین کے درجہ تک پہونچ جائیں۔

اور اگر یہ جائز ہوگا کہ حسینؑ کے روز شہادت کو روز مصیبت و رنج و غم قرار دیا جائے تو روز دوشنبہ روز رنج و غم قرار دئے جانے کے لئے زیادہ اولیٰ و بہتر ہے اس لئے کہ اس دن خداوند عالم نے اپنے نبیؐ کی روح قبض کی ہے اسی طرح اسی دن ابو بکر صدیق کی روح قبض ہوئی ہے۔ اس کی روایت ہشام بن عروہ نے عائشہ سے کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ ابو بکر نے دریافت کیا کہ کس دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی؟ میں نے کہا دوشنبہ کو تو انہوں نے کہا کہ مجھے امید ہے میں بھی دوشنبہ کے دن انتقال کروں گا چنانچہ انہوں نے اسی دن وفات پائی رسول خدا صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلم اور ابو بکر کا انتقال کرنا کسی اور کے انتقال سے زیادہ عظیم ہے حالانکہ لوگ فضیلت روزۂ روز دوشنبہ پر متفق ہیں اس دن لوگوں کے اعمال بارگاہِ رب العزت میں پیش ہوتے ہیں اور پنجشنبہ کو لوگوں کے اعمال بلند کئے جاتے ہیں اس لئے عاشوراء کے دن کو مصیبت کا دن نہ قرار دینا چاہئے بلکہ اس کو مصیبت کا دن قرار دینے سے زیادہ بہتر ہے کہ اسے خوشی و مسرت کا دن قرار دیا جائے اس لئے کہ ہم اس سے پہلے اس کے فضل و شرف کو بیان کر چکے ہیں۔ (غنیۃ الطالبین ج ۲ ص ۶۲)

ہم نے شیخ عبد القادر جیلانی کی اس طولانی عبارت کو عمداً تحریر کیا ہے تاکہ ناظرین کو معلوم ہو جائے کہ ظالم حجاج کی حسینؑ علیہ السلام دشمنی کہاں سے کہاں تک پہونچ چکی ہے۔

ہم اگر اس کا جواب شیعہ نقطۂ نظر سے پیش کریں گے تو ممکن ہے اہل سنت قبول نہ فرمائیں اس لئے ہم اپنی طرف سے فی الحال اس سلسلہ میں کچھ نہیں لکھنا چاہتے بلکہ علماء اہل سنت ان روایات اور اس استدلال کے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں اُسے پیش کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ فضیلت روز عاشوراء و غسل و مہندی لگانے کے اخبار اور اس روز عید منانے کی روایات در حقیقت بنواُمیہ و حجاج کے حدیث ساز کارخانہ سے ڈھل کر نکلی ہیں صحیح نہیں ہیں جعلی ہیں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طرف ان کی نسبت غلط دی گئی ہے۔

ردد لائل عید روز عاشوراء اقوال علماء اہل سنت سے

حافظ جمال الدین محمد بن یوسف زرندی متوفی ۷۵۰ھ نے نظم درر السمطین میں شیعوں کے روز عاشوراء گریہ ونوحہ وماتم کو ذکر کرنے کے بعد کہا ہے کہ:

اسی طرح اس قوم کے افعال کے معارضہ میں ایک قوم کو اس کے ضد کی زینت دی گئی ہے اس لئے انہوں نے روز عاشوراء کو عید قرار دیا ہے اور وہ اس دن اظہار فرح وسرور کرتے ہیں یا تو اس لئے کہ وہ ناصبی ہیں حسین رضی اللہ عنہ اوران کے اہلبیتؑ سے تعصب رکھتے ہیں یا جاہل افراد ہیں جو فاسد کا مقابلہ فاسد اور شر کا مقابلہ شر اور بدعت کا مقابلہ بدعت سے کرتے ہیں اس لئے وہ اُس دن زینت کرتے ہیں جیسے خضاب لگانا نیا لباس پہننا سرمہ لگانا عیال کے مصارف میں وسعت دینا غیر معمولی کھانے پکوانا غرض اس دن وہ سب کچھ کرتے ہیں جو عیدوں میں کرتے ہیں اور یہ گمان کرتے ہیں کہ یہ سنت ہے حالانکہ سنت اس کا ترک ہے اس لئے کہ ان چیزوں کے بارے میں کوئی ایسی چیز نہیں وارد ہے جس پر اعتماد کیا جائے۔ نہ اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث وارد ہے جس کی طرف رجوع کی جائے بعض بزرگ علماء سے جو علم حدیث وعلم دین میں ممتاز تھے عاشور کے دن لوگ جو کرتے ہیں اس کے لئے سوال کیا گیا یعنی

سُرمہ لگانا غسل کرنا مہندی لگانا طرح طرح کے کھانے پکوانا نئے کپڑے پہننا اظہار سرور کرنا تو انہوں نے فرمایا کہ ان چیزوں کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے نہ صحابہ سے کچھ منقول ہے نہ چاروں اماموں اور دوسرے علماء ومحدثین سے اس کے لئے کچھ مذکور ہے۔ نہ معتبر کتابوں میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ وتابعین سے ان امور کے بارے میں کوئی حدیث صحیح یا ضعیف وارد ہے۔ لیکن بعض علماء متاخرین سے اس کے بارے میں جو یہ وارد ہے کہ جو عاشوراء کے دن سُرمہ لگائے گا اس کی آنکھ اس سال آشوب نہ کرے گی جو عاشوراء کے دن غسل کرے گا وہ اس سال بیمار نہ ہو گا جو اس دن عیال کے لئے زیادہ خرچ کرے گا اللہ اسے پورے سال وسعت وفراخی عطا کرے گا یا اس کے مثل جو چیزیں وارد ہیں یا اس کے مثل فضلِ نماز روز عاشوراء اور یہ کہ اس دن آدم کی توبہ قبول ہوئی نوحؑ کی کشتی کوہ جودی پر ٹھہری حضرت ابراہیمؑ اسی دن آگ سے بچے اُسی دن مینڈھا حضرت اسمٰعیلؑ کا فدیہ ہوا اسی دن جناب یوسف حضرت یعقوبؑ کے پاس پہونچے یہ سب کی سب حدیثیں جھوٹی ہیں صرف توسعہ عیال کے بارے میں ایک حدیث مرفوع سفیان بن عتبہ سے وارد ہے وہ اُسے ابراہیم بن محمد بن منتشر نے اپنے باپ محمد بن منتشر سے نقل کیا ہے یہ شخص کوفہ کا رہنے والا تھا اس کی وثاقت کے بارے میں ہی کلام کیا گیا ہے (

اس لئے یہ روایت بھی ساقط ہو جاتی ہے) پس یہ لوگ (اہل سنت) اپنی جہالت کے سبب سے عاشوراء کے دن کو مثل عید کے مناتے ہیں اور وہ لوگ (شیعہ) اس دن ماتم کرتے ہیں حزن و غم مناتے ہیں دونوں گروہ خطاکار ہیں سنت سے باہر ہیں نامناسب بات کرتے ہیں۔ (نظم درر السمطین ورق ۱۸۸ و ۱۸۹۔ اس کتاب کا ایک نادر نسخہ کتب خانہ ناصریہ میں فن مناقب ۵۵ پر موجود ہے)

علامہ نور الدین علی ابن عبداللہ سمہودی متوفی ۹۱۱ھ کتاب جواہر العقدین میں زرندی کی مذکورہ بالا عبارت کو نقل کرکے فرماتے ہیں کہ حافظ ابوحفص ابن بدر ابن سعید الموصلی نے کتاب مغنی عن الحفظ والکتاب میں لکھا ہے کہ:

بعض لوگ جو یہ کہتے ہیں فضائل عاشوراء میں سوائے سُرمہ لگانے کے کوئی چیز صحیح وارد نہیں ہے اور حاکم نے کہا کہ عاشورہ کے دن سُرمہ لگانے کے بارے میں کوئی روایت نبیؐ سے وارد نہیں ہے بلکہ یہ ایک بدعت ہے جس کو قاتلان حسینؑ نے جاری کیا تھا حالانکہ عاشورہ کے دن سُرمہ لگانے کی روایت کو حاکم نے بسلسلۂ جویبر بن ضحاک سے اور اس نے ابن عباس سے نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کے سب راوی منکر و ناپسندیدہ ہیں بلکہ اس کو ابن جوزی نے اسی سبب سے موضوعات میں داخل کیا ہے اور ابوہریرہ سے بھی ایک حدیث سند ضعیف (لین) سے وارد ہے جس میں

منشور شونیزی سے نقل کیا ہے اور شاید ابن جوزی نے اسی سبب سے اس کو موضوعات میں داخل کیا ہے وہ سند اس متن کی قطعی مخالف ہے جیسا کہ بعض حفاظ نے کہا ہے۔

علامہ مجد الدین لغوی نے اپنی کتاب سفر الشہادت میں کہا ہے کہ:

عاشوراء کے دن کی فضیلت کی روایتیں اور اس دن کے روزہ کی احادیث اور تمام وہ حدیثیں جو عاشوراء کے دن کی فضیلت اس دن نماز پڑھنے زیادہ خرچ کرنے خضاب و سُرمہ و تیل لگانے اور قسم قسم کے کھانے پکانے یا اس قسم کی چیزوں کے لئے وارد ہیں وہ سب حدیثیں موضوع اور جھوٹی ہیں۔ حاکم نے کہا ہے کہ ائمہ حدیث یہ کہتے ہیں:

عاشوراء کے دن سُرمہ لگانا بدعت ہے جس کو قاتلان حسین رضی للہ عنہ نے جاری کیا ہے کتاب الفیہ من کتب الحنفیہ میں ہے کہ عاشوراء کے دن سُرمہ لگانا چونکہ علامت ہے دشمنان اہل بیتؑ کی اس کا ترک واجب ہے۔ اور کہا ہے کہ متفرق حدیثوں کے دیکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ عاشوراء کے دن سُرمہ لگانا ناپسندیدہ ہے اس لئے کہ یزید اور ابن زیاد نے خون امام حسینؑ کا سُرمہ لگایا اور بعض کہتے ہیں کہ اثمد کا سُرمہ اس لئے لگایا تھا کہ قتل امام حسینؑ سے اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں۔ اس کو حنفیہ میں سے ابو علی زندمیشی نے اپنی کتاب روضہ میں نقل کیا ہے۔

رہا علامہ زرندی صاحب کا یہ کہنا کہ لوگوں نے عاشور کے مانند دن

میں سرمہ لگانے میں اختلاف کیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ جائز ہے اور دلیل میں سابق والی حدیث نقل کی ہے اور یہ کہ سبب اس کا یہ ہے کہ بعض کتب مغازی میں یہ وارد ہے کہ کشتیٔ جناب نوحؑ کوہ جودی پر عاشورہ کے دن ٹھہری تھی۔ جناب نوحؑ اور ان کے ساتھی جب چھ مہینہ کے بعد کشتی سے نکلے تو پانی کی بدبو کے سبب اُن کی آنکھیں آشوب کر آئی تھیں تو خداوند عالم نے اُن کو وحی کی کہ اثمد کا سرمہ لگائیں چنانچہ ان لوگوں نے ایسا کیا اور اچھے ہو گئے میں (سمہودی) کہتا ہوں اس حدیث اور سابق کی حدیثوں کے عاشور کے دن سرمہ لگانے کے استحباب پر دلیل پیش کرنا صحیح نہیں ہے اور واقعۂ جناب نوحؑ کو عاشور کے لئے مخصوص کرنا بھی بدعت ہے اس کے علاوہ ان کا یہ فعل اس وقت ضرورت کے سبب سے تھا۔ (جواہر العقدین ورق ۲۶۰ و ۲۶۱ اس کتاب کا ایک نادر اور قلمی نسخہ کتب خانہ عامر ناصریہ لکھنؤ میں مناقب نمبر ۱۵ پر موجود ہے یہ نسخہ بہت قدیم ہے)

یہ سب لکھنے کے بعد علامہ سمہودی کہتے ہیں کہ:

لیکن شیخ امام ابن تیمیہ (ابن تیمیہ کا اصل نام ابوالعباس تقی الدین احمد بن شہاب الدین عبدالحلیم ہے متوفی ۷۲۸ھ قید خانہ دمشق میں اُن کی وفات واقع ہوئی یہ کھلے ہوئے دشمن اہل بیتؑ تھے انہوں نے حمایت یزید میں ایک رسالہ تصنیف کیا تھا جس کا نام ''حسینؑ و یزید'' تھا جس کو عبدالرزاق ملیح آبادی نے اُردو میں ترجمہ کیا ہے ۱۹۳۵ء میں لکھنؤ میں چھپا تھا اس کے بعد پاکستان میں چھپا تھا جسے دیکھ کر میں نے ابن جوزی

کی کتاب "الرد علی المتعصب العنید المانع عن ذم یزید" کا ترجمہ "جواز لعن یزید" ہم نے ترجمہ کر کے شائع کیا ہے) کا یہ قول ہے کہ ائمہ حدیث میں سے کسی نے کوئی حدیث نہیں لکھی ہے جس میں عاشور کے دن نفقہ وسیع کرنے کے بارے میں احادیث مرقوم ہوں۔ سب سے بلند جو حدیث اس کے بارے میں ہے وہ ابراہیم ابن منتشر کا قول ہے جو اس کے مانند آدمی سے عجیب بات ہے اس کا یہ قول ہم ذکر کر چکے ہیں کہ ائمہ حدیث میں کئی کتابوں میں مذکور ہے۔ (علامہ سمہودی کا ابن تیمیہ پر یہ نقد عجیب ہے کہ اس ضعیف حدیث کو متعدد ائمہ حدیث نے نقل کیا ہے اس کے ناقل جتنے بھی ہوں اس سے ضعیف راوی قوی نہیں ہو جائے گا اس لئے وہ صحیح قرار نہیں پا سکتی ہاں اگر محمد بن منتشر کی طرح کئی اور ضعیف رواۃ نے نقل کیا ہوتا تو ضعف سند میں کچھ قوت پیدا ہو جاتی اس حدیث میں ایسا نہیں ہے)

ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم (ان کا نام شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن بکر بن ایوب سعد زرعی دمشقی تھا حنبلی مسلک کے زبردست عالم اور ابن تیمیہ کے شاگرد تھے ان کی طرح وہ زیارت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جائز نہیں جانتے تھے ۷۵۱ھ میں وفات پائی) نے کہا ہے کہ:

عاشور کے دن سرمہ لگانا زینت کرنا' عیال پر زیادہ خرچ کرنا اور اس کے علاوہ فضائل عاشورہ کی دوسری حدیثوں میں سے کوئی حدیث صحیح نہیں ہے بس روزہ رکھنے والی حدیث تو صحیح ہے اور اس کے علاوہ جتنی

حدیثیں ہیں سب باطل ہیں اور اس کے مثل وہ حدیث ہے جس میں وارد ہے کہ جو شخص اپنے عیال پر عاشور کے دن زیادہ خرچ کرے تو خداوند عالم پورے سال اس کو زیادہ عطا کرے گا۔ امام احمد نے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے لیکن وہ حدیثیں جن میں سرمہ لگانے، تیل لگانے، خوشبو لگانے کے متعلق وارد ہیں یہ سب جھوٹوں کی بنائی ہوئی روایتیں ہیں۔ ان لوگوں کے مقابلہ میں دوسرے افراد ہیں جنہوں نے عاشورہ کے دن کو روز حزن وملال قرار دیا ہے۔ یہ دونوں بدعتی ہیں اور سنت سے خارج ہیں۔ (جواہر العقدین مخطوط ص ۱۶۴)

علامہ زرندی (زرندی کا اصل نام حافظ جمال الدین محمد بن یوسف ہے ۷۵۰ھ کے بعد انتقال ہوا جو شخص ان کی عظمت وجلالت کو دیکھنا چاہتا ہو حسبِ ذیل کتابوں پر نظر کرے:

۱۔ کواکب دراری شرح صحیح بخاری مصنفہ شمس الدین محمد بن یوسف بن علی کرمانی
۲۔ مشیخہ جنید بلیانی تخریج شمس الدین حرزی۔
۳۔ درر کامنہ فی اعیان الماۃ الثامنہ۔ ابن حجر عسقلانی۔
۴۔ توضیح الدلائل۔ سید شہاب الدین احمد۔
۵۔ فصول مہمہ۔ ابن صباغ مالکی۔
۶۔ جواہر العقدین۔ نورالدین علی بن عبداللہ سمہودی۔
۷۔ سبل الہدیٰ والرشاد۔ محمد بن یوسف شامی۔
۸۔ وسیلۃ المال۔ احمد بن فضل بن محمد باکثیر مکی۔

۹۔ مفتاح النجا۔ مرزا محمد معتمد خاں بدخشی۔

۱۰۔ ذخیرۃ المال۔ عبد القادر عجیلی۔

۱۱۔ منتہی المقال۔ مفتی صدر الدین خاں دہلوی۔

۱۲۔ معرکتہ الآراء۔ مولوی سلامت اللہ بدایونی۔

۱۳۔ منتہی الکلام۔ مولوی حیدر علی فیض آباد۔)

اور علامہ سمہودی (سمہودی کا اصل نام علی ابن عبد اللہ تھا ان کی عظمت و جلالت حسب ذیل کتابوں سے معلوم کی جاسکتی ہے:

۱۔ ضوء لامع "شمس الدین صفوی

۲۔ ذیل آس از جار اللہ محمد ابن عبد العزیز ابن فہد مکی۔

۳۔ کتاب الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام از قطب الدین محمد ابن احمد مکی۔

۴۔ نور سافراز محی الدین عبد القادر عیدروس تیمی

۵۔ عجالۃ الراکب وبلغۃ الطالب از عبد الغفار ابن ابراہیم

۶۔ سُبل الہدیٰ والرشاد از محمد یوسف شامی

۷۔ وسیلۃ المال از احمد بن فضل ابن محمد باکثیر مکی۔

۸۔ صراط سوی از محمود ابن محمد ابن علی شیخانی۔

۹۔ جذب القلوب از شیخ عبد الحق دہلوی۔

۱۰۔ بلغۃ المسیر از ابراہیم ابن حسن کردی کورانی۔

۱۱۔ کفایۃ المطلع از تاج الدین دیان مکی۔

تفصیل کے لئے عبقات حدیث ثقلین ونور وغیرہ ملاحظہ ہو)

علامہ زرندی اور علامہ سمہودی اہلسنت کے مشہور عالم ہیں ان کی توثیق قوسین میں ملاحظہ ہو۔ان دونوں حضرات کے اقوال کو پڑھنے کے بعد حسبِ ذیل نتائج نکلتے ہیں:

۱۔ زرندی کے نزدیک روز عاشورہ عید منانا ناصبیوں کا کام ہے یا جاہلوں کا کام ہے جو فاسد کا مقابلہ فاسد سے شر کا مقابلہ شر سے کرتے ہیں۔

۲۔ عاشور کے دن سُرمہ لگانا یا زینت کرنا خضاب لگانا نیا کپڑا پہننا عیال پر زیادہ خرچ کرنا قسم قسم کے کھانے پکوانا سنت نہیں ہے بلکہ سنت اس کا ترک ہے۔

۳۔ حدیث میں ان امور کے بارے میں صحیح اور قابل اعتماد حدیث نہیں پائی جاتی۔

۴۔ ان امور کے متعلق بعض علماء سے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث صحیح اس بارے میں وارد نہیں ہے۔

۵۔ صحابہ نے بھی عاشور کے دن عید نہیں منائی ائمہ اہل اسلام بھی اس دن عید نہیں مناتے۔

۶۔ ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت متوفی ۱۵۰ھ ومحمد ابن ادریس شافعی متوفی ۲۰۴ھ ومالک ابن انس واحمد بن حنبل میں سے کسی نے عاشور کے دن عید منانے کو سنت نہیں قرار دیا۔

۷۔ ان لوگوں کے علاوہ کسی اور نے بھی اس دن عید منانے کو نہیں کہا ہے۔

۸۔ معتبر کتابوں کے مصنفین میں سے کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم اور صحابہ و تابعین میں سے کسی سے کوئی حدیث صحیح اور ضعیف عاشور کے دن خوشی منانے کے متعلق نہیں نقل کی ہے۔

۹۔ بعض متاخرین غالباً اس سے مراد عبدالقادر جیلانی ہیں روز عاشورہ سرمہ لگانے غسل کرنے عیال پر زیادہ خرچ کرنے نماز کی فضیلت توبہ آدمؑ کے قبول ہونے کوہ جودی پر سفینہ کے ٹھہرنے اور جناب ابراہیمؑ کے اسی دن آتش نمرود سے بچنے اور جناب اسمٰعیلؑ کے لئے اسی دن فدیہ آنے اور جناب یوسفؑ کے اسی دن حضرت یعقوبؑ تک پہونچنے کے متعلق جتنی حدیثیں تحریر کی ہیں وہ سب کی سب جھوٹی ہیں۔ یہ تو نتائج علامہ زرندی کے قول سے نکلتے ہیں۔

لیکن علامہ سمہودی نے جواہر العقدین میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے:

۱۔ حافظ ابوحفص نے کتاب مغنی میں کہا ہے کہ عاشور کے دن سرمہ لگانے کی حدیث صحیح نہیں ہے۔

۲۔ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ معروف بہ ابن بیع جنہیں حاکم نیشاپوری کہا جاتا ہے جن کی وفات ۴۰۵ھ میں ہوئی تھی وہ کہتے ہیں کہ عاشور کے دن سرمہ لگانا قاتلان حسینؑ کی بدعت ہے۔

۳۔ علامہ عبدالرحمٰن ابن جوزی متوفی ۵۹۵ھ نے ان حدیثوں کو جعلی قرار دیا ہے۔

۴۔ علامہ ابوطاہر مجدالدین محمد بن یعقوب بن محمد صدیقی شیرازی فیروز

آبادی متوفی ۸۱۷ھ نے کتاب سفر السعادت میں عاشور کے فضائل کی کل حدیثوں کو جس میں زیادہ خرچ کرنا سرمہ لگانا' تیل لگانا' خضاب لگانا وغیرہ داخل ہے طرح طرح کے کھانے پکانا سب کو جھوٹی اور جعلی قرار دیا ہے۔

۵۔ کتاب حنفیہ میں عاشور کے دن سُرمہ لگانے کو دشمنان اہلبیتؑ کی علامت قرار دی ہے اور کہا ہے کہ اس دن یزید اور ابن زیاد نے خون حسین علیہ السلام کا سرمہ اپنے آنکھ میں لگایا تھا تاکہ اُن کی آنکھیں خنک ہوں۔

۶۔ ابو علی زندویستی جو حنفی تھے انہوں نے عاشور کے دن سرمہ لگانے کی حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے۔

۷۔ علامہ ابن تیمیہ جو شیعوں کے پکے دشمن تھے انہوں نے بھی عاشور کے دن عیال پر زیادہ خرچ کرنے کی حدیث کو موضوع اور جعلی بتایا ہے۔

۸۔ ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم نے عاشور کے دن سرمہ لگانے' زینت کرنے عیال پر زیادہ خرچ کرنے اور اس کے علاوہ عاشورہ کی تمام حدیثوں کو باطل اور جھوٹ قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ عیال پر زیادہ خرچ کرنے کی حدیث صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح سرمہ لگانا' تیل لگانا' خوشبو لگانے کے بارے میں جتنی حدیثیں ہیں وہ سب جھوٹے اور کذاب لوگوں کی گڑھی ہوئی حدیثیں ہیں۔

علامہ زرندی اور علامہ سمہودی کے ان ارشادات سے یہ چیز اچھی طرح واضح ہو گئی کہ عاشور کے دن کو عید کی طرح منانے کی اجازت نہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے نہ صحابہ و تابعین اس کے قائل تھے

اور اہل سنت کے چاروں امام جن کے فتویٰ پر آج تک دنیا بھر کے مسلمان عمل کرتے ہیں وہ اس کے قائل نہیں تھے اسی طرح اس فرقہ کے بہت سے بڑے محدثین وعلماء حد یہ ہے کہ شیعوں کا جانی دشمن ابن تیمیہ اور اس کا شاگرد ابن قیم بھی روز عاشورہ عید منانے کو بدعت وناجائز کہتے ہیں کیا علامہ زرندی اور علامہ سمہودی ان کے اقوال کے بعد ہم اپنے حبیب صفی و صدیق وفی محقق یگانہ العلامہ السید سبط الحسن ہنسویؒ کے تاریخ عزاداری سے احادیث فضائل روز عاشوراء کے بطلان وضعف کے بارے میں علمائے اہل سنت کے چند اقوال نقل کرتے ہیں تاکہ ارباب ایمان پر یہ بات اچھی طرح واضح ہو جائے کہ شیعوں کی مظلومیت نے کہاں کہاں اپنا اثر دکھایا ہے اور کن کن سنگین دلوں کو گداز کیا ہے جس سے وہ حق بات کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں چنانچہ موصوف فرماتے ہیں کہ:

(۱)

عاشورۂ محرم کو خوشی منانے کے متعلق تمام روایتیں جعلی وموضوع ہیں

موجودہ زمانہ کے مصر کے زبردست محقق علامہ جلال الحسینی الحفی اپنی مشہور تصنیف "الحسینؑ" جلد دوم کے صفحہ ۱۵۱ پر تحریر فرماتے ہیں۔

(یہ کتاب ۱۳۴۹ھ میں مکتبہ السلفیہ قاہرہ سے شائع ہوئی ہے)

علامہ ابن تیمیہ منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۸۲ میں فرماتے ہیں۔
ایسے ہی عاشور محرم کو خوشی اور سرور کرنے کی بدعت ہے اور یہ حدیث کہ "جو شخص عاشور کے دن اپنے اہل وعیال پر فراخی کرے گا اللہ اس پر تمام سال فراخی رکھے گا" اس کے بارے میں امام احمد بن حنبل کا ارشاد ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے۔ (یعنی جعلی ہے) اور چاروں اماموں میں سے (یعنی ابوحنیفہ' شافعی' مالک' احمد بن حنبل) کسی ایک نے بھی ایسی ویسی باتوں میں سے کوئی امر کرنا مستحب وباعث ثواب نہیں سمجھا ہے۔ غرض کہ اپنے عیال پر فراخی کرنا اور روزمرہ کے خلاف مخصوص اُس دن لذیذ وعمدہ کھانے پکوانا یہ سب باتیں ان لوگوں کی ایجاد ہیں جو امام حسینؑ علیہ السلام کے خلاف ہو کر تعصب رکھتے ہیں یعنی دشمنان حسینؑ ہیں لیکن حدیث توسع جس کے الفاظ یہ ہیں "جو روز عاشورۂ محرم اپنے عیال پر فراخی کرے گا خدا اس پر تمام سال فراخی کرے گا" یہ حدیث صرف ہیثم بن شداخ سے مروی ہے جو تمام لوگوں کے نزدیک باتفاق ضعیف ہیں۔ ابن رجب کہتے ہیں کہ اس روایت کی اسناد صحیح نہیں ہے اور اس حدیث کو علامہ بن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے۔ بعض نے حسن بھی کہا ہے۔ رہ گئے اس کے علاوہ اور افعال بھی (جن کا کرنا سنت وثواب قرار دیا گیا ہے) مثلاً عاشور کے دن سرمہ لگانا' عمدہ کپڑے پہننا' عالموں اور برادری والوں کی ملاقات کے لئے

(مثل عید کے دن کے) جانا یا مثل اس کے اور امور حسنہ تو ان سب امور کے بارے میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ وہ قاتلان حسینؑ کی ایجاد کی ہوئی باتیں ہیں جنہوں نے عاشورہ محرم (جو یوم غم ہے) کو عید کا دن قرار دیا ہے۔

پھر ص ۱۶۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں:

امام غزالی مکاشفۃ القلوب کے ص ۲۰۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ حدیث توسع کو بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے اور اس ایک حدیث کو کہ ایک درہم عاشور کو خیرات میں دینا برابر ہے چھ سو درہم صدقہ کرنے کے" طبرانی نے نقل کیا ہے جو قابل اعتراض ہے۔ اور یہ حدیثیں کہ جو شخص عاشور کو سرمہ لگائے سال بھر تک اُس کی آنکھ آشوب نہ کرے گی یا جو شخص اس دن غسل کرے بیمار نہ ہو گا۔ یہ سب گڑھی ہوئی ہیں۔ امام حاکم نے تو اس کی تصریح کی ہے کہ روز عاشور کے دن سرمہ لگانا بدعت ہے اور علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ سرمہ لگانے اور لذیذ اور عمدہ کھانے پکانے اور تیل اور عطر لگانے والی حدیثیں جو خاص کر عاشورہ محرم کے دن کے لئے روایت کی جاتی ہیں سب جھوٹوں کی گڑھی ہوئی ہیں۔

صفحہ ۵۵ پر ہے:

علامہ مقریزی خطط جلد ۱ ص ۴۹۰ طبع بولاق مصر میں تحریر فرماتے ہیں:

مصر کے خلفاء فاطمیین عاشورۂ محرم کو غم مناتے تھے اس دن بازار بند کردئے جاتے تھے اور صفِ ماتم بچھائی جاتی تھی لیکن جب خلفاء بنی فاطمہؑ کا زوال ہوا تو سلاطین بنی ایوب نے عاشور محرم کو خوشی کا دن قرار دیا۔ اہل و عیال پر فراخی کی جاتی تھی' لذیذ غذائیں اور حلوے بنتے تھے' دستر خوان بچھایا جاتا تھا جس پر قسم قسم کے کھانے پینے کی چیزیں ہوتی تھیں۔ برتن خریدے جاتے تھے (یعنی میلہ اور بازار لگتا تھا جس میں خرید و فروخت ہوتی تھی) سرمہ لگاتے تھے خاص کر غسل کرنے جاتے تھے۔ یہ سب باتیں مثل شامیوں کے کی جاتی تھیں جنہیں عبد الملک بن مروان کے زمانہ میں حجاج بن یوسف نے صرف اس لئے جاری کی تھیں تاکہ دسویں محرم کو خوشی کرکے حضرت علیؑ علیہ السلام کے شیعوں کو تکلیف پہونچائیں کیونکہ شیعیان علیؑ اُس دن غم و حزن کا اظہار کرتے تھے ان ہی شامیوں کی پیرو بنی ایوب نے بھی کی کہ وہ اُس دن خوشی مناتے تھے اور میرے خیال میں عید منانے کی رسم بنی ایوب میں اُسی زمانے سے تھی جب کہ یہ لوگ شام میں تھے تو دیگر شامیوں کی طرح یہ برابر خوشی کرتے تھے مصر میں آنے کے بعد بھی یہی عادت جاری رکھی چنانچہ جب سلطان صلاح الدین یوسف ابن ایوب کے ہاتھوں بنی فاطمہؑ کی سلطنت کو زوال ہوا تو یہ لوگ مثل ملک شام کے مصر میں عید عاشور منانے لگے اور ان لوگوں کا یہ فعل فاطمیین کی رواسم عزاداری کے بالکل خلاف تھا۔

(۲)

علامہ شیخ شہاب الدین بن حجر الہیتمی الملکی جو اپنے زمانہ کے "شیخ الفقہاء والمحدثین" ہونے کے علاوہ مکہ معظّمہ کے مفتی تھے صواعق محرقہ ص۱۰۹ و ۱۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔ (مطبوعہ میمنیہ مصر ۱۳۲۴ھ)

اور اپنے کو بچائے پھر بچائے۔ ایسا نہ ہو کہ ناصبیوں کے بدعات جو اہلبیتؑ رسولؐ کے خلاف تعصب رکھتے ہیں کرنے لگے یا جاہلوں کے بدعات جو فساد کو فساد اور بدعت کو بدعت اور بدی کو بدی سے بھڑاتے ہیں یعنی غایت درجہ کی فرح اور سرور کو ظاہر کرنا اور عاشور کے دن عید منانا اور آرائش و زینت کرنا جیسے خضاب کرنا و سرمہ لگانا اور نئی پوشاک بدلنا اور خرچ میں فراخی کرنا اور کھانے وانے معمول سے زیادہ پکانا اور اُن کا یہ سمجھنا کہ یہ سب امور مسنون و معتاد ہیں یعنی سنت ہیں غلط ہے بلکہ تمام امور کا ترک سنت ہے کیونکہ اس بارے میں قابل اعتبار کوئی روایت نہیں ہے اور نہ کوئی ایسی حدیث ہے جس کی طرف رجوع کی جائے۔ حدیث اور فقہ کے بعض اماموں سے سوال کیا گیا کہ سرمہ لگانے اور مہندی لگانے اور کھانا پکانے اور کپڑے بدلنے اور خوشی ظاہر کرنے کا عاشور کے دن میں کیا حکم ہے اُنہوں نے جواب دیا اس بارے میں رسول اللہ صلعم سے کوئی حدیث صحیح مروی نہیں ہے اور نہ اُن کے کسی صحابی اور

مسلمانوں کے چاروں اماموں یعنی ابو حنیفہ' مالک' شافعی' احمد بن حنبل میں سے کسی نے اس کو مستحب سمجھا اور نہ کسی اور نے اور نہ معتمد و معتبر کتابوں میں اس بارے میں کوئی روایت صحیح ہے نہ ضعیف اور جو کہتے ہیں کہ جس نے عاشور کے دن سرمہ لگایا تو اس سال آنکھیں نہ دکھیں گی اور جو کوئی نہایا سال بھر بیمار نہ ہوگا اور جس نے اپنے عیال پر زیادہ خرچ کیا تو اللہ تمام سال اُس پر فراخی رکھے گا اور اسی قسم کی اور دوسری روایتیں جیسے اس کی نماز کی فضیلت اور یہ کہ آدم کی توبہ قبول ہوئی اور نوح کی کشتی جودی پر جا ٹھہری اور ابراہیم کو آگ سے نجات ملی اور میڈھا اسمٰعیل کا فدیہ ہوا اور یوسف یعقوب کے پاس آئے۔ یہ سب حدیثیں موضوع (گڑھی ہوئی) ہیں بجز توسعہ علی العیال کے لیکن اُس کے سند میں ایسا شخص ہے جس کے حق میں کلام ہے (اس لئے یہ حدیث بھی قابل اعتبار نہیں) سوائے اس کے کہ اس گروہ (یعنی وہ لوگ جو دسویں محرم کو بجائے غم والم کے خوشی ظاہر کرتے ہیں) نے اپنی جہالت سے اس کو (عشرہ محرم کو) سرور و خوشی کا موسم بنالیا ہے اور امام حاکم نے تو صاف بیان کیا ہے کہ عاشور کو سرمہ لگانا بدعت ہے۔ باوجودیکہ انہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جس نے روز عاشور سرمہ اثمد لگایا تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی لیکن اس کے بارے میں کہہ دیا ہے کہ یہ حدیث منکر (خراب ہے اور اعتبار کے قابل نہیں)

ہے۔اسی بناء پر علامہ ابن جوزی اس حدیث کو حاکم کے طریق سے موضوعات (گڑھی ہوئی حدیثوں) میں لائے ہیں اور بعض حفاظ حدیث نے اور طریق سے بھی کہا ہے اور مجد الدین لغوی (صاحب قاموس) امام حاکم سے نقل کرتے ہیں کہ وہ روزہ کے سوا عاشورہ کی فضیلت کی ساری حدیثیں جیسے نماز کی اور خرچ کی اور خضاب کی اور تیل لگانے کی اور سرمہ لگانے کی اور کھانا پکانے کی اور اس کے سوا تمام حدیثیں موضوع اور گڑھی ہوئی ہیں اور علامہ ابن قیم نے صراحت کے ساتھ کہا ہے کہ سرمہ لگانے کی حدیث اور تیل اور خوشبو لگانے کی عاشورہ کو جھوٹے لوگوں نے گڑھی ہے۔

(۳)

علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی "ماثبت من السنۃ" کے ص ۱۹ پر تحریر فرماتے ہیں۔ (مطبوعہ قیومی پریس کانپور ۱۹۲۳ء)

اور شیخ محمد سخاوی نے مقاصد حسنہ میں لکھا ہے کہ یہ حدیث کہ "جس نے عاشورہ کے دن اثمد کا سرمہ لگایا تو اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں گی" اس کو امام حاکم اور بیہقی نے شعب الایمان کی بتیسویں باب میں روایت کیا ہے اور دیلمی نے جبیر کی حدیث سے انہوں نے ضحاک سے انہوں نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے امام حاکم کہتے ہیں کہ یہ حدیث منکر بلکہ موضوع (من گڑھت) ہے۔ ابن جوزی نے

اسی وجہ سے اس کو موضوعات میں لکھا ہے اور ابو ہریرہ کی حدیث سے بسند ضعف کہ جس میں احمد بن منصور شونیزی ہے اور جو قابل اعتراض ہے۔ یہ حدیث کہ جس نے اپنے عیال پر عاشور کے دن فراخی کی اللہ اُس پر تمام سال فراخی رکھے گا۔ اس کو طبرانی اور بیہقی نے شعب الایمان اور فضائل الاوقات میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ ابوسعید نے ابن مسعود نے اور دونوں پہلے بزرگوں نے ابوسعید سے اور صرف دوسرے بزرگ نے شعب الایمان میں جابر اور ابو ہریرہ سے روایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس حدیث کی سب سندیں ضعیف ہیں اور اسی کتاب کے صفحات ۲۰ و ۲۱ و ۲۲ و ۲۳ پر ہے۔

اور شیخ علی بن محمد بن العراقی جو اپنے زمانہ کے مدینہ شریف میں امام حافظ حدیث وعلامہ تھے۔ اپنی کتاب تنزیۃ الشریعہ فی الاحادیث المرفوعہ میں لکھتے ہیں یہ حدیث کہ جس نے اوائل محرم میں نو دن روزے رکھے تو اس کے واسطے اللہ ہوا میں ایک قبہ مساحت میں میل در میل بنائے گا اور اُس کے چار دروازے ہوں گے۔ اس کو حافظ ابو نعیم نے انس سے روایت کی ہے۔ اور اس کے راویوں میں موسیٰ طویل ہے اور یہ اس حدیث کے لئے ایک وبائے بے درماں ہے اور یہ حدیث کہ جس نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا تو اللہ اس کے واسطے سات برس کی عبادت صوم وصلوٰۃ کے ساتھ لکھے گا۔ اور جس نے یوم عاشور روزہ رکھا تو اس کو دس ہزار فرشتوں کا ثواب

ملے گا اور جس نے یوم عاشور روزہ رکھا تو اس کو ہزار حاجیوں کا اور عمرہ بجالانے والوں کا ثواب ملے گا اور جس نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اس کو دس ہزار شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ اور جس نے عاشورہ کے دن روزہ رکھا اس کے واسطے اللہ ساتوں آسمانوں کا ثواب لکھ دے گا۔ اور جس نے عاشورہ کے دن بھوکے کا پیٹ بھر دیا تو گویا اُس نے امت محمدیؐ کے تمام فقراء کو کھانا کھلایا اور سیر کر دیا اور جس نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اُس کے ہر بال کے بدلے جو اُس کے سر پر ہیں جنت میں بلند درجہ ملے گا۔ اللہ نے عاشور کے دن آسمان پیدا کئے اور ویسے ہی زمین پیدا کی اور عاشور کے دن قلم پیدا کیا اور ایسے ہی لوح کو اور عاشورے کے دن جبرئیل کو پیدا کیا اور عاشور کے دن فرشتوں کو پیدا کیا اور عاشور کے دن آدم کو پیدا کیا اور ابراہیم عاشور کے دن پیدا ہوئے اور اللہ نے عاشور کے دن ان کو آگ سے بچایا اور عاشور کے دن اسمٰعیلؑ کا فدیہ آیا اور عاشور کے دن فرعون کو ڈبویا اور عاشور کے دن ادریسؑ کو اٹھایا اور عاشور کے دن آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی اور عاشور کے دن داوٗدؑ کا گناہ معاف ہوا اور عاشور کے دن رب عرش پر مستوی ہوا اور عاشور کے دن قیامت قائم ہوگی یہ سب روایتیں موضوع وگڑھی ہوئی جھوٹوں اور افتراء پردازوں کی ہیں اس کو علامہ ابن الجوزی نے بروایت ابن عباس ذکر کیا ہے اور اس میں (سلسلۂ روایت میں) حبیب بن حبیب داخل

ہے اور یہ اس حدیث کی بڑی مصیبت ہے اور یہ حدیث کہ اللہ نے بنی اسرائیل پر تمام سال میں ایک دن کا روزہ فرض کیا ہے اور وہ عاشور کا دن ہے جو محرم کی دسویں تاریخ ہے پس تم اس دن روزہ رکھا کرو کیونکہ وہ ایسا دن ہے کہ اللہ نے ادریسؑ کو بلند مرتبہ دیا اور وہ ایسا دن ہے کہ اُس روز اللہ نے نوحؑ کو کشتی سے اُتارا اور وہ ایسا دن ہے کہ اُس روز اللہ نے توریت موسیٰ پر نازل کی اور اُسی دن اللہ نے اسمٰعیل کو فدیہ دے کر ذبح سے بچالیا اور وہ ایسا دن ہے کہ اللہ نے یعقوبؑ کی آنکھیں پھیر دیں اور وہ ایسا دن ہے کہ اُس دن اللہ نے یونسؑ کو مچھلی کے پیٹ سے نکالا اور وہ ایسا دن ہے کہ اللہ نے اُس دن بنی اسرائیل کے واسطے دریا پھاڑ دیا اور وہ ایسا دن ہے کہ اس دن اللہ نے محمد صلعم کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے اور اُس روز موسیٰ دریا سے اُتر گئے اور اُسی دن اللہ نے یونسؑ کی قوم کی توبہ قبول کی پس اُس روز جس نے روزہ رکھا تو چالیس برس کا کفارہ ہو گیا اور پہلا دن جو اللہ نے دنیا میں پیدا کیا روز عاشورہ ہے اور پہلا دن کہ آسمان سے مینھ برسا روز عاشورہ ہے پس جس نے عاشور کے دن روزہ رکھا تو گویا وہ عمر بھر روزہ ہی رکھتا ہے اور یہ نبیوں کا روزہ ہے اور جو شب عاشور کو جاگتا رہا تو گویا اُس نے ساتوں آسمانوں کے رہنے والوں کے برابر عبادت کی اور جس نے ایسی چار رکعات ادا کیں کہ ہر ایک میں سورۂ فاتحہ ایک بار اور قل ھو اللہ پچاس بار پڑھے تو اللہ اُس کے

پچاس برس گزشتہ اور پچاس برس آئندہ کے گناہ بخش دے گا اور اس کے لئے ملا اعلیٰ میں نور کا منبر بنا دے گا اور جس نے ایک گھونٹ پانی پلا دیا تو گویا لمحہ بھر اللہ کی نافرمانی نہیں کی اور جس نے عاشور کے دن مساکین کا پیٹ بھر دیا تو پُل صراط پر سے مثل چمکتی ہوئی بجلی کے گزر جائے گا اور جس نے کوئی چیز خیرات کی گویا اُس نے کسی سائل کو محروم نہیں پھیرا اور جس نے روز عاشورہ میں غسل کیا وہ سوا مرض الموت کے کبھی بیمار نہ ہوگا اور جس نے عاشور کے دن سرمہ لگایا تو تمام سال اس کی آنکھیں نہ دکھیں گی اور جس نے یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو گویا بنی آدم کے تمام یتیموں کے ساتھ نیکی کی اور جس نے عاشور کو کسی بیمار کی عیادت کی تو گویا تمام بیماروں کی عیادت کی۔ ان سب (روایتوں) کو علامہ ابن جوزی نے موضوعات (گڑھی ہوئی روایتوں اور حدیثوں کے سلسلہ) میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کے سلسلۂ روایت میں ثقات کے نام ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض متاخرین نے (جو غالباً دشمنان اہلبیتؑ رسولؐ تھے) گڑھ کے ان راویوں کے سر منڈھ دی ہے۔

ملک العلماء قاضی القضاۃ شہاب الدین دولت آبادی اپنی کتاب "ہدایۃ السعداء" میں تحریر فرماتے ہیں:

جلوہ ششم ..... عصر کے وقت عمر بن سعد نے امام حسینؑ کی شہ رگ پر تیر مار کر گھوڑے سے گرا دیا۔ اس کے بعد یزیدیوں نے نماز

عصر پڑھی اور خوشی میں ایک دوسرے سے مصافحہ کیا اور مغرب کے بعد سر مبارک کو جدا کر کے قتل حسینؑ کی ایک دوسرے کو مبارک باد دی جب مغرب کی اذان دے رہے تھے تو اس وقت تمام اولا حسینؑ نیچے کھڑے ہوئے تھے اور یزیدی بیٹھے ہوئے تھے اس لئے مغرب کی اذان کے وقت کھڑا رہنا بہتر ہے اور یزیدیوں نے اپنی ظاہری فتح پر مغرب کی پہلی رکعت میں سورہ فتح کی تین آیتیں پڑھیں اور دوسری رکعت میں اذا جاء نصر اللہ کی سورت کو پڑھا اور اس دن یزیدیوں نے مغرب کی نماز کو اتنی دیر میں پڑھی کہ ستارے نکل آئے تھے اور ان ملعونوں نے امام مظلوم کے خون مبارک سے آنکھوں میں سرمہ لگایا اور یہ چیز اب تک شامیوں کے شعار میں داخل ہو گئی ہے لیکن ہم لوگوں کے لئے یہ سب باتیں ایسی ہیں جن سے بچنا چاہئے۔ تشریح میں ہے کہ مغرب کی نماز کو جلد پڑھنا چاہئے تاخیر کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ تاخیر کرنے میں یزیدیوں کی مشابہت ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے روز قتل مغرب کی نماز دیر میں پڑھی تھی۔ اور اسی کتاب کے اکیاسیویں (۸۱) باب میں جو مصافحہ کے بارے میں ہے لکھا ہے کہ شیخ جلیل امام ابوالقاسم کا قول ہے کہ مغرب و عصر کے درمیان میں مصافحہ کرنا مکروہ ہے۔ اسی طرح دسویں محرم کو سرمہ لگانا مکروہ ہے اس لئے کہ یزیدیوں کی سنت اور مذہب ہے اور اس لئے بھی ممانعت ہے کہ اس پر عمل کرنے کی وجہ

سے (یزیدی) ہونے کا اتہام لگ سکتا ہے۔ دستور الحقائق میں ہے کہ دسویں محرم کے دن سرمہ لگانے کے بارے میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک مکروہ ہے اور اکثر ہمارے مشائخ نے یہی فتویٰ دیا ہے۔ شیخ احمد ابو القاسم فرماتے ہیں کہ سرمہ لگانے کی ممانعت اس لئے ہے کہ جب امام حسین شہید ہوگئے تو حضرت کے قاتل شمر ملعون نے مارے خوشی کے حضرت کے خون سے سرمہ لگایا اس کے بعد تمام فوج نے حسینؑ کے خون کا سرمہ لگایا۔ اس کے بعد سر مبارک کو لے کر عبداللہ ابن زیاد کے پاس آئے تو اُس نے حضرت کے خون سے سرمہ لگایا یا اثمد کا سرمہ لگایا تاکہ آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور حسینؑ مظلوم کو انہیں منحوس نگاہوں سے دیکھے۔ اس کے بعد جب یزید کے پاس دربار میں سر پیش کیا گیا تو اُس ملعون نے اثمد کا سرمہ لگایا بلکہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت کے سر مبارک کو غسل دیا اور خون ملے ہوئے آبِ مغسول سے اُس شقی نے سرمہ لگایا۔ اس کے بعد عاشور کے دن سرمہ لگانا یزیدیوں کا طریقہ اور مذہب ہو گیا۔ اور یزیدیوں کے طریقہ کے ساتھ اشتباہ تمام مذاہبوں میں مکروہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عاشورہ کے دن سرمہ لگانا ایک ایسی بدعت ہے جس کو یزیدیوں نے ایجاد کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ سنت ہے اس لئے کہ پیغمبرؐ نے لگایا تھا لیکن یہ صحیح نہیں غلط ہے۔ صُراط مستقیم میں بھی ہے کہ عاشور کے دن سرمہ لگانا یزیدیوں کی ایجاد اور بدعت ہے جنہوں نے

خون حسینؑ سے سرمہ لگایا تھا اور دوسری کتابوں میں بھی یہی ہے صحیح فتویٰ یہی ہے کہ عاشورے کے دن سرمہ لگانا مکروہ ہے اس لئے کہ یزید نے خون حسینؑ سے سرمہ لگایا تھا۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ سرمہ اثمدی لگایا تاکہ حضرتؑ کے شہید ہونے کی وجہ سے آنکھیں ٹھنڈی ہوں یہ کہا جاتا ہے کہ عاشورے کے دن سرمہ لگانا پہلے سنت تھا لیکن جب عاشور محرم کے دن سرمہ لگانا دشمنان اہلبیتؑ کی علامت ہو گئی تو اس کا ترک کرنا واجب ہو گیا۔ روضۃ العلماء میں ہے کہ عاشورے کے دن سرمہ لگانا نہیں جائز ہے اس لئے کہ جب امام شہید ہو گئے تو اس خوشی میں یزید نے حضرت کے خون سے سرمہ لگایا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ سرمہ اثمدی کو لگایا تھا کہ آنکھوں میں ٹھنڈک ہو۔ اور منحوس آنکھوں سے حضرتؑ (کے سر کو) دیکھے اس کے علاوہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت سید جلال الحق والدین بخاری اور دوسرے سادات کرام جو اپنے اپنے شہروں اور زمانہ میں زبردست علماء اور نیکوکار تھے یہ لوگ بھی عاشور کے دن سرمہ لگانے کو منع فرماتے تھے بلکہ اگر کوئی سرمہ لگا کر آتا تھا تو اُس کی آنکھوں کو دُھلا ڈالتے تھے اس لئے دسویں محرم کو سرمہ نہ لگانا چاہئے۔

جب ناظرین بطلان عید عاشورہ کے بارے میں علماء اہلسنت کے اقوال کو پڑھ چکے اور یہ معلوم کر چکے کہ اس سلسلہ کی جملہ روایتیں جعلی اور گڑھی ہوئی ہیں اور یہ سب کچھ دشمنان امام حسین علیہ السلام کا کیا

دھرا ہے تو اسی سے شیخ عبدالقادر جیلانی اور حجاج کی حسینؑ دشمنی بھی روز روشن کی طرح واضح ہو گئی۔

یقیناً اگر بجائے سنی علماء کے کوئی شیعہ عالم ان روایات کو باطل کرتا تو اس پر رفض و تشیع کا الزام لگا کر باطل کر دیا جاتا مگر حسن اتفاق سے یہ تو سب مسلّم الثبوت علماء اہلسنت کے افادات ہیں۔ علماء کے ان واضح تصریحات کے بعد یہ عجیب بات نہیں ہے کہ اہلسنت عاشور کے دن نئے نئے رنگ کے کپڑے پہن کر زیب و زینت کر کے بن سنور کے نکلتے ہیں عوام سے زیادہ حیرت علماء اہلسنت پر ہے کہ وہ انہیں اس بدعت سے کیوں نہیں روکتے ہیں۔

کیا عزائے حسینؑ بدعت ہے؟

علامہ زرندی و سمہودی نے عبدالقادر جیلانی کی نقل کی ہوئی فضائل روز عاشورہ اور دلائل عید عاشورہ کو نہایت خوبی قوت و طاقت کے ساتھ باطل کیا ہے جس کا ہر مسلمان شکر گزار ہے لیکن اسی کے ساتھ عزائے امام مظلوم وگریہ وزاری ونوحہ و ماتم کو بھی بدعت بتایا ہے جو اُن سے باکمال عالم کے لئے زیب نہیں دیتا ہے۔ اس لئے ایک محقق کا فریضہ ہے جو کہے اُسے دلیل و برہان کے ساتھ بیان کرے لیکن شیعوں کے خلاف زہر اُگلتے وقت دونوں بزرگ اپنی جلالت قدر و عظمت کو بالائے طاق رکھ کر جذبات کے دھارے میں بہہ گئے ہیں حالانکہ انہوں

نے خود اپنی ان کتابوں میں ایسے احادیث قلم بند کئے ہیں جن سے خود سمہودی کا یہ قول باطل ہو جاتا ہے کہ:

ولایتخذہ الندب والنیاحۃ والحزن کفعل الجھلۃ اذ لیس ذلك من اخلاق اھل البیتؑ النبویؐ ولا من طرائقھم۔

روز عاشورہ کے دن حزن اور گریہ وزاری و نوحہ وحزن وملال جاہلوں کی طرح نہ کرے اس لئے کہ یہ نہ اخلاق اہلبیتؑ نبویؐ ہے نہ اُن کے طریقوں میں داخل ہے۔ (جواہر العقدین ص ۲۵۹ مخطوط)

اس طرح علامہ زرندی کے قول کو نقل کرنے کے بعد جو کچھ تحریر کیا ہے اس سے زرندی کا قول باور ہو جاتا ہے۔

اس لئے کہ غم حسین علیہ السلام کو بدعت ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور واقعہؑ کربلا کے بعد سے اب تک صرف کیا جا رہا ہے حالانکہ وہ ایسا دردناک والم انگیز المیہ ہے جس پر بدعت اور سیئہ ہونا صادق ہی نہیں آتا ہے اس لئے کہ بدعت کی تعریف یہ ہے کہ جس کو جناب رسولؐ خدا نے نہ کہا ہو اگر بدعت یہی ہے تو آیئے اس پر نظر کریں کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میتوں پر روئے یا نہیں اور آیا غم امام حسینؑ کا اظہار اللہ کی جانب سے ہوا یا نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ وتابعین غم حسین میں گریاں ہوئے یا نہیں۔ یاد رہے ہمارا مستمسک ان سب امور کے ثبوت میں خود علامہ زرندی و سمہودی و دیگر علماء اہل سنت کی احادیث ہوں گے شیعوں کے اقوال کو ہم یہاں نہ پیش کریں گے۔

دلائل جواز گریہ

میت پر گریہ وزاری کی ممانعت اقوال پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہیں ثابت کی جاسکتی لیکن اس کے برخلاف صحاح ستہ میں موجود ہے کہ میت پر خود پیغمبر اسلام روئے اور آپؐ نے رونے کا حکم دیا اور گریہ سے منع کرنے والے کو منع کیا چنانچہ صحیح نسائی و ترمذی و مشکوٰۃ و ابن ماجہ میں کتاب الجنائز میں ہے کہ:

جب جناب رسول خد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جعفر بن ابی طالبؑ کے مرنے کی خبر سنی تو صف ماتم پر بیٹھ کر فرمایا کہ:

اصنعوا الال جعفر طعاماً فقد اتاھم ما یشغلھم۔

جعفر کی اولاد کے لئے کھانے کا اہتمام کرو کیونکہ وہ ایک مصیبت میں مبتلا ہیں۔

اور بخاری و مشکوٰۃ کے باب بکاء میں روایت ہے کہ جب حسن بن حسن ابن علیؑ نے وفات پائی تو:

حضرت امراتہ بقبۃ علی قبرہ سنۃ ثم رفعت۔

حسن کی زوجہ ان کی قبر پر منڈوا ڈال کر ایک سال تک بیٹھیں اس کے بعد اسے اٹھایا گیا۔

مشکوٰۃ کے آخری باب میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بیان میں لکھا ہے کہ:

آں حضرتؐ کی رحلت کے بعد حضرتؐ کے اہلبیتؑ صف ماتم بچھائے بیٹھے تھے کہ گھر کے ایک گوشہ سے کسی کی یہ آواز سنائی دی کہ:

اے آلؑ محمدؐ خدا کی راہ میں مصائب ہیں اور ان کی جزاء اللہ کی طرف سے ہے ہر مرنے والے کی مصیبت اور فوت ہونے والے عمل کا عوض اور بدلا ہے اس لئے تم تقویٰ اختیار کرو اور پورے اعتماد کے ساتھ اس سے امید لگائے رہو یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ یہ آواز خضر علیہ السلام کی ہے۔

احمد بن حنبل نے مسند میں اور صاحب مشکوٰۃ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ:

جب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحب زادی (تحقیق یہ ہے کہ حضرتؐ کے صرف ایک صاحب زادی جناب فاطمہ علیہا السلام تھیں زینبؑ اور ان کی بہن حضرتؐ کی پروردہ تھیں) زینب نے وفات پائی تو عورتیں رو رہی تھیں کہ عمر نے آکر عورتوں کو کوڑے مارنے شروع کر دیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمر کو اپنے دست مبارک سے پیچھے کی طرف کھینچا اور فرمایا کہ اے عمر انہیں موقع دو۔

اسی طرح احمد بن حنبل اور صاحب مشکوٰۃ نے باب بکاء میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ:

ایک مرتبہ آلؑ رسولؐ میں سے کسی نے وفات پائی تو عورتیں جمع

ہو کر مصروف گریہ تھیں عمر کھڑے ہو کر رونے سے اُن کو منع کر رہے تھے اور مجمع کو منتشر کر رہے تھے اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو اس لئے کہ ان کی آنکھیں اشکوں سے لبریز اور ان کے دل غم سے پُر ہیں مرنے والے نے ابھی دم توڑا ہے۔

صحیح مسلم کی کتاب الجنائز میں ایک ہی مضمون کی دو روایتیں نقل کی گئی ہیں کہ:

جب عمر زخمی کئے گئے تو صہیب رومی نے اُن پر رونا شروع کیا عمر نے کہا کہ اے صہیب رسولؐ نے فرمایا ہے کہ رونے سے میت پر عذاب نازل ہوتا ہے عبداللہ بن عباس نے عمر کا یہ قول عائشہ کے سامنے دھرایا تو انہوں نے کہا خدا کی قسم عمر نے جو کچھ کہا ہے وہ آں حضرتؐ نے ہرگز نہیں فرمایا ہے کہ خدائے تعالیٰ کسی کے رونے سے مؤمن پر عذاب فرماتا ہے اور تمہارے لئے کتاب خدا پر عمل کرنا کافی ہے کہ کسی کا وبال کسی دوسرے پر نہیں آتا۔

اس کلام سے حضرت عائشہ کی مراد یہ ہے کہ جو حدیث موافق قرآن نہ ہو وہ فرضی اور دھوکے کی ہے۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ حضرت عائشہ نے قسم کھا کر کہا کہ عمر نے جو کچھ کہا ہے وہ حدیث رسول صلعم نہیں ہے پس اس موقع پر عمر سچے ہیں یا عائشہ یا دونوں جھوٹے ہیں۔ اہل تواریخ و حدیث نے لکھا ہے کہ آں حضرت صلعم اپنے

چچا امیر حمزہ کی وفات پر خود بھی روئے اور حضرت فاطمہ زہرا اور بنی ہاشم وانصار کی عورتوں کو بھی رونے کی ترغیب دی۔

نتیجہ: ان تمام اخبار صحابہ سے اس بات کی پوری طرح تحقیق ہو گئی اور ثابت ہو گیا کہ صف ماتم بچھانا اور اپنے مردوں پر رونا تمام مسلمانوں کے لئے جائز ہے۔ پس رسول صلعم کے لخت جگر (امام حسین علیہ السلام) پر اس آیت قرآنی کے مطابق ابنائنا وابناکم اور بموجب حدیث حسین منی وانا من حسین رونا صفِ ماتم بچھانا کیوں جائز نہ ہو گا۔ حدیث مذکور کے معنی یہ ہیں کہ حسین علیہ السلام کی ذات و صفات عیناً مجھ سے ہیں اور میری رسالت و شان و شوکت کے ظہور کا انحصار حسینؑ پر ہے (جواب الجواب ص ۳)

اب آیئے ہم آپ کو بتائیں کہ امام علیہ السلام پر کون کون رویا اور کس نے کس کس طرح سے حضرتؑ کا غم منایا۔

غم حسینؑ میں کون کون رویا

جب دلائل جواز گریہ کو ناظرین پڑھ چکے تو اب ہم یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام پر آسمان رویا زمین روئی پتھروں نے گریہ کیا جن نوحہ کناں ہوئے ملائکہ نے غم منایا خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبل شہادت حسینؑ روئے بعد شہادت گریہ کیا۔ حضرت علیؑ اس الم جانکاہ میں روئے صحابہ نے گریہ کیا تابعین روتے رہے۔

سُرخی آفتاب

غم امام حسینؑ میں آفتاب سُرخ ہو گیا۔ چنانچہ خود علامہ سمہودی تحریر کرتے ہیں کہ:

عن عیسی بن حارث کندی قال لما قتل الحسینؑ بن علی رضی اللہ عنہما مکثنا سبعة ایام اذا صلینا الفجر نظرنا الی الشمس علی الحیطان کانها ملاحف معضفره من شدة حمرتها وضربت الکواکب بعضها بعضا۔

عیسی بن حارث کندی کہتا ہے کہ جب حسین بن علی رضی اللہ عنہما قتل کر دئے گئے تو سات دن تک ہم اس حالت میں رہے کہ جب ہم دیواروں پر صبح کے وقت دھوپ کو دیکھتے تھے تو وہ سرخی کی شدت سے زعفرانی رنگ کی چادر کی طرح معلوم ہوتی تھی اور بعض ستارے بعض سے ٹکراتے تھے۔

(جواہر العقدین سمہودی مخطوط ص ۲۲۵ و ترجمہ صواعق محرقہ ص ۴۲۰ و مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۸۹)

آسمان سے خون کی بارش

موصوف ہی تحریر فرماتے ہیں کہ:

اخرج ابونعیم فی دلائل النبوة عن نظرة الازدیه قالت لما قتلت الحسین امطرت السماء دمًا فاصبحنا

وجبنا وجوارنا مملؤة دماً۔

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں تحریر کیا ہے کہ نظرۃ ازدیہ کہتی ہے کہ جب حسینؑ قتل ہوئے تو آسمان سے خون کی بارش ہوئی اور جب ہم نے صبح کی تو ہمارے کوزے اور صراحیاں خون سے پُر تھے۔

(جواہر العقدین سمہودی مخطوط ورق ۲۲۵/۲ و ترجمہ صواعق محرقہ ص ۴۴۰ و مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۸۹)

موصوف ہی لکھتے ہیں کہ:

واخرج ابن بنت منيع عن جعفر بن سليمان قال حدثني خالتي ام سالم قالت لما قتل الحسين مطرنا مطرا كالدم على البيوت والجدور وبلغني انه كانا بخراسان والشام والكوفة۔

ابن بنت منیع نے جعفر بن سلیمان سے روایت ہے کہ مجھ سے میری خالہ ام سالم نے بیان کیا کہ جب حسینؑ قتل کردئے گئے تو ہمارے گھروں اور دیواروں پر خون کی بارش ہوئی اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ بات خراسان وشام وکوفہ میں بھی واقع ہوئی۔ (جواہر العقدین ص ۲۲۶/۲)

موصوف ہی فرماتے ہیں کہ:

وقال سليم القاضي فيما اخرجه الثعلبي لما قتل الحسين رضي الله عنه مطرنا دماً۔

سلیم قاضی نے کہاہے کہ جو کچھ ثعلبی نے روایت کی ہے یہ ہے

کہ جب حسین رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے تو ہم پر خون کی بارش ہوئی۔ (جواہر العقدین ص ۲۲۲)

موصوف ہی لکھتے ہے جو کچھ ابو سعید کی روایت میں ہے کہ:

امام حسینؑ کے قتل کے بعد آسمان سے خون کی بارش ہوئی جس کا اثر ہمارے کپڑوں پر پھٹتے وقت تک باقی رہا۔

ظہور شفق و آسمان پر سُرخی

جس طرح بعد شہادت امام حسن علیہ السلام آسمان سے خون برسا تھا اسی طرح آسمان سُرخ ہو گیا اور اُسی وقت آسمان پر شفق ظاہر ہوئی۔

چنانچہ موصوف ہی فرماتے ہیں کہ:

اما قوله واحمرت السماء لقتله فقد نقل امام ابوالفرح ابن الجوزی فی کتاب التبصرة له عن ابن سیرین عن ابن سیرین قال لما قتل الحسین رضی الله عنه اظلمت الدنیا ثلاثة ایام ثم ظهرت هذه الحمرة فی السماء۔

لیکن اس کا قول کہ قتل امام حسینؑ سے آسمان سرخ ہو گیا تو بتحقیق امام ابو الفرح ابن جوزی نے اپنی کتاب تبصرہ میں لکھا ہے کہ ابن سیرین نے بیان کیا جب حسین رضی اللہ عنہ قتل کیے گئے تو دنیا میں تین دن تک تاریک رہی پھر یہ سرخی آسمان پر ظاہر ہوئی۔

(جواہر العقدین ص ۱۲۲)

ابوالمؤید فق بن احمد اخطب خوارزم متوفی ۵۶۸ھ فرماتے ہیں:
علی بن مسہر اپنی دادی سے نقل کرتا ہے کہ جب امام حسینؑ قتل کئے گئے تو میں جوان لڑکا تھا حضرتؑ کے قتل کے بعد تین دن تک آسمان سے خون کے لوتھڑے کی طرح معلوم ہوتا تھا۔
(مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۸۹)

دار الامارہ کی دیوار پر خون بہنا

جب امام حسین علیہ السلام کا سر کوفہ میں دار الامارہ میں داخل کیا گیا تو دار الامارہ کی دیواروں پر خون بہتا ہوا دیکھا گیا۔
چنانچہ علامہ سمہودی فرماتے ہیں کہ:
مروان غلام ہند بنت مہلب بیان کرتا ہے کہ مجھ سے عبید اللہ ابن زیاد کے دربان نے بیان کیا کہ جب امام حسینؑ کا سر طشت میں عبید اللہ ابن زیاد کے سامنے لایا گیا تو میں نے دیکھا کہ دار الامارہ کی دیواروں پر خون بہہ رہا ہے۔ (جواہر العقدین ص ۲۲۶)

عاشور کے دن پتھروں کے نیچے خون

روز شہادت امام حسین علیہ السلام بیت المقدس اور جہاں بھی پتھر اُٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے خون ملتا تھا چنانچہ علامہ خوارزمی تحریر فرماتے ہیں کہ:
سب سے پہلے زہری اس وقت پہچانا گیا جب اس نے ولید بن عبد

الملک کے دربار میں اس کے سوال کا جواب دیا کہ تم میں کون جانتا ہے کہ بیت المقدس کے پتھروں نے روز شہادت حسینؑ کیا کیا تو زہری نے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ وہاں جو پتھر اُٹھایا گیا اس کے نیچے خون تازہ تھا۔ (مقتل خوارزمی ج ۲ ص ۹۰)

فخر الدین جھرمی نے ترجمہ صواعق محرقہ میں کہا ہے کہ:

جو علامتیں روز شہادت حسینؑ بن علیؑ ظاہر ہوئیں وہ یہ ہیں کہ بہت عظیم سیاہی پیدا ہوئی جس سے دن میں ستارے نظر آئے اور کوئی پتھر نہیں اٹھایا گیا مگر یہ کہ اس کے نیچے خون تازہ پایا گیا۔ (ترجمہ صواعق محرقہ ۳۲)

اس آخری قول میں کسی جگہ کی قید نہیں ہے۔

روز شہادت حسینؑ سے تاریکی کا ظہور

حضرت امام حسینؑ جس دن شہید ہوئے دنیا تیر و تار و سیاہ ہو گئی اور دن میں ستارے نظر آنے لگے بعض روایات میں ہے جیسا کہ علامہ سمہودی نے لکھا ہے کہ تاریکی تین دن تک باقی رہی آفتاب کو گہن لگ گیا۔ (تفصیل کے لئے حسب ذیل کتابیں دیکھی جائیں جواہر العقدین ص ۲۲۶، مقتل خوارزمی ج ۳ ص ۸۹، ترجمہ صواعق محرقہ ص ۲۲۰)

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ یہ سب علامتیں جن کو علامہ سمہودی نے تسلیم کیا ہے کہ:

اللہ نے آیات بینات ظاہر کی ہیں

واقعاً اللہ کی ظاہر کی ہوئی ہیں تاکہ دنیا غم حسینؑ سے اچھی طرح روشناس ہو جائے۔ جب اللہ غم حسینؑ کو ظاہر کرنے کے لئے آسمان سے خون برسائے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے شفق کی سرخی قائم کر دے' دیوار دار الامارہ سے خون جاری کر دے بیت المقدس اور دنیا کے پتھروں کے نیچے سے خون تازہ پیدا کر دے آفتاب میں گہن لگا دے' تین دن تک آسمان پر ایسی تاریکی مسلط کر دے کہ دن میں ستارے نظر آنے لگے تو اگر انسان امام حسینؑ پر روئیں' اظہار حزن و ملال و غم و اندوہ کریں تو اُسے کیونکر بدعت سیئہ کہا جا سکتا ہے اور علامہ زرندی و علامہ سمہودی اور دیگر علماء اہلسنت اُسے کیونکر جہالت اور بدعت کہہ سکتے ہیں۔

قبل شہادت غم حسینؑ میں پیغمبر اسلام کا گریہ

دنیا کے ہر مسلمان کو تسلیم ہے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم امام حسینؑ کو بے حد دوست رکھتے تھے آپؑ ہی کے لئے آپؐ نے فرمایا تھا کہ حسینؑ منی وانا من الحسینؑ آپؑ کو اور آپؑ کے بھائی کو آپؐ نے جوانان جنت کا سردار کہا تھا آپؐ کو خداوند عالم نے امام حسین پر تمام گزرنے والے مصائب کی اطلاع دی تھی اس لئے حضرتؐ نے امام حسینؑ کی زندگی میں بھی آپؑ کے مصائب پر گریہ کیا بعد شہادت حسینؑ خواب میں سر برہنہ بالوں پر خاک پڑی ہوئی روتے

ہوئے نظر آئے۔ چنانچہ علامہ سمہودی ہی تحریر فرماتے ہیں کہ:

حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہم لوگوں کو دیکھنے کے لئے آئے تو ہم نے حضرتؐ کے لئے حریرہ تیار کیا۔ ام ایمن نے بطور ہدیہ ایک پیالہ دودھ اور ایک سینی بھر خرمہ بھیجا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ہم لوگوں نے اُسے کھایا پھر حضرتؐ نے وضوء کیا اور دیر تک نماز پڑھتے رہے اس کے بعد سجدے میں گئے اور بہت روئے آپؐ نے تین مرتبہ یہی کیا لیکن ہیبت پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے ہم میں سے کسی کی ہمت نہ پڑی کہ گریہ کا سبب دریافت کرے مگر حسینؑ اٹھے اور پشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر بیٹھ کر رونے لگے حضرتؐ نے فرمایا کہ اے حسینؑ! تجھ پر میرے ماں باپ فدا ہو جائیں کیوں روتے ہو تو حسینؑ نے جواب دیا کہ میں نے آج دیکھا کہ آپؐ کچھ ایسا کر رہے ہیں جو کبھی نہیں کرتے تھے (رو رہے ہیں) حضرتؐ نے فرمایا کہ اے فرزند تم لوگوں کو دیکھ کر آج میں اتنا خوش ہوا کہ اس سے پہلے کبھی اتنا خوش نہیں ہوا تھا اتنے میں جبرئیل آئے اور مجھے خبر دی کہ تم سب لوگ قتل کئے جاؤ گے اور تم سب کے قتل کی جگہیں بھی جدا جدا ہوں گی۔ اس کی روایت سید ابوالحسین بن یحیی بن حسین بن جعفر نے اپنی کتاب اخبار المدینہ میں کیا ہے۔ (جواہر العقدین ص ۲۱۴ مخطوط کتب خانہ ناصریہ)

حضرت علیؑ ' جناب فاطمہؑ وامام حسنؑ اور امام حسینؑ کے قتل کیے جانے پر حضرتؐ نے گریہ کیا اور بہت گریہ کیا۔

۲۔ موصوف ہی تحریر کرتے ہیں کہ:

شعبی کہتا ہے کہ حضرت علیؑ صفین جاتے ہوئے کربلا سے گزرے تو آپؑ نے اپنی طہارت کے انتظام کرنے والے کو بلا کر دریافت کیا کہ اے ابو عبد اللہ اس زمین کو کیا کہا جاتا ہے تو اس نے کہا کہ کربلا۔ سنتے ہی حضرت علیؑ اتنا روئے کہ زمین تر ہو گئی اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں جناب رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرتؐ رو رہے ہیں تو میں نے عرض کیا کہ آپؐ کیوں روتے ہیں تو سرورؐ عالم نے فرمایا کہ ابھی ابھی جبرئیل میرے پاس آئے انہوں نے یہ خبر دی کہ میرا فرزند حسینؑ دریائے فرات کے کنارے زمین کربلا پر قتل کیا جائے گا اس کے بعد جبرئیل نے ایک مٹھی مٹی لے کر مجھے سونگھائی اس وقت سے بے ساختہ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اس کی روایت ابن سعد نے کی ہے اور احمد بن حنبل نے بھی اسے مختصر کر کے نقل کیا ہے۔ (جواہر العقدین ص ۲۱۵ ج ۲ اس واقعہ کو علامہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ ص ۱۱۵ پر عبد اللہ بن یحیٰی اور امام احمد بن حنبل نے اپنی مسند ج ۱ ص ۸۵ پر نقل کیا ہے)

اس روایت سے قبل شہادت حسینؑ پیغمبر اسلام اور حضرت علیؑ کا حضرتؑ کی شہادت پر رونا ثابت ہوتا ہے۔

۳۔ موصوف ہی نے ولادت امام حسنؑ و امام حسینؑ کی روایت اسماء بنت عمیس کی زبانی نقل کی ہے پوری روایت ہم اسی کتاب کے حصہ سوم میں بعنوان احادیث شہادت امام حسینؑ نقل کر چکے ہیں اس روایت کے آخر میں ہے کہ:

امام حسنؑ کی ولادت کے ایک سال بعد جب امام حسینؑ پیدا ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے آپؐ نے امام حسینؑ کے ساتھ بھی وہی برتاؤ کیا جو امام حسنؑ کے ساتھ کیا تھا آپؐ نے حسینؑ کو گود میں لے لیا اور رونے لگے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ فدا ہوں آپؐ کیوں روتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا اے اسماء میرے اس فرزند کو میری امت کا باغی گروہ قتل کرے گا اس کو میری شفاعت نصیب نہ ہوگی اسماء تھوڑے عرصہ قبل فاطمہؑ کا یہ بچہ پیدا ہوا ہے ان کو اس کی اطلاع نہ دینا۔ (جواہر العقدین مخطوط ص ۲۱۷/۲)

موصوف نے جواہر العقدین میں اسی صفحہ پر جناب ام المومنین ام سلمہ کی زبانی وہ واقعہ بھی تحریر کیا ہے جسے ہم اس کتاب کے حصہ سوم میں بعنوان احادیث شہادت امام حسینؑ نقل کر چکے ہیں اس میں بھی حضرتؐ کا شہادت امام حسینؑ پر گریہ فرمانا مذکور ہے۔

بعد شہادت امام حسینؑ گریہ وزاری رسول اکرمؐ

اس واقعہ کو یاد کر کے قبل وقوع واقعہ جس طرح حضرت نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روتے رہے اسی طرح بعد شہادت امام حسین علیہ السلام بھی آپؐ نے گریہ فرمایا ہے۔ چنانچہ علامہ سمہودی ہی تحریر کرتے ہیں کہ:

انصار کی عورتوں میں سلمی نامی ایک معظّمہ بیان کرتی ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی تو اس نے دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں میں نے عرض کیا آپ کیوں رو رہی ہیں تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپؐ کے سر اور داڑھی پر مٹی پڑی ہے اور آپؐ رو رہے ہیں تو میں نے عرض کیا آپؐ کیوں رو رہے ہیں تو حضرتؐ نے فرمایا کہ شہادت حسینؑ کے وقت ابھی موجود تھا۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔

(جواہر العقدین مخطوط ص ۲۱۸ و صحیح ترمذی ص ۴۲۶ و تاریخ الخلفاء ص ۱۴۱ و ما ثبت من السنۃ الشیخ عبدالحق دہلوی ص ۲۷)

ترمذی کی یہ روایت غم حسینؑ میں سر اور چہرے پر مٹی ڈالنے کو بھی گریہ وزاری کے ساتھ سنت رسولؐ بتاتی ہے۔

موصوف ہی لکھتے ہیں کہ:

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دوپہر کے وقت اسی طرح خواب میں دیکھا جس طرح سونے والے خواب دیکھتے ہیں کہ آپؐ کھڑے ہیں بال پریشان و غبار آلود ہیں آپؐ کے ہاتھ میں شیشہ ہے جس میں کچھ اٹھا کر رکھ

رہے ہیں میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں اے خدا کے رسولؐ یہ کیا ہے آپؐ نے فرمایا کہ یہ حسینؑ واصحاب حسینؑ کا خون ہے آج دن بھر میں اسے اٹھاتا رہا ہوں۔ (جواہر العقدین مخطوط ص ۲۱۸ و صحیح ترمذی ص ۴۲۶ و مسند احمد بن حنبل ج ۱ ودلائل النبوۃ بیہقی واستیعاب برحاشیہ اصابہ ص ۳۸ وصواعق محرقہ ص ۱۱۶ وتاریخ الخلفاء ص ۱۴۱ وماثبت من السنۃ محدث دہلوی ص ۱۴۱ ومقتل خوارزمی ج ۲ ص ۹۴)

اختصار مانع ہے ورنہ ہم اس سلسلہ کی بعض اور روایات کو نقل کرتے۔

یہاں یہ شبہ نہ کیا جائے کہ بعد شہادت امام حسینؑ تو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ نہیں تھے اس لئے آپ کا گریہ کیونکر ثابت کیا جاسکتا ہے اور خواب کا اعتبار ہی کیا ہے۔ اس لئے خواب میں پیغمبرؐ اسلام کا گریہ کرتے نظر آنا اور گریہ کرنا کثرت سے محدثین نے نقل کیا ہے اس لئے اس کی تکذیب نہیں کی جاسکتی اس کے علاوہ نصِ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس نے مجھے خواب میں دیکھا واقعاً مجھی کو دیکھا ہے۔

چنانچہ علامہ حجاج بن مسلم قیشری متوفی اپنی صحیح میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله عليه وآله وسلم من رانی فی المنام فقد رانی فان الشيطان لايتمثل بی۔

ابوہریرہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اُس نے یقیناً مجھے ہی خواب میں دیکھا
اس لئے کہ شیطان میری صورت میں دکھائی نہیں دے سکتا۔
(صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۷۵)

یہ روایت علاوہ ابوہریرہ کے اسی کتاب کے اسی صفحہ پر جناب جابر بن عبداللہ انصاری سے بھی وارد ہے۔

ظاہر ہے جب پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غم حسینؑ میں گریہ وزاری کیا ہے تو پھر علامہ زرندی وعلامہ سمہودی کا شیعوں کے غم امام حسینؑ میں گریہ وزاری جاہلوں کا فعل کہنا ہٹ دھرمی اور خلاف حق ہے اور شیعہ اپنے اس فعل میں سنت نبوی کے پیرو ہیں۔

غمِ امام حسینؑ میں گریۂ حضرت علیؑ و معصومۂ عالمؑ

جس طرح غم امام حسین علیہ السلام میں قبل وقوع واقعۂ کربلا اور اس کے بعد پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے گریہ کیا اسی طرح حضرت علیؑ اور جناب فاطمہ زہراؑ بھی اس غم میں روتے رہے چنانچہ ابن حجر مکی ہیثمی ارشاد فرماتے ہیں کہ:

فانحهم ايها السامع للخطاب استطاعتك تاسيا نبيك صلى الله عليه وآله وسلم ثم بجبرئيل ثم بعلى كرم الله وجهه۔ (منح لمیہ شرح قصیدہ ہمزیہ ص ۲۰۳)

اے سننے والے تو شہداء کربلا پر گریہ کر جس قدر تجھ میں

استطاعت ہو یعنی جب تجھ میں رونے کی قدرت باقی ہو نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و جبرئیل بھی حضرت علیؑ کی تاسی میں اس کے بعد جنگ صفین کے لئے کربلا پہونچ کر رونے کا واقعہ درج ہے جس کو ہم اس سے قبل گریہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں ذکر کر چکے ہیں:

رہا معصومہ عالم کا گریہ تو ملا حسین واعظ کاشفی فرماتے ہیں کہ:

جناب فاطمہؑ نے جب واقعہ شہادت کو سنا تو گریہ وزاری فرمانے لگیں اور ارشاد فرمایا کہ ہمارے فرزند حسینؑ نے آخر کیسا گناہ کیا ہوگا جس کی وجہ سے بچپنے میں اس پر یہ ظلم کیا جائے گا خواجہؐ کائنات نے فرمایا کہ بیٹی یہ واقعہ (شہادت) حسینؑ کے بچپن یا جوانی کے زمانہ میں نہ ہوگا جب یہ واقعہ ہوگا تو اس وقت نہ میں ہوں گا نہ علیؑ ہوں گے نہ حسنؑ ہوں گے نہ تم ہو گی۔ یہ سننا تھا کہ جناب سیدہؑ نے ایک چیخ ماری اور فرمانے لگیں کہ اے مظلوم مادر اے شہید مادر اے بے کس و مضطر اس زمانہ میں ماں باپ نہ ہوں گے تو کون تعزیت کرنے والا اور صفِ ماتم بچھانے والا ہوگا کاش کہ میں زندہ ہوتی تو مراسم عزا قائم کرتی۔ راوی کہتا ہے کہ اُس وقت ایک ہاتف کی آواز آئی جو کہہ رہا تھا اے دُخترِ رسولؐ کچھ مصیبت زدہ لوگ ہوں گے جو قیامت تک حسینؑ کا ماتم کریں گے ہر سال جب وہ زمانہ آئے گا جس میں حسینؑ شہید کئے جاویں گے تو اس زمانہ میں مجلس عزا قائم کی جائے گی اور

آہ و فریاد و گریہ وزاری کریں گے۔ (روضۃ الشہداء ص ۱۸۳' تاریخ عزاداری ص ۷۹ کچھ تغیر کے ساتھ یہ واقعہ ہدایۃ السعداء ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی ص ۳۲۳ مخطوط پر موجود ہے۔

صحابہ کا گریہ

غم امام حسینؑ میں تاسی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میں حضرتؐ کے اصحاب جن میں سے بہت سے افراد زمانہ واقعہ کربلا یعنی ۶۱ھ میں زندہ اور موجود تھے گریہ کیا ہے۔

چنانچہ ملک العلماء شہاب الدین دولت آبادی کتاب ہدایۃ السعداء میں امام حسینؑ پر جن لوگوں نے گریہ کیا ان کے ساتھ صحابہ کے گریہ کرنے کا بھی تذکرہ کرتے ہیں۔ موصوف فرماتے ہیں کہ:

جلوہ نہم بیان میں عزاداری امام حسینؑ کے وہ حسینؑ جن کے مصائب پر رسولؐ اللہ حضرت علیؑ حضرت فاطمہؑ قبل شہادت و بعد شہادت دونوں زمانوں میں روئے اور جن پر حضرت آدمؑ و حوا اور فرشتے و عرش و کرسی و آسمان و زمین صحابہ رسولؐ و پرندے اور درندے جانور پتھر اور انسانوں اور جنات کے تمام گروہ نے گریہ کیا اور دسویں محرم کے روزے کے ثواب میں۔

(ہدایۃ السعداء ص ۳۲۵ و تاریخ عزاداری ص ۷۱)

علامہ موصوف اسی باب میں صفحہ ۳۲۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ:

تشریح میں ہے کہ عاشورہ کے دن بعضوں کے نزدیک عزائے امام حسینؑ کرنا واجب ہے تاکہ تہمت دور ہو سکے اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ فلاں شخص (عزاداری نہ کرنے کی وجہ سے) یزیدی ہے جب ہی تو اہلبیتؑ رسولؐ کا ماتم برپا نہیں کرتا اس تہمت سے (عزاداری کر کے) بچنا واجب ہے اور بعضوں کے قول کی بناء پر سنت ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلعم صحابہ و تابعین نے اس شان سے امامؑ کی تعزیت کی کہ دل غمناک تھا اور آنکھوں میں آنسو تھے اس لئے ان بزرگوں کی پیروی کرنا ہمارے لئے سنت ہے۔

(تاریخ عزاداری ص ۷۱ و ہدیۃ السعداء ص ۳۲۵)

اجمالی طور پر صحابہؓ کا غم امام حسینؑ پر گریہ کرنا معلوم ہو گیا تو اب ہم مشتے نمونہ از خروارے بعض صحابہ و صحابیات کے امام حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے کے حالات تحریر کرتے ہیں۔

۱۔ ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا: ہم اس سے قبل گریۂ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ذکر میں جناب ام المومنین رضی اللہ عنہا کے گریہ کو تحریر کر چکے ہیں طول کے خوف سے ہم مزید واقعات و حوالہ جات کو حوالۂ قلم نہیں کرتے ہیں۔

۲۔ حبر الامہ عبداللہ بن عباس: ہم اس سے قبل بھی

ان کے گریہ کو لکھ چکے ہیں۔ یہ تو وہ بزرگوار ہیں کہ غم امام حسینؑ میں رونے کے سبب سے آنکھ کی بینائی سے ہاتھ دھو بیٹھے چنانچہ علامہ مسعود مروج الذہب میں تحریر فرماتے ہیں کہ سعید بن جبیر نے ذکر کیا ہے کہ:

کان قد ذهب بصره ببکائه علیٰ علیؑ والحسنؑ والحسینؑ (ج ۲ ص ۸۳)

حضرت علیؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام پر گریہ کے سبب ان کے آنکھوں کی بصارت جاتی رہی تھی۔

۳۔ جناب زینبؑ بنت علیؑ علیہ السلام: یہ محقق ہے کہ آپؑ کی ولادت حیات سرورعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہو چکی تھی اور آپؑ پر تعریف صحابیت صادق آتی ہے آپ کے گریہ کے ثبوت کے لئے کسی حوالہ کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ اس لئے کہ بھائی پر عمر بھر روتی رہیں۔

۴۔ جناب ام کلثوم بنت علی علیہ السلام: آپ بھی اپنی بہن کی طرح صحابیہ تھیں اور بھائی پر عمر بھر روتی رہیں۔

۵۔ جابر بن عبداللہ انصاری کا گریہ اور سب سے پہلے زیارت امام حسین علیہ السلام کے لئے آنا اور وہاں گریہ وزاری کرنا کس پر مخفی

ہے انہوں نے کربلا میں ماتم امام حسین علیہ السلام کیا اور عزاداری کرتے ہے۔ (ینابیع المودۃ ج ۲ ص ۱۷۹)

۶۔ زید ابن ارقم۔

۷۔ سہل بن سعد۔

۸۔ ابو بردہ اسلمی۔

غرض ان سبھوں نے امام حسین علیہ السلام پر گریہ کیا ہے۔

۹۔ آخر میں ہم یہ بھی پیش کرنا چاہتے ہیں کہ مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرکز صحابہ تھا اب بھی دیار محبوب میں بکثرت زن و مرد ایسے موجود تھے جنہوں نے جمال رسالت کی زیارت کی تھی وہ سب اس دن روئے جس دن اہلبیتؑ امام حسینؑ قید سے چھوٹ کر وارد مدینہ ہوئے تھے چنانچہ علامہ شیخ سلیمان بلخی قندوزی ینابیع المودۃ (ج ۲ ص ۱۷۹) میں کہتے ہیں کہ:

جب یہ لٹا ہوا قافلہ مدینہ آیا تو امام زین العابدین علیہ السلام نے بشیر ابن جذلم کو حکم دیا کہ اہل مدینہ کو خبر کردے جب اس نے اعلان کیا تو اہل مدینہ جوق در جوق ان مصیبت زدہ افراد کے استقبال کے لئے گھروں سے نکل پڑے حد یہ ہے کہ پردہ نشین عورتیں بھی گھر میں نہ بیٹھیں وہ اپنے منھ نوچ رہی تھیں، منھ پیٹ رہی

تھیں، جتنے رونے والے اور رونے والیاں اس دن میں نے دیکھے تھے کبھی نہیں دیکھے۔

ارباب انصاف بتائیں ان واقعات کے بعد گریہ وزاری ونوحہ وماتم کو کون بدعت کہہ سکتا ہے؟

ہمارے اس بیان سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ علامہ زرندی وسمہودی کا عزاداری امام حسینؑ کی مخالفت پا در ہوا ہے۔

جو شخص جنوں، تابعین اور اکابر صوفیہ وعلماء کے عزائے امام حسینؑ کی تفصیلی بحث دیکھنا چاہتا ہے وہ تاریخ عزاداری مصنفہ الحبیب الصفی العلامہ السید سبط الحسن صاحب ہنسوی کا مطالعہ کرے۔

کفر وزندقۂ حجاج

ہمارے محترم ناظرین حجاج کے ان مظالم اور دشمنی حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے تعجب نہ کریں اس لئے کہ ہم اپنی اس کتاب مصائب الشیعہ ج ۴ ص ۵۴ پر پیغمبرؐ اسلام کا یہ قول تحریر کر چکے ہیں:

اے علیؑ تمہاری محبت ایمان اور دشمنی کفر و نفاق ہے۔

اس لئے ایک کافر وزندیق سے ان افعال ناشائستہ اور ان لرزہ خیز مظالم کے علاوہ توقع ہی کیا کی جا سکتی ہے۔ اس حدیث کے علاوہ اس ظالم کے کفر وزندقہ کے قائل علماء وائمہ اہلسنت بھی ہیں۔ ہم یہاں کتاب مختصر تاریخ ابن عساکر سے ان میں سے بعض اقوال کو نقل کرتے ہیں۔

۱۔ حجاج کے بارے میں عمر بن عبد العزیز نے کہا کہ اگر دنیا کا ہر گروہ اپنی قوم کے فرعون کو قیامت کے دن لے کر آئے تو بھی ہم حجاج کو لے کر میدان حشر میں آئیں تو ہم سب پر غالب رہیں گے اس لئے کہ حجاج نہ دنیا کے لئے اچھا تھا نہ آخرت کے لئے۔

(مختصر تاریخ ابن عساکر ص ۸۰)

۲۔ عمر بن عبد العزیز نے عدی بن ارطاۃ کو تحریر کیا کہ میں نے سنا ہے کہ تو حجاج کے طور طریقہ پر چلتا ہے خبردار تو اس کے طریقہ پر نہ چلنا اس لئے کہ وہ نماز کا وقت گزارنے کے بعد نماز پڑھتا تھا۔ بغیرِ حق وجوب کے زکوٰۃ وصول کرتا تھا ان چیزوں کے علاوہ دینی باتوں کو بہت زیادہ ضائع و برباد کرتا تھا۔

(مختصر تاریخ ابن عساکر ص ۸۱)

۳۔ حجاج کے بارے میں دو آدمیوں میں اختلاف ہوا ایک شخص کہتا تھا کہ وہ کافر ہے دوسرا کہتا تھا کہ وہ گمراہ مؤمن تھا دونوں نے اس کے بارے میں شعبی سے دریافت کیا تو اُس نے کہا کہ جبت و طاغوت پر ایمان لایا تھا اللہ عظیم و جلیل کا کافر و منکر تھا۔ (تاریخ ابن عساکر ص ۲ تا ۷)

۴۔ حجاج کے متعلق واصل بن عبد الاعلی سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ تم مجھ سے ایک شیخ کافر کے بارے میں سوال نہ کرو۔

(مختصر تاریخ ابن عساکر ص ۸۱)

۵۔ قاسم بن مخیمرہ نے کہا حجاج اسلام سے ٹوٹ کر جدا ہو گیا تھا۔

۶۔ عاصم بن ابی الجود کہتا ہے کہ حجاج کو اللہ کی حرمتوں میں جتنی حرمتیں بھی ملیں اُس نے ان سب کی حرمت کو ضائع و برباد کیا۔

۷۔ قاسم بن حبیب عید کے دن گزرے تو حجاج کے دروازے کے پردے نیزے سے اٹھائے جارہے تھے تو انہوں نے کہا یہ شخص دین میں مفلس اور خالی ہاتھ ہے۔

۸۔ طاؤس کہتے تھے کہ مجھے اپنے عراقی بھائیوں سے تعجب ہے کہ وہ حجاج کو مؤمن کہتے ہیں۔

۹۔ ابراہیم نخعی سے جباروں پر لعنت کے لئے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ خدا نہیں فرماتا ہے کہ:

الالعنة الله على الظالمين۔ (سورۂ ھود: آیت ۱۸)

آگاہ ہو اللہ کی لعنت ظالمین پر ہے۔

اور وہ حجاج کو برا بھلا کہا کرتے تھے۔

۱۰۔ حسن بصری ایک مسجد میں چھپے ہوئے تھے جب ان کو حجاج کے مرنے کی بشارت دی گئی تو فوراً وہ سجدۂ شکر کے لئے جھک گئے اور بارگاہ اللہ تبارک وتعالیٰ میں عرض کی پالنے والے یہ تیرا زخمی کیا ہوا ہے تجھی نے اس کو قتل کیا ہے پالنے والے تو ہی ہم سے اس کے طریقوں کو دور کر اور اس کے بدترین اعمال سے ہم کو راحت عطا کر۔

زمانہ حجاج کے بزرگ ترین بزرگان دین و علماء و محدثین کے یہ اقوال ہیں یہ سب شخصیتیں اہل سنت میں بڑے عزو وقار و قدر و منزلت

کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ ان کے اقوال واحادیث پر پورا پورا بھروسا کیا جاتا ہے خصوصاً عمر بن عبدالعزیز جو خود خلیفہ بھی تھا اور حسن بصری جن کا زہد وورع شہرۂ آفاق ہے اہل سنت میں تابعین میں ان کی شخصیت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔

عبدالملک اوراس کے عمال کے ہاتھوں ان مظالم کے اسباب

جب ناظرین عبدالملک اور اس کے بعض عمال کے اجمالی مظالم کی خونی داستان لرزہ خیز ستم آرائیاں بے پناہ جور و جفا کے واقعات ملاحظہ کر چکے تو اب یہ بھی غور طلب بات ہے کہ عبدالملک اوراس کے عمال وغیرہ نے شیعوں پر کیا مظالم کے پہاڑ توڑے تھے آخر غریب شیعوں کی خطا کیا تھی اہلبیتؑ رسالتؐ وبنوہاشم نے اُن کا کیا بگاڑا تھا۔

اصل سبب تو حضرت امیرؑ پر سب وشتم اور شیعوں پر مظالم کا یہ تھا کہ یہ لوگ باطن میں کفر کو چھپائے تھے چاہتے تھے نام ونشان رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مٹے لیکن اُسے وہ زبان پر لا نہیں سکتے تھے اس لئے حضرت پر سب وشتم اور اُن کے شیعوں پر طرح طرح کے مظالم توڑتے تھے جیسا کہ علامہ ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں جناب محمد حنفیہ کا قول نقل کیا ہے یہ قول اُس وقت کا ہے جب آپ کو معلوم ہوا کہ عبداللہ ابن زبیر حضرت امیرؑ کو برا بھلا کہہ رہا تھا آپ اس مجمع میں تشریف لائے اُسے ٹوکا جواب دیا اس وقت یہ بھی فرمایا کہ:

انه والله ما يشتم عليا الا كافر يسير يشتم رسول الله على الله عليه وآله وسلم ويخاف ان يجهر به فيكنى يشتم على عليه السلام عنه۔

یقیناً خدا کی قسم حضرت علیؑ کو صرف کافر ہی سب و شتم کر سکتا ہے اس سے پوشیدہ طور سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے لیکن حضرتؐ کا نام علی الاعلان لینے سے ڈرتا ہے اس لئے وہ حضرتؑ کے سب و شتم سے حضرت رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی نام نامی کی طرف کنایہ کرتا تھا۔

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۱ ص ۳۵۸)

دوسرا سبب یہ تھا کہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنی سلطنت کی بنیادیں مضبوط کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس راز کو علامہ ابن ابی الحدید ہی نے فاش کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ:

ابو عثمان جاحظ ہی نے کہا ہے کہ عبدالملک اپنے فضل و شرف کے سبب سے ایسا نہیں تھا کہ اس پر حضرت علی علیہ السلام کا فضل و شرف و منزلت مخفی ہوا اور یہ کہ ان پر علی الاعلان منبروں پر سب و شتم خود اسی کی طرف پلٹ رہا ہے اور اسی کے ضعف و کمزوری کا سبب ہے اس لئے کہ یہ سب بنو عبد مناف تھے سب کی اصل ایک ہی ہے سب کے سب ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں اور یہ ہے حضرت علیؑ کا فضل و شرف اسی کی طرف پلٹتا ہے اس کے لئے بھی

محسوب ہوتا ہے لیکن اُس نے دشمنی حضرت علیؑ اور ان پر سب وشتم سے یہ چاہا کہ اس کی سلطنت کی بنیادیں مضبوط ہو جائیں اس کے اسلاف جواب تک کرتے آئے ہیں اس کی تاکید ہو جائے۔ اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات بٹھادے کہ بنو ہاشم کا امر خلافت میں کچھ حصہ ثواب نہیں ہے اس لئے کہ ان کا سید وسردار جس پر وہ فخر و مباہات کیا کرتے ہیں اس کا یہ حال ہے یہ قدر و منزلت ہے اس لئے جو لوگ حضرت علیؑ کی اولاد میں ہوں گے وہ خلافت کے منصب تک پہونچنے سے بہت دور رہیں گے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۵۶۔ ناظرین یہ بھی پیش نظر رکھیں جاحظ کا یہ قول کہ حضرت علیؑ اور عبد الملک کی اصل ایک ہے درست نہیں اس لئے کہ ہم اس سے قبل لکھ چکے ہیں کہ امیہ عبد الشمس ابن عبد مناف کا بیٹا نہیں بلکہ غلام رومی تھا)

جب عمر بن عبد العزیز اپنے باپ سے پوچھتا تھا کہ آخر سب وشتم حضرت علیؑ کے وقت آپ کی زبان میں لکنت کیوں پیدا ہو جاتی ہے تو اُس نے جواب دیا کہ بات یہ ہے کہ خلافت تو علیؑ و اولاد علیؑ ہی کا حق ہے مگر ہماری حکومت بغیر اس کے قائم نہیں رہ سکتی۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ پر سب وشتم اور ان کے شیعوں پر طرح طرح کے مظالم سب چند روزہ دنیاوی حکومت قائم کرنے کے لئے تھے اسی لئے حجاج آزاد کر دیا گیا تھا کہ

شیعوں پر جو مظالم چاہے کرے جس طرح چاہے قتل کرے اُس سے باز پرس نہ کی جائے گی۔

اب ہم اُن افراد کے حالات تحریر کرتے ہیں جن پر ظلم توڑے گئے لیکن افسوس ہے کہ مؤرخین و محدثین کے زبان و قلم پر حکومت کے پہرے بیٹھے ہوئے تھے اس لئے چند افراد ایسے ہیں جن کے حالات ملتے ہیں اور باقی کے اسماء کا علم بھی کسی کو نہیں ہے۔

دو شیعیان علی علیہ السلام کی شہادت

محبت حضرت علیؑ میں جو کردار شیعوں نے پیش کیا ہے زمانوں کے تغیر شب و روز کے آمد و رفت کے بعد اس میں ذرّہ برابر کمی نیں آئی ہم اسی کتاب کے حصہ دوم و سوم میں ایسے شیعوں کے حالات قلم بند کر چکے ہیں جن کے سامنے موت کے خونخوار پنجے تھے نشہُ حکومت میں مست ظالم اُن پر ظلم ڈھارہے تھے اور شیعہ پوری پامردی اور بڑی دلیری و پر جگری سے ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنے گلے تلواروں کے نیچے رکھتے جاتے تھے اور جام شہادت نوش کرتے تھے۔ حالانکہ اس کے بالکل برخلاف اہلسنت جن کے یہاں تقیہ بدترین فعل ہے اُن کے بڑے بڑے علماء محدثین فقہاء ہیں جو تقیہ کے حکم محکم قرآنی پر عمل کر کے اپنی جان بچاتے ہیں حالانکہ ان کے فتوے تقیہ کی حرمت پر صادر ہوتے رہتے تھے۔ جیسے مشہور محدث ابو عمرو عامر بن شرجیل کوفی

شعبی جنہوں نے عبدالرحمٰن بن اشعث کی حمایت میں حجاج بن یوسف سے جنگ کی جب گرفتار ہو کر حجاج کے سامنے لائے گئے تو اپنے کفر وزندقہ کا اقرار کر کے اپنی جان بچالی تفصیل کے لئے مروج الذہب (ج ۲ ص ۴۰ اور الامامۃ والسیاسۃ ج ۲ ص ۶۷) کا مطالعہ کیا جائے۔

حسن بصری بانی زہد وورع و تصوف حجاج کے خوف سے حضرت علی علیہ السلام کا نام نقل روایت کے وقت نہیں لیتے جیسا کہ ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ امام ابو حنیفہ کی جو منزلت اہل سنت میں ہے معلوم ہے لیکن جب انہوں نے ابراہیم بن عبداللہ حسن بن حسنؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ کی نصرت و حمایت میں منصور سے جنگ کی تھی اور گرفتار کر کے منصور کے پاس لائے گئے تو جرم کا اعتراف کر کے جان بچالی۔

تفصیل کے لئے مقاتل الطالبین اور کتب تاریخ کا مطالعہ کیا جائے۔ لیکن اس کے برخلاف شیعہ ہیں جن کے یہاں تقیہ جائز ہے لیکن جب شر وفساد و فتنہ حد سے متجاوز ہو جائے اور فضائل اہل بیتؑ مٹ رہے ہوں شیعیان علیؑ قتل ہو رہے ہوں تو وہ تقیہ کا محل نہیں ہے شیعہ اُسے اچھی طرح جانتے تھے اسی لئے انہوں نے ہر دور حکومت میں گلے تلواروں پر رکھ دئے اور تقیہ کر کے اپنی جانیں نہیں بچائیں اس لئے خود حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ خبردار مجھ سے برأت نہ کرنا چنانچہ دو شیعوں کا ہم تذکرہ کر رہے ہیں یہ انہیں لوگوں میں داخل ہیں جنہوں نے شیعیت کا علم بلند کرنے کے لئے ہاتھوں پیروں کا کٹنا، سولی پر

چڑھنا گوارا کیا مگر تقیہ نہیں کیا۔ افسوس ہے کہ مؤرخین کی خیانت سے ہم کو اُن کے نام نہیں معلوم ہیں۔ جناب زبدۃ العلماء سید جواد مغنیہ "الشیعہ والحاکمون" میں تحریر کرتے ہیں کہ:

حجاج کے سامنے حضرت علیؑ کے شیعوں میں سے دو شیعہ لائے گئے حجاج نے ان میں سے ایک شیعہ سے کہا کہ حضرت علیؑ سے برائت کرو انہوں نے فرمایا کہ آخر حضرت علیؑ نے کیا کیا ہے جو میں اُن سے برائت وبیزاری اختیار کروں حجاج نے یہ سن کر کہا کہ خدا مجھے قتل کرے اگر میں تم کو قتل نہ کروں اچھا تم اپنے لئے پسند کرو کہ میں تمہارے دونوں ہاتھ کاٹ دوں یا دونوں پیر؟ اس مؤمن نے جواب دیا کہ اے حجاج تو اپنے لئے پسند کر کہ کس طرح قتل کو پسند کرتا ہے اس لئے کہ کل روز قیامت خداوند عالم مجھے تجھ سے قصاص کا حکم دے گا اس لئے تو جو کرنا چاہتا ہے اس وقت کر ڈال۔ حجاج نے ان بزرگ کا مذاق اُڑاتے ہوئے کہا کہ تمہارا پالنے والا کہاں ہے؟ مؤمن نے (انتہائی جرأت سے) کہا کہ اللہ ہر ظالم کی گھات میں ہے اس وقت حجاج نے ان کے دونوں ہاتھ پیر کاٹنے کا حکم دیا اور سولی دے دی۔ اس کے بعد وہ دوسرے شیعہ کی جانب متوجہ ہوا اور کہا کہ تو کیا کہتا ہے اس مؤمن نے کا کہ جو میرے ساتھی کا مذہب تھا جسے تو نے ابھی قتل کیا ہے وہی میرا بھی مذہب ہے۔ حجاج نے اُن کی گردن مارنے کا حکم دیا اور سولی دے دی۔ (الشیعہ والحاکمون ص ۹۵)

ان شیعوں پر ہماری جانیں فدا ہو جائیں کیا جرأت و ہمت تھی کیا پُر جگری تھی کہ ظالم کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ڈگڈگا کر جام شہادت پی لیا مگر جادۂ حق سے قدم نہیں ہٹایا۔

ہمدان غلام حضرت امیر المومنین علیہ السلام

جناب ہمدان حضرت امیرؑ کے زر خرید غلام تھے اور جناب جویریہ بن مسہر و ابن النباح کی طرح یہ بھی حضرت کے مؤذن تھے۔

(مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۱۶۲)

جناب ہمدان کے حالات کتب رجال و تاریخ میں نہیں ملتے ہیں نہ یہ ملتا ہے کہ حجاج نے کب اور کہاں گرفتار کیا اور کس طرح شہید کیا مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ میں ص ۱۶۲ پر صرف اتنا مرقوم ہے کہ اُن کو حجاج بن یوسف ثقفی نے شہید کیا ہے۔

قنبر غلام امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام

حضرت باب مدینۃ العلم علی ابن ابی طالبؑ کے غلاموں میں جناب قنبر کا بھی شمار تھا علماء رجال انہیں حضرت کے اصحاب میں شمار کرتے ہیں چنانچہ جناب شیخ طوسی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب رجال میں فرمایا ہے کہ اصحاب المومنین میں آپؑ کے غلام قنبر بھی ہیں۔ علامہ مامقانی نے تحریر کیا ہے: امیر المومنینؑ کے مخصوص اصحاب میں قنبر داخل تھے اور قبیلہ مضر کے فرد تھے۔ (رجال مامقانی ج ۲ ص ۳۰)

علامہ محمد باقر مجلسی بحار الانوار میں اس سے بھی بالاتر بات فرماتے ہیں کہ:

جعفر بن محمد مؤدب کہتے ہیں کہ اصحاب جناب رسولؐ خدا کے رکن صرف چار صحابی تھے سلمان' ابوذر' مقداد و عمار لیکن تابعین میں جو افراد ارکان میں داخل ہیں ان میں جناب قنبر غلام امیر المومنینؑ بھی داخل ہیں۔

حضرات علماء کے یہ تصریحات عظمت و جلالت جناب قنبر کو اچھی طرح بیان کر رہے ہیں ظاہر ہے کہ صحابی امیر المومنینؑ ہونے کے ساتھ ساتھ حضرتؑ کے مخصوص افراد میں داخل ہونا اور پھر اس سے بالاتر سلمان و ابوذر و مقداد و عمار جو اعلیٰ مدارج ایمان پر فائز تھے اُن کے مانند رکن دین و ملت ہونا ایسی فضیلت ہے جس کی مثال کم ملتی ہے کتب تاریخ خاموش ہیں کہ حضرت قنبر کب حضرتؑ کی خدمت میں آئے اور آپ کے والد کی کیا حیثیت تھی اور انہیں اپنے قبیلہ میں کیا امتیاز حاصل تھا لیکن تاریخ کے طالب علم کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ غلامی کبھی اچھی نظر سے نہیں دیکھی گئی اور اسلام نے بھی اسے کچھ ممدوح نہیں قرار دیا لیکن اسلام نے غلاموں کو جو حقوق و مراعات دئے تھے اس سے مسلمانوں میں یہ امتیاز دشوار ہو گیا تھا کہ کون آقا ہے اور کون غلام ہے بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ غلام کو اپنے نفس پر مقدم کیا جاتا تھا ہم اس کے شواہد بعد میں پیش کریں گے جب غلام کے ساتھ برادری و برابری اور

اُس کے جذبات و احساسات کا آقا زیادہ سے زیادہ لحاظ رکھے گا تو ایسے غلام کو کتنا باوفا پاکیزہ سیرت خوش صفات ہونا چاہئے اس کے سمجھنے کے لئے جناب قنبر غلام امیر المومنینؑ کے حالات زندگی کا سرسری مطالعہ بھی کیا جائے تو اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ رہبر کامل پیغمبر اسلام کے تعلیمات پر صحیح عمل کرنے نے غلاموں کو آقا کا عاشق بنادیا تھا چنانچہ کافی محمد بن یعقوب کلینی میں مذکور ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت علیؑ کے غلام قنبر حضرتؑ کو بہت زیادہ دوست رکھتے تھے جب حضرتؑ کہیں تشریف لے جاتے تھے تو یہ آپؑ کے ساتھ ساتھ تلوار لے کر چلا کرتے تھے۔ جب آقا کی نوازشیں غلام پر بہت زیادہ ہوں گی تو یقیناً غلام کو ایسا ہی ہونا چاہئے اور قنبر سے حضرتؑ کا برتاؤ یہ تھا کہ انہیں اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔ چنانچہ شیخ سلیمان نقشبندی حسینی ینابیع المودۃ میں تحریر فرماتے ہیں:

امام جعفر صادقؑ ارشاد فرماتے ہیں کہ امیر المومنینؑ غلاموں کیطرح بیٹھتے تھے اور غلاموں کی طرح کھانا کھاتے تھے لوگوں کو گیہوں کی روٹیاں اور گوشت کھلاتے تھے اور خود گھر آکر جو کی روٹیاں روغن زیتون یا سرکہ کے ساتھ نوش کرتے تھے موٹے گاڑھے کی قمیص بازار سے خریدتے تھے اور ان میں جو اچھی ہوتی تھی اسے اپنے غلام قنبر کو دے دیتے تھے اور خراب کو خود پہنتے تھے۔

جناب قنبر کے کمالات نفسانی

جناب قنبر کو چونکہ حضرت علیؑ ایسے عابد وزاہد متقی و پرہیز گار قائم اللیل صائم النہار آقا کی غلامی کا شرف حاصل تھا اس لئے آپ نے بھی اس آفتاب فیض سے روشنی حاصل کی تھی اور کمالات نفسانیہ اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ خود امیر المومنینؑ نے عدالت کی تصدیق فرمائی ہے۔ چنانچہ علامہ مامقانی علیہ الرحمہ نے تہذیب الاحکام میں کتاب القضا سے نقل کیا ہے کہ:

حکم بن عتبہ اور سلمہ بن کہیل امام محمد باقرؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ کسی دعوے کے ثبوت میں ایک گواہ اور قسم کافی ہے حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ ایک گواہ اور قسم کے ساتھ جناب رسولؐ خدا نے فیصلہ کیا ہے اور کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام نے فیصلہ کیا ہے یہاں تک کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ حضرت علیؑ ایک دن مسجد میں تشریف فرما تھے کہ عبداللہ بن قفل تمیمی آیا اس کے پاس طلحہ کی زرہ تھی جسے حضرتؑ نے جنگ بصرہ میں لے لیا تھا عبداللہ بن قفل نے عرض کیا کہ آپؑ اس معاملہ کے فیصلہ کو اپنی قاضی کے سپرد کیجئے جسکو آپؑ نے مسلمانوں کے مقدمات فیصلہ کرنے کے لئے معین کیا ہے۔ حضرتؑ نے اس مقدمہ کو قاضی شریح کے سپرد کیا اور فرمایا کہ یہ طلحہ کی زرہ ہے میں نے اسے جنگ

جمل میں لے لیا تھا۔ شریح نے عرض کیا آپؑ اپنے ثبوت میں گواہ پیش کیجئے حضرت امیرؑ نے گواہی میں امام حسنؑ کو پیش کیا آپؑ نے گواہی دی کہ یہ طلحہ کی زرہ ہے جو جنگ بصرہ میں خفیہ طور پر لی گئی تھی شریح نے کہا یہ تو ایک ہی گواہ ہے اور میں ایک گواہ پر فیصلہ نہیں کرتا ہوں حضرتؑ نے قنبر کو گواہی کے لئے بُلایا قنبر نے بھی گواہی دی کہ یہ طلحہ کی ذرہ ہے جو جنگ بصرہ میں خفیہ طور پر لی گئی تھی شریح نے کہا یہ تو غلام ہیں میں غلام کی گواہی پر مقدمہ کا فیصلہ نہیں کرتا ہوں حضرت علیؑ یہ سن کر شریح پر غضب ناک ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ اس کو گرفتار کرلو اس نے اس مقدمہ میں تین مقامات پر خلاف انصاف حکم لگایا ہے شریح یہ سن کر اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور عرض کرنے لگا کہ اب میں اس وقت تک کسی مقدمہ کا بھی فیصلہ نہیں کروں گا جب تک مجھے یہ نہ بتادیا جائے کہ میں نے کہاں کہاں خلاف انصاف حکم لگایا ہے حضرتؑ نے فرمایا اے شریح تیرا بُرا ہو جب میں نے یہ خبر دی کہ یہ طلحہ کی ذرہ ہے میں نے جنگ بصرہ میں مخفی طور سے لے لیا تھا تو تو نے مجھ سے کہا کہ آپؑ اپنے قول پر گواہ لایئے حالانکہ رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا ہے کہ جنگ میں جو چیز پوشیدہ طور پر پائی جائے تو وہ بغیر شاہد بینہ کے قبضہ میں کرلی جائے گی شریح سے میں نے کہا کہ تو ایسا شخص ہے جس نے رسولؐ اللہ کی حدیث بھی نہیں سنی ہے یہ پہلی بے انصافی ہے اس کے بعد میں

حسنؑ کو بطور گواہ کے لایا اور انہوں نے بھی گواہی دی کہ یہ طلحہ کی ذرہ ہے جو جنگ بصرہ میں مخفی طور پر لی گئی تھی تو تو نے اُس وقت یہ کہا کہ یہ ایک گواہ ہے میں ایک گواہ کی گواہی پر فیصلہ نہیں کرتا ہوں حالانکہ رسولؐ نے ایک گواہ اور قسم پر بھی فیصلہ کیا ہے یہ دوسری بے انصافی ہے اس کے بعد میں نے گواہی میں قنبر کو پیش کیا اس نے بھی یہی گواہی دی تو نے اُس وقت یہ کہا کہ یہ غلام ہے اور میں غلاموں کی گواہی پر مقدمہ کا فیصلہ نہیں کرتا ہوں حالانکہ اگر غلام عادل ہو تو اس کی گواہی میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ اے شریح تیرا بُرا ہو امام المسلمین پر اس سے بھی زیادہ عظیم امور میں اعتبار کیا جاتا ہے (رجال مامقانی ج ۲ ص ۲۹)

یہ حدیث جناب قنبر کی جلالت قدر اور عظمت نفس پر روشنی ڈالتی ہے اس لئے کہ جس کی عدالت کی گواہی امامؑ وقت دے جسے عادل سمجھ کر امام عصر اپنے ثبوت میں پیش کرے ظاہر ہے کہ اس کی عدالت میں کس کو شبہ ہو سکتا ہے۔

امور سخت کی انجام دہی قنبر کے سپرد ہوتی تھی

جناب قنبر پر حضرت امیرؑ کو اتنا وثوق و اعتماد تھا کہ جب کوئی سخت امر در پیش ہوتا تھا تو اُس کے انجام دینے کے لئے آپؑ قنبر کو بلاتے تھے۔ جناب امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد

نے بیان کیا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ جب میں کسی مشکل اور سخت امر کو دیکھتا ہوں تو اس کو انجام دینے کے لئے قنبر کو بلاتا ہوں۔ (رجال کشی ص ۴۹)

حضرتؑ نے یہ اس وقت بھی فرمایا تھا کہ جب دس نصیری آپؑ کی خدمت میں آئے تھے آپؑ نے پہلے تو ان کو سمجھایا لیکن جب وہ اپنی گمراہی پر باقی رہے تو وہی شعر پڑھا جس کا ترجمہ اوپر گزر چکا ہے کہ جب میں کسی ناپسندیدہ چیز کو دیکھتا ہوں تو آگ روشن کرتا ہوں اور قنبر کو اس کے انجام دینے کے لئے بلاتا ہوں۔

جرأت وہمت قنبر

جناب قنبر کو اشجع عرب و عجم امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی غلامی کا شرف حاصل تھا اسی سبب سے وہ جرأت و ہمت میں بھی پوری پوری شہرت رکھتے تھے۔

جب حضرت امیرؑ جنگِ صفین کے لئے روانہ ہوئے تو اپنی فوج کا علم جناب قنبر کو دیا (طبری ج ۵ ص ۲۲۶)

علمبرداری کا عہدہ بتاتا ہے کہ جناب قنبر شجاع و بہادر تھے۔

شجاعت جناب قنبر کی دلیل وہ واقعہ بھی ہے جسے مختلف طریقوں سے عام اصحاب تاریخ نے نقل کیا ہے واقعہ یہ ہوا کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے ایک دن اپنے مصاحبین سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ

اصحاب ابوتراب میں سے کسی شخص کو پا جاؤں اور اُسے قتل کر کے بارگاہ رب العزت میں تقرب حاصل کروں حجاج سے کہا گیا کہ سب سے زیادہ حضرت امیرؑ کی خدمت میں اُن کا غلام قنبر رہا ہے۔ حجاج نے جناب قنبر کی تلاش کے لئے آدمی روانہ کئے جب گرفتار کر کے حجاج کے سامنے لائے گئے تو اُس نے کہا تم ہی قنبر ہو انہوں نے جواب دیا جی ہاں۔ حجاج نے کہا تم ہی علیؑ ابن ابی طالبؑ کو مانتے مولا ہو انہوں نے کہا میرا آقا و مولا خدا ہے البتہ امیر المؤمنینؑ علی ابن ابی طالب میرے ولی نعمت ہیں۔

حجاج: علیؑ کے دین سے اظہار برأت و بیزاری کرو۔

قنبر: تم مجھ کو کوئی ایسا دین بتادو جو حضرت علیؑ کے دین سے بہتر ہو۔

حجاج: میں تم کو قتل کروں گا تم کس طرح قتل ہونا پسند کرتے ہو۔

قنبر: میں اسے تیرے اوپر چھوڑتا ہوں۔

حجاج: کیوں؟

قنبر: اس لئے کہ آج جس طرح تم مجھ کو قتل کرو گے روزِ قیامت اُسی طرح میں تم کو قتل کروں گا۔ ہاں میرے آقا مولا نے مجھے یہ خبر دی ہے کہ میں بغیر کسی خطا کے ظلم و جور سے ذبح کیا جاؤں گا۔

حجاج: قنبر کو ذبح کر دو۔

اس حکم کے بعد جناب قنبر ذبح کر دیئے گئے۔

(بحار الانوار ج ۹ ص ۱۴۷)

ایک روایت میں ہے کہ حجاج نے جناب قنبر سے دریافت کیا تم کون ہو؟ جناب قنبر نے اس کے جواب میں امیر المومنین علیہ السلام کے ایک سو دس سے زیادہ اوصاف ذکر کرنے کے بعد آپؑ کا نام نامی زبان پر جاری کیا۔ چنانچہ مرقوم ہے کہ جناب قنبر نے فرمایا کہ:

میں اس کا غلام ہوں جس نے دو تلواروں سے جنگ کی' دو نیزوں سے نیزہ بازی کی' دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی' دو بیعتیں کی' دو مرتبہ ہجرت کی اور چشم زدن میں بھی کفر اختیار نہیں کیا۔ میں اس کا غلام ہوں جو صالح المومنین انبیاء کا وارث ' اوصیاء میں سب سے بہتر مسلمانوں میں سب سے بزرگ' یعسوب المومنین' نور المجاہدین' خوف خدا میں رونے والوں کا سردار' عابدوں کی سب سے افضل زبان رسول رب العالمین آل یٰسین کا سب سے پہلا مومن ہے' وہ کہ جن کی تائید جبرئیل ایسے امین اور جن کی امداد میکائیل ایسے مضبوط فرشتہ سے کی گئی۔ آسمان والوں میں جس کی ثناء کی گئی ہے۔ مسلمانوں اور سبقت کرنے والوں کا سردار ہے جو ناکثین (بیعت توڑنے والے) مارقین (بیعت سے خارج ہونے والے) قاسطین (بیعت سے منکر) کا قاتل حرم اسلام کا محافظ اپنے اسے علی الاعلان عداوت کرنے والوں سے جہاد کرنے والا۔ دشمنی کی بھڑکتی ہوئی آگ کا بجھانے والا۔ سارے قریش میں سب سے بہتر زمین پر چلنے والا ہے۔ وہ کہ جس نے خدا کی خوشنودی کے لئے سب سے پہلے دعوت رسولؐ پر لبیک کہی وہ امیر

المومنینؑ دونوں جہاں میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی، کل مخلوقات پر حضرتؐ کا امین ہے۔ جن کی جانب آپؐ مبعوث ہوئے ان سب پر حضرتؐ کا خلیفہ ہے کل مسلمانوں اور سابقین کا سردار ہے مشرکین کو ہلاک کرنے والا ہے۔ منافقین کے لئے خدائی ترکش کا تیر ہے عبادت کنندگان کی زبان ہے ناصر دین خدا ولی اللہ زبان حکمت اللہ۔ زمین پر ناصر خدا خدائی علم کا ظرف دین کا پشت پناہ نیکوں کا امام ہے وہ جس سے خدا راضی ہے سخی، جواد، سردار جامع تمام صفات شب بیدار پاک و پاکیزہ و مطہر سر زمین بطحا کا ساکن خرچ کرنے والا جری بہادر صابر بڑا روزے دار، ہدایت کرنے والا، آگے بڑھنے والا۔ (دشمنوں کی) صلب کاٹنے والا۔ ان کی جماعت پراگندہ کرنے والا۔ گردن بلند کر کے دشمنوں پر مسلط ہونے والا۔ شرفاء میں مضبوط قوی دل، ظلم کے خلاف معاون، سخی، بہادر، سید، شجاع، شیر دل، قوی عاقل، پختہ ارادہ کا مالک، صاحب عقل محکم، تیز رفتار اچھی اصل والا عمدہ فضل کا مالک اچھے قبیلہ کا دارا۔ پاکیزہ قبیلہ کا مالک۔ باوقار۔ بنی ہاشم میں امانت ادا کرنے والا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچازاد بھائی۔ ہدایت کرنے والا امام۔ فساد سے دور خدا رسیدہ حاکم۔ زبردست بہادر۔ جنگ جو شیر۔ بدری مکی دین حنیف کا پابند مالک روحانیت۔ صاحب خلق حسن۔ بلندی مرتبہ میں پہاڑ کی چوٹی کی طرح۔ سرفرازی میں ٹیلہ کی اعلیٰ رفعت کے مانند۔ عربوں کا سردار میدان

جنگ کا شیر۔ ارادہ کا کر گزرنے والا بہادر۔ اقدام کرنے والا شیر ماہ کامل مؤمنین کی کسوٹی مشعرین کا وارث سبطین یعنی حسنؑ و حسینؑ کے پدر عالی مقام خدا کی قسم جو سچ مچ امیر المؤمنینؑ ہے جن کا نام علیؑ ابن ابی طالب ہے۔ ان پر پاکیزہ درود اور پُر ضیاء برکتیں نازل ہوں۔

حجاج نے یہ سنتے ہی سر کاٹنے کا حکم دیا۔

(رجال کشی ص ۵۰‘ رجال مامقانی ج ۲ حصہ ۲ ص ۳۰)

جناب قنبر کا اس طرح ڈوب ڈوب کر حضرتؑ کی مدح و ثناء کرنا بتاتا ہے کہ ان کو حضرت امیر علیہ السلام سے کتنی محبت و الفت تھی اور کتنے عارف و مرتبہ شناس تھے اسی لئے تو حجاج ایسے ظالم و جابر کے سامنے بغیر کسی جھجک کے اس طرح اوصاف حمیدہ و صفات پسندیدہ کا تذکرہ فرمایا اور جام شہادت نوش کر لیا۔

کمیل بن زیاد نخعی

اصحاب امیر المؤمنین علیہ السلام میں ایک جلیل القدر شخصیت جناب کمیل بن زیاد نخعی کی بھی تھی جناب کمیل اصل میں یمن کے باشندے تھے۔ خدمت امیر المؤمنین علیہ السلام میں آنے کے بعد ان کے قلب پر جب نور آفتاب امامت کی شعاعیں پڑنے لگیں دل کا ہر گوشہ نورانی ہو گیا۔ ظلمت معاصی کافور ہو گئی۔ زہد ورع و تقویٰ و عبادت کے خوگر ہو گئے۔ اپنے پرائے سبھی معترف ہیں کہ:

کمیل کی قوم کے لوگ ان کے مطیع و فرمانبردار تھے۔ کوفہ کے بڑے عبادت گزار افراد میں داخل تھے اور رؤساء شیعہ میں شمار ہوتے تھے۔ (تہذیب التہذیب ج۸ ص ۴۴۸)

کمیل شجاع و بہادر وزاہد و عابد تھے۔ (البدایۃ والنہایہ ج۹ ص ۴۷)

جناب کمیل امیر المؤمنین علیہ السلام کے مخصوص اور مؤثق اصحاب میں شامل تھے امام حسن علیہ السلام کے مخصوص اصحاب میں شمار کیئے جاتے تھے۔ حضرت امیرؑ کے زمانہ حکومت میں حضرت کی طرف سے مقام ہیت کے عامل تھے جنگ صفین میں حضرتؑ کے ہمراہ رکاب شریک جنگ تھے۔

روایت حدیث میں ایسے مؤثق و معتبر تھے کہ جس طرح شیعہ ان سے روایت کرتے ہیں محدثین اہل سنت بھی ان سے حدیث نقل کرتے ہیں۔

چنانچہ تابعین کی ایک جماعت کثیر نے ان سے حدیث نقل کی ہے انہیں سے حضرت امیرؑ کی وہ مشہور و طولانی حدیث وارد ہے جس میں آپؑ نے فرمایاہے کہ لوگوں کے قلوب ظرف ہیں بہترین قلب وہ ہے جو سب سے زیادہ محفوظ اور یاد رکھے اس حدیث کو بہت سے مؤثق و معتبر راویوں نے ان سے نقل کیاہے جس میں بہت سی نصیحتیں اور اچھے کام درج ہیں۔

جناب کمیل ہی حضرتؑ کی اس مشہور و معروف دعاء کے راوی ہیں

جس کی تلاوت شب جمعہ مستحب ہے یہ دعاء انہیں کے نام نامی سے مشہور ہے۔

جناب کمیل سے حسب ذیل راویوں نے روایت نقل کی ہے۔ اسحاق سبیعی عباس زریح، عبداللہ بن یزید صہبانی، عبدالرحمٰن بن عابس، اعمش اور اُن کے علاوہ اور بھی افراد ہیں۔

جناب کمیل نے سو برس زندگانی بسر کی حجاج بن یوسف نے ان کو بظلم و ستم قتل کیا تھا۔ حجاج کا اُن پر سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ ان کو عثمان نے طمانچہ مار دیا تھا انہوں نے ان سے قصاص طلب کیا عثمان نے کہا تم بھی طمانچہ کے عوض میں مجھے طمانچہ مار لو جب وہ قصاص دینے پر راضی ہوگئے تو جناب کمیل نے ان کو معاف کر دیا۔ حجاج نے کہا تم ایسے انسان کو یہ ہمت کہ امیر المؤمنینؑ ۔ سے قصاص طلب کرو اس کے بعد حکم دیا کہ اُن کی گردن اُڑا دی جائے۔ چنانچہ وہ قتل کر دئے گئے۔ لوگ یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ حجاج نے اسی اثناء میں حضرت علیؑ کا تذکرہ کیا اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا جناب کمیل نے حضرت پر درود و سلام پڑھنا شروع کیا اس پر حجاج کو غصہ آگیا اور کہنے لگا کہ میں تمہارے پاس ایسے آدمی کو بھیجوں گا جو حضرت علیؑ کو جتنا تم دوست رکھتے ہو اس سے زیادہ ان کو دشمن رکھتا ہو چنانچہ مقام حمص کے ابوادھم یا ابو جہم بن کنانہ کو اُن کے پاس بھیجا اس نے ان کی گردن اڑا دی۔ (البدایۃ والنہایہ ج ۹ ص ۴۷)

مصنف البدیۃ والنہایہ کا شمار دشمنان حضرت امیرؑ میں ہے اس نے اپنی اس تاریخ میں جا بجا اپنے شامی اور دشمن حضرت امیرؑ ہونے کا ثبوت پیش کیا ہے اس لئے اس کا جناب کمیل کے لئے یہ تحریر کرنا کہ انہوں نے عثمان سے قصاص طلب کیا اور وہ قصاص دینے پر تیار بھی ہو گئے۔ حالانکہ یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے حضرت ابوذر پر اتنا ظلم کیا کہ عالم غربت میں ربذہ کے بے آب و گیاہ جنگل میں بھیج دیا' جناب عمار یاسر کو اتنا پیٹا کہ ان کی آنت اترنے کا مرض ہو گیا۔ ابن مسعود کو صرف جناب ابوذر کو دفن کے جرم میں اتنا مارا کہ پسلیاں ٹوٹ گئیں۔ ایسے آدمی کا قصاص پر آمادہ ہونا بتاتا ہے کہ جناب کمیل بڑے جاہ و حشم و قوم و قبیلہ کے مالک تھے بڑے معزز و محترم تھے اسی لئے وہ جناب کمیل کا طمانچہ کھانے پر آمادہ ہو گئے مگر یہ ان کا کرم نفس تھا کہ قدرت پا کر پھر معاف کر دیا اور کیوں نہ معاف کرتے اس لئے کہ محبان علیؑ کا کردار ایسا ہی ہوتا ہے۔

البدایۃ والنہایہ کی یہ عبارت بھی بتاتی ہے کہ جب حجاج نے حضرت علیؑ کو برا بھلا کہنا شروع کیا تو اس ظالم کے سامنے جوش محبت میں حضرتؑ پر درود و سلام بھیجنے لگے چنانچہ اسی جرم میں جام شہادت نوش کر لیا۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ بحار الانوار (ج ۹ ص ۲۳۰) میں جناب کمیل کے شہادت کی وجہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

جب حجاج کے ہاتھ میں زمام حکومت آئی تو اس نے کمیل ابن زیاد

کو (دوسرے شیعوں کی طرح طلب کیا) وہ اس کے خوف سے روپوش ہوگئے اس نے بیت المال سے ان کے قبیلہ کو جو عطیہ ملتا تھا اسے بند کردیا۔ جب جناب کمیل ایسے کریم نے یہ دیکھا تو کہنے لگے میں بوڑھا ہوں میری عمر کافی گزر چکی ہے میرے سبب سے میری قوم اپنے عطایا سے محروم ہو جائے اس لئے اپنے کو حجاج کے سامنے حاضر کردیا۔ جب حجاج نے ان کو دیکھا تو کہنے لگا کہ میں چاہتا تھا کہ تم پر مجھے قدرت حاصل ہو جائے۔ جناب کمیل نے کہا مجھ پر غضب کا اظہار نہ کرو اس لئے کہ اب میری عمر اُڑتے ہوئے گرد و غبار کی طرح باقی ہے اس لئے تیرا جو دل چاہے میرے ساتھ کر گزر اس لئے کہ وعدہ گاہ بارگاہ رب العزت ہے اور بعد قتل حساب دینا ہوگا اور مجھے تو امیر المؤمنینؑ یہ خبر دے چکے ہیں کہ تو مجھے قتل کرے گا۔ حجاج نے کہا پھر تو الزام تمہارے اوپر رہتا ہے جناب کمیل نے جواب دیا مجھ پر الزام اس وقت ہوتا جب قضا و قدر کا مالک تو ہوتا حجاج نے کہا ہاں قضا و قدر میرے ہی ہاتھ میں ہے تم بھی عثمان بن عفان کے قاتلوں میں داخل ہو ان کی گردن اُڑا دو چنانچہ اسی وقت جناب کمیل کو قتل کردیا گیا۔

علامہ ابن عساکر مذکور نے اپنی تاریخ (مختصر تاریخ بن عساکر ج ۲ ص ۵۳) میں لکھا ہے کہ:

حجاج کے سخت ترین خطبہ کے بعد کوفہ کا ایک قبیلہ آکر بیعت کرنے لگا تو حجاج نے کہا تم لوگ کس قبیلہ سے ہو انہوں نے کہا کہ

ہم قبیلہ نخع سے ہیں اس نے کہا کیا تم ہی میں سے کمیل بن زیاد ہیں کہا ہاں اس نے کہا انہوں نے کیا کہا لوگوں نے کہا وہ تو بہت بوڑھے ہوگئے ہیں اس نے کہا میں اس وقت تک تم سے بیعت نہ کروں گا جب تک کمیل کو نہ لاؤ گے نہ تم لوگ اس وقت تک میرے قریب آنا جب تک ان کو نہ لاؤ گے۔ چنانچہ ان کو وہ اس طرح لائے کہ وہ اپنے تخت پر لیٹے ہوئے تھے اور اس تخت کو منبر کے قریب رکھ دیا حجاج نے ان کو دیکھ کر کہا کہ جو لوگ عثمان کو قتل کرنے کے لئے ان کے گھر میں داخل ہوئے تھے ان میں صرف یہ باقی ہیں قتل کا چمڑا لاؤ چنانچہ اس چمڑے پر جناب کمیل کو قتل کر دیا۔

شہادت عمیر بن ضابی برجمی ۷۵ھ

جب عبدالملک نے تغلب بن ابی صفرہ کو خوارج سے جنگ کے لئے روانہ کیا اور حجاج کو اس کی نصرت وامداد کے لئے تحریر کیا تو جناب عمیر بن ضابی برجمی حجاج کے پاس آئے اور یہ پیش کش کی کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں میرے بجائے میرے لڑکے کو مہلب کے ساتھ جنگ کے لئے بھیج دیجئے لیکن اس نے ان کو صرف اس لئے کہ وہ قتل عثمان میں شریک تھے قتل کرا دیا جناب عمیر کی شہادت کا واقعہ مختصر تاریخ ابن عساکر میں موجود ہے موصوف فرماتے ہیں کہ:

جب حجاج نے اہل کوفہ کے عطیات رکھے اور ان لوگوں نے لینا

شروع کیا تو کانپتا ہوا ایک بوڑھا آیا اور کہا کہ اے امیر مجھے جو ضعف ہے آپ دیکھ رہے ہیں میرے ایک قوی اور مضبوط فرزند ہے جو زحمات سفر مجھ سے زیادہ برداشت کر سکتا ہے کیا آپ اسے میرے بدلے قبول کریں گے؟ حجاج نے کہا ہاں ہم ایسا کریں گے جب وہ بوڑھا پشت پھیر کر چلا تو ایک شخص نے کہا کہ اے امیر آپ جانتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے یہ عمیر بن ضابی برجمی ہیں ان کے باپ کہتے ہیں کہ:

میں نے ارادہ تو کیا لیکن کیا نہیں مگر قریب تھا کہ کر گزرتا کاش میں نے عثمان پر ان کی زوجہ کو روتا ہوا چھوڑا ہوتا۔

یہ عثمان کے قتل کے بعد ان کے گھر میں داخل ہوئے اور پیروں سے ان کے پیٹ کو روندا جس سے ان کی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں یہ سنتے ہی حجاج نے کہا کہ اسے میرے پاس واپس لاؤ اور عمیر سے کہا کہ تم نے یوم دار امیر المؤمنین عثمان کے پاس اپنا بدل کیوں نہیں بھیجا تھا۔ اے شیخ تیرا قتل مسلمانوں کے لئے بھلائی ہے اے نگہبان اس کی گردن اڑا دے۔ اس واقعہ کو علامہ ابن ابی الحدید (دیکھو مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۴ ص ۵۵) معتزلی و علامہ مسعودی (شرح نہج البلاغہ ج ا ص ۳۹۶) نے بھی تحریر کیا ہے لیکن بجائے عمرو بن ضابی کے عمیر بن ضابی نام تحریر کیا ہے۔

علامہ مامقانی نے مجہول صحابہ میں ان کا تذکرہ کیا ہے۔

معاویہ کے عہد حکومت سے عثمان دوستی دشمنی امیر المؤمنین کی علامت اور عثمان دشمنی دوستی حضرت امیرؑ کی علامت ہو گئی تھی اس سے

یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ عمیر شیعہ حضرت علی علیہ السلام تھے اس لئے قتل کئے گئے۔

جناب جابر ابن عبداللہ انصاری متوفی ۷۸ھ

جناب علامہ شہید قاضی نوراللہ شوشتری متوفی ۱۰۱۹ھ جناب جابر بن عبداللہ کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں کہ کتاب ابن داؤد میں مذکور ہے کہ وہ اصحاب رسول خدا صلعم سے تھے اور جنگ بدر اور اٹھارہ لڑائیوں میں جناب رسالت مآبؐ کے ہمراہ تھے اور حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ وہ اصحاب رسولؐ سے سب کے آخر میں باقی رہنے والے شخص ہیں اور ان کی بازگشت ہم اہلبیتؑ کی طرف تھی۔

اور کتاب خلاصہ میں فصل بن شاذ نے ان سے روایت کی ہے کہ وہ ان سابقین صحابہ میں سے ہیں جنہوں نے بعد حضرت رسول خدا صلعم کے حضرت امیرؑ کی طرف رجوع کیا اور ابن عقدہ نے جو اکابر محدثین میں سے ہیں ان کی محبت اہلبیتؑ اور متابعت اہلبیتؑ کی تصریح کی ہے اور وہ آخر ان صحابہ کے ہیں جنہوں نے مدینہ میں وفات پائی۔

اور کتاب استیعاب میں مذکور ہے کہ وہ جنگ صفین میں حضرت امیرؑ کے ہمراہ تھے۔ اور ابو عمر کشی نے لکھا ہے کہ جابر سیاہ عمامہ باندھے تھے اور مسجد مدینہ میں بیٹھ کر مسائل دینیہ بیان فرمایا کرتے تھے مسائل بیان کرتے کرتے یکبار گی کہنے لگتے تھے "یا باقر العلم" جب اہل مدینہ یہ کلمہ

سنتے تو آپس میں کہتے کہ جابر ابن عبداللہ بڈھے ہو گئے "ہذیان بکتے ہیں" جب جابر نے یہ بات سنی تو انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم میں ہذیان نہیں بکتا بلکہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا ہے کہ تم عنقریب میرے اہلبیتؑ میں سے ایسے مرد کو دیکھو گے جس کا نام میرا نام ہو گا جس کے شمائل میرے شمائل ہوں گے وہ علم کو اس طرح شگافتہ کرے گا جو شگافتہ کرنے کا حق ہے میں نے یہ کلام معجز نظام جناب سرورانام سے سنا ہے مجھ کو اس کے دیکھنے کی آرزو بے اختیار کر دیتی ہے۔ اتفاقاً جابر ایک روز کوچہ ہائے مدینہ سے گزرتے تھے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کے دروازے پر ایک لڑکے کو دیکھا کہ جس سے جناب رسالت مآبؐ کے شمائل ظاہر تھے اپنے پاس بلایا حضرتؑ کے سامنے آئے جابر نے کہا کہ ذرا پلٹ جایئے پلٹ گئے جابر نے اپنے دل میں کہا کہ یہ شمائل تو پیغمبرؐ کے شمائل ہیں ان کو قسم دی کہ آپ کا کیا نام ہے فرمایا محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ یہ سن کر جابر آگے بڑھے اور انہوں نے سر مبارک پر بوسہ دیا اور کہا کہ میرے ماں باپ آپؑ پر فدا ہوں آپؑ کے جد امجد نے آپؑ کو سلام کہا ہے حضرتؑ یہ خبر سن کر متاثر ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے اس خبر کے افشا ہونے سے اندیشہ کیا اور فرمایا کہ آخر جابر نے سلام و پیام کو ظاہر ہی کر دیا انہوں نے عرض کی کہ ہاں امام نے فرمایا کہ اے فرزند اب تم گھر میں بیٹھو اور باہر نہ جاؤ اس لئے کہ لوگ تمہاری طرف رجوع کرنے

لگیں گے اور دشمنوں کے مظالم ہم پر بڑھ جائیں گے بعد ازاں جابر ہر صبح و شام امام محمدؑ باقر کی خدمت میں تنہا حاضر ہوتے تھے اور علم کی باتیں سیکھتے تھے اہل مدینہ اس امر سے تعجب کرتے تھے اور یہ حکایت خاتمۂ کتاب روضہ الشہداء میں اس طرح لکھی ہوئی ہے کہ: آخر عمر میں جابر کی آنکھیں جاتی رہیں تھیں ایک روز امام محمد باقرؑ نے اپنے عنفوان شباب میں ان کے پاس آئے اور ان پر سلام کیا جابر نے جواب سلام دے کر پوچھا کہ آپؑ کون ہیں؟ فرمایا کہ محمد بن علیؑ بن الحسینؑ ہوں۔ جابر نے عرض کی کہ اے سردار میرے پاس آیئے اور اپنا ہاتھ مجھے دیجئے۔ امامؑ نے اپنا ہاتھ جابر کے ہاتھ میں دے دیا۔ جابر نے ہاتھ پر بوسہ دیا اور چاہا کہ پاؤں پر بھی بوسہ دیں لیکن امامؑ نے پیر پر بوسہ نہ دینے دیا جابر نے عرض کی کہ اے فرزند رسولؐ خدا۔ رسولؐ نے آپؑ کو سلام کہا ہے۔ امام نے فرمایا "وعلیٰ رسولؐ الله السلام ورحمة والله وبركاته" پھر جابر سے فرمایا کہ اے جابر اس کا مکمل حال بیان کرو۔ جابر نے عرض کی کہ ایک روز میں حضرتؐ رسولؐ خدا کے ساتھ تھا آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ اے جابر شاید تم اس وقت رہو کہ میرے ایک فرزند سے ملاقات کرو جن کا نام محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ ہے خداوند عالم اس کو اپنا نور اور حکمت دے گا اس کو میری طرف سے سلام پہونچا دینا۔ نیز کتاب کشی میں مذکور ہے کہ جابر عصا ہاتھ میں لئے ہوئے کوچہ ہائے مدینہ اور وہاں کی مجلس میں جاتے تھے اور کہتے تھے "علی خير البشر من ابى فقد كفر" یعنی علیؑ خیر البشر

ہیں اور جو شخص اس سے انکار کرے یقیناً وہ کافر ہے اور فرماتے تھے کہ اے گروہ انصار اپنی اولاد کو محبت علی ابن ابی طالبؑ کے ساتھ ادب سکھاؤ جو شخص انکار کرے اس کی ماں کی حالت پر غور کرو۔ شعر

محبت شہ مرداں مجوز بے پدرے   کہ دست غیر گرفتہ است پائے مادر او

افضل المحققین خواجہ نصیر الدین طوسی طیب اللہ مشہدہ نے اپنے رسالہ اوصاف الاشراف میں لکھا ہے کہ جب جناب جابر بن عبداللہ آخر عمر میں مبتلائے ضعف پیری ہوئے تو حضرت امام محمد باقرؑ نے انہیں دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے اور ان کا حال پوچھا جابر نے کہا کہ ایسی حالت ہے کہ اس حالت میں بڑھاپے کو جوانی پر اور بیماری کو تندرستی پر اور مرنے کو زندہ رہنے پر ترجیح دیتا ہوں حضرتؑ نے ان کو تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ لیکن میں اگر خدا مجھے بڈھا کرے تو بڑھاپے کو دوست رکھتا ہوں اور اگر جوان بنائے تو جوانی کو اور اگر بیمار بنائے تو بیماری کو اور اگر شفا دے تو شفا کو اور اگر موت دے تو مرنے کو اور اگر زندہ رکھے تو زندگی کو دوست رکھتا ہوں جب یہ بات جابر نے حضرتؑ سے سنی تو آپؑ کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور کہا کہ رسولؐ اللہ نے سچ فرمایا تھا کہ تم میری اولاد میں ایک شخص تک پہونچو گے جن کا نام میرا نام ہوگا وہ علوم کو اس طرح شگافتہ کرے گا جس طرح سے بیل زمین کو شگافتہ کرتا ہے اور اس وجہ سے ان کا نام باقر علوم اولین و آخرین رکھا ہے اس روایت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جابر مقام صبر تک پہونچے ہوئے تھے اور حضرت امام محمد باقرؑ مرتبہ رضا پر فائز تھے خداوند عالم ہم کو اور تمام مومنین کو

صابرین راضیین مرضیین میں سے قرار دے بحق محمد والہ المعصومین صلواۃ اللہ علیہم اجمعین (ترجمہ مجالس المؤمنین ص ۲۹۷)

جناب جابر کے لئے علامہ مسعودی مروج الذہب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

جابر بن عبداللہ انصاری نے ۷۸ھ میں انتقال کیا اس وقت ان کی بینائی جاتی رہی تھی۔ موت کے وقت وہ نوے سال سے زیادہ عمر رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ وہ معاویہ کے پاس دمشق آئے اس نے کئی دن تک ان کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہیں دی جب اجازت دی اور اس کے سامنے آئے تو فرمایا اے معاویہ تو نے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث نہیں سنی ہے کہ جو شخص کسی فقیر و حاجت مند سے پوشیدہ رہے گا تو قیامت کے دن اس کے فقر و فاقہ و حاجت کے وقت اللہ اس سے دوری اختیار کرے گا یہ حدیث سنتے ہی معاویہ غضب ناک ہو گیا اور کہا کہ کیوں جابر تم نے یہ حدیث نہیں سنی کہ حضرتؐ نے (انصار سے) فرمایا کہ میرے بعد تم لوگ فقر و فاقہ میں مبتلا ہو گے تم لوگ حوض کوثر پر میرے پاس آنے کے وقت تک صبر کرنا جابر تم نے فقر پر صبر کیوں نہیں کیا (اور دمشق تک میرے پاس آگئے) یہ حدیث سنتے ہی جناب جابر نے معاویہ سے کہا کہ میں جس حدیث کو بھول گیا تم نے اسے مجھے یاد دلا دیا اس کے بعد معاویہ کے پاس سے باہر آئے اور اپنی سواری پر سوار ہو کر مدینہ روانہ ہو گئے۔ (مروج الذہب ج ۲ ص ۹۰)

معاویہ نے ان کے پاس چھ سو دینار بھیجے انہوں نے اسے بھی واپس کر دیا اور اپنی قناعت کے بارے میں تین شعر معاویہ کے پاس لکھ کر بھیج دیئے اور معاویہ کے قاصد سے کہا کہ معاویہ سے کہہ دینا کہ اے ہند جگر خوارہ کے پوت میں تیرے نامۂ اعمال میں کسی ایسے حسنہ کو نہیں لکھنے دوں گا جس کا میں سبب ہوں۔

البدایہ والنہایہ میں عماد الدین ابو الفداء اسمٰعیل بن عمر بن کثیر قریشی دمشقی متوفی ۷۷۴ھ (ج ۹ ص ۲۲) تحریر کیا ہے کہ ان سے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ۱۰۴۰ حدیثیں مروی ہیں۔

حجاج بن یوسف نے ان پر بڑے مظالم کئے ہیں چنانچہ ان کے ہاتھوں پر سیسہ گرم کر کے صرف توہین تذلیل کے لئے مہر لگادی تھی جیسا کہ ہم اس سے قبل لکھ چکے ہیں چونکہ راہ محبت حضرت علی علیہ السلام میں انہوں نے بھی مصائب جھیلے تھے اس لئے ہم نے ان کا تذکرہ کیا ہے۔

دور حکومت ولید بن عبد الملک متوفی ۹۶ھ میں شیعوں پر مظالم

ولید اپنے باپ ہی کی طرح ظالم وجابر وسفاک تھا اس نے اپنے عہد حکومت میں اپنے باپ عبد الملک کے عمال کو باقی رکھا جو برابر شیعوں پر ظلم وجور کرتے رہتے تھے خصوصاً حجاج جس کے قید خانہ میں اسی ہزار شیعہ

اب بھی بند تھے۔ شیعوں کا خون اب بھی وہ بے دردی سے چوس رہا تھا۔

علامہ طبری لکھتے ہیں کہ:

وکان جباراً عنیداً۔

اور ولید جبار و سرکش تھا۔ (کتاب الامم والملوک للطبری ج ۸ ص ۷۹)

علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں تحریر کرتے ہیں کہ:

عمر ابن عبدالعزیز کا قول ہے کہ ولید شام میں حجاج عراق میں عثمان بن حیان حجاز میں مرہ ابن شریک مصر میں تھے اس وقت بخدا حال یہ تھا کہ ان لوگوں نے زمین کو جبر و ظلم سے پُر کر دیا تھا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۶)

اور موصوف کا ہی بیان ہے کہ ابراہیم ابن زرعہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا خلیفہ سے بھی حساب و کتاب ہو گا۔ تو اس نے جواب میں کہا کہ خدا کے نزدیک آپ کی عظمت زیادہ ہے یا جناب داؤدؑ کی تو ولید نے کہا کہ خداوند عالم نے ان کو نبوت اور خلافت دونوں چیزیں عطا کی تھیں۔ اس کے بعد بھی ان کو دھمکی دی اور کہا یاداؤد... الخ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۶)

ناظرین! ولید اور ابراہیم کی اس گفتگو پر غور کریں تو اس سے صاف واضح ہو جائے گا کہ ولید اور دیگر خلفاء بنی امیہ اس بات کے قائل تھے کہ ان سے روز محشر حساب و کتاب نہیں کیا جائے گا۔ وہ دنیا میں خواہ کتنا ہی فسق و فجور کریں لیکن ان سے آخرت میں کچھ مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ نیز یہ بھی نتیجہ سامنے آجائے گا کہ یہ فاسق و فاجر جبار و عنید اپنے کو حضرت داؤد علیہ السلام سے جلیل القدر عظیم المرتبہ نبی سے افضل تصور کرتا تھا

اسی لئے تو کہا ہے کہ خدا نے باوجود نبوت وخلافت عطا کرنے کے دھمکایا ہے لیکن صرف خلیفہ کو کہیں دھمکی نہیں دی۔ ولید کا یہ قول یزید ابن معاویہ کے اس نظریہ سے کتنا مشابہ ہے کہ خدا نے قرآن میں فویل للمصلین (نمازیوں کے لئے ویل ہو) فرمایا ہے لیکن شرابیوں کیلئے نہیں ویل کہا۔

ان خلفاء کے یہی باطل تصورات تھے جن کے سبب وہ اسلام کے پاکیزہ اور بلند خیالات کو پس پشت ڈال کر تعلیمات اسلامی کو کند چھری سے ذبح کر رہے تھے انہیں ملحدانہ تصورات کا اثر حضرت امیر المومنینؑ علی ابن ابی طالب علیہ السلام پر سب وشتم کا جاری رکھنا تھا جس طرح خود ولید اس کا مرتکب تھا اسی طرح اس کے عمال بھی اس پر عامل تھے۔ حضرت کے سب وشتم کے سلسلے میں اس بے دین کا حال یہ تھا کہ حضرتؑ کا ذکر بھی نہیں سن سکتا تھا چنانچہ علامہ ابن ابی الحدید شرح نہج البلاغہ میں تحریر کرتے ہیں کہ اہل سیرت نے ذکر کیا ہے کہ ولید بن عبد الملک نے اپنے زمانۂ خلافت میں ایک دن حضرت علیؑ کا تذکرہ کیا اور کہا لعنة الله بالجر کان لص بن لص (معاذ اللہ) خدا ان پر لعنت کرے وہ چور اور چور کے بیٹے تھے' یہ سن کر لوگوں نے اس کی ایسی نحوی غلطی پر تعجب کیا جس میں کوئی بھی غلطی نہیں کرتا ہے اور اس پر بھی حیرت کی کہ اس نے حضرت علی علیہ السلام کی طرف چوری کی نسبت دی ہے یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ ان دونوں چیزوں میں سے کون سا امر

زیادہ تعجب خیز ہے اکثر نحوی غلطیاں کیا کرتا تھا۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ا ص ۳۵۶)

دوسرے الفاظ میں اسے یوں سمجھئے کہ نحوی قاعدے سے اسے لعنہ اللہ کہنا چاہئے تھا لیکن اس نے بلا کسی ضابطۂ نحوی کے زیر دے دیا جو کسی اعتبار سے درست نہیں ہے۔

نشۂ حکومت و دولت نے قرآن مجید کو بھی اس کے اعتراضات کی زد سے محفوظ نہیں رکھا۔

چنانچہ علامہ دینوری حیاۃ الحیوان میں اور علامہ سیوطی تاریخ الخلفاء میں کہتے ہیں:

وعن الولید قال لولا ان اللہ عز وجل ذکر اللواط فی کتابہ ما ظننت ان احد یفعلہ۔

(کہتے ہیں) کہ ولید نے کہا اگر خدا نے لواطے کا ذکر قرآن مجید میں نہ کیا ہوتا تو مجھے گمان نہیں ہے کہ کوئی شخص اس فعل قبیح کا مرتکب ہوتا۔ (تاریخ الخلفاء ص ۱۵۶ وحیاۃ الحیوان ج ا ص ۵۶)

علامہ محمد جواد مغنیہ "الشیعہ والحاکمون" میں عمال ولید میں سے خالد بن عبداللہ قسری کے تذکرہ میں تحریر کرتے ہیں کہ:

ابن اثیر نے ۸۹ھ کے واقعات میں تحریر کیا ہے کہ ولید نے اسی سال خالد بن عبداللہ قسری کو مکہ کا حاکم معین کیا جب وہ مکہ آیا تو اس نے خطبہ میں کہا اے گروہ مردم تمہارے اہل کے لئے خلیفہ و نبی میں کون

زیادہ عظیم ہے؟ ولید جو خلیفہ ہے یا ابراہیم جو نبی تھے؟ اے کاش تم لوگ خلیفہ کے فضل وشرف کو جانتے ہوتے۔ ابراہیمؑ جو نبی تھے انہوں نے بھی لوگوں کو سیراب کیا لیکن کھاری پانی پلایا اور خلیفہ نے سیراب کیا لیکن اس نے میٹھا پانی پلایا کھاری پانی سے زمزم کے پانی کو مراد لیا تھا اور شیریں پانی سے اس کنویں کے پانی کو مراد لیا تھا جس کو ولید نے تیار کرایا تھا۔

خالد اس کنویں کے پانی کو بھروا کر لاتا تھا اور زمزم کے پہلو میں جو حوض بنوایا تھا اس کو بھر دیتا تا کہ لوگوں کو زمزم کے مقابلہ میں اس کنویں کے پانی کا فضل معلوم ہو جاوے لیکن چند دن بعد ولید کا کنواں خشک ہو گیا۔ ابوالفرج اصفہانی نے اغانی ج ۱۹ ص ۵۹ پر تحریر کیا ہے کہ خالد نے چاہ زمزم کا نام ام حبلان رکھا تھا ایک دن منبر پر خطبہ پڑھنے کے لئے بیٹھا اور کہا کہ آخر کب تک ہمارا باطل تمہارے حق پر غالب رہے گا' کیا ایسا وقت نہیں آیا ہے کہ تم لوگوں پر تمہارا رب غضب ناک ہوا ہو۔ اگر امیر المومنین (ولید) حکم دیں تو میں خانہ کعبہ کے ایک ایک پتھر کو توڑ ڈالوں اور اسے شام منتقل کر دوں خدا کی قسم امیر المومنین (ولید) اللہ کے نزدیک اللہ کے انبیاء سے زیادہ مکرم و محترم ہیں (معاذ اللہ)۔ یہ حالات ہیں خلیفۃ المسلمین و امیر المومنین اور ان کے عمال کے جن کو برادران اہلسنت خلیفہ رسولؐ مانتے ہیں انصاف سے بتائیے کہ

چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

جب ایک شراب خوار جبار وعنید و فاسق و فاجر انبیاء سے افضل و بہتر

قرار دیا جائے تو پھر دین و مذہب و شریعت و زہد و ورع و تقویٰ کا خدا ہی حافظ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ولید ابن عبدالملک کی حکومت کا یہ تاریک و سیاہ دور ۹ سال ۸ ماہ تک باقی رہا اس عرصہ میں کس قدر شیعہ موت کے گھاٹ اتارے گئے تاریخ خاموش ہے۔ جن چند شیعوں کے حالاتِ شہادت کا ہم کو علم ہو سکا ہم ان کے حالات کو قلم بند کرتے ہیں۔

جناب سُلیم بن قیس ہلالی متوفی ۹۰ھ

جناب سلیم کی کنیت ابو صادق تھی جناب شیخ الطائفہ علامہ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن بن علی طوسی علیہ الرحمہ متوفی ۴۶۰ھ نے اپنے رجال میں ذکر کیا ہے ان کا شمار پانچ ائمہ کے اصحاب میں تھا جناب امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ و جناب امام حسنؑ و جناب امام حسینؑ و جناب امام زین العابدینؑ و جناب امام محمد باقر علیہ السلام۔ یہ ایک مشہور کتاب کے مصنف بھی ہیں (تنقیح المقال ج ۲ ص ۵۲)

موصوف نے اپنی کتاب جناب ابن ابی عیاش کے سپرد کی تو ارشاد فرمایا کہ اے ابان میں تمہاری پناہ میں رہا تم میں میں نے وہی دیکھا جس کو میں پسند کرتا ہوں میرے پاس کچھ کتابیں جن کو میں نے موثق افراد سے سنا ہے اور اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اس میں اہل حق و صدق و فقہ کی کچھ حدیثیں ہیں جن کو علی ابن ابی طالبؑ و سلمان فارسی و ابوذر و مقداد

سے سنا ہے میں نے جب کوئی حدیث کسی سے سنی تھی تو دوسرے سے اس کی تصدیق کرالی تھی اس لئے اہل حق کی بہت سی چیزیں میرے پاس جمع ہو گئی ہیں اس کے بعد اور بہت سی چیزیں میں نے دوسرے اہل حق سے سنی ہیں' جب میں بیمار ہوا تو ارادہ کیا کہ اسے جلاڈالوں لیکن میں نے اسے گناہ خیال کیا اور اس ارادہ سے باز رہا اگر تم مجھ سے یہ عہد کرو کہ جب تک میں زندہ ہوں اسے کسی سے بیان نہ کروگے اور میرے مرنے کے بعد بھی صرف ان شیعیان علیؑ سے بیان کروگے جن پر وثوق و بھروسہ رکھوگے اور وہ دیندار و صاحب حسب بھی ہوں گے تو میں تمہارے سپرد کردوں میں نے ان سے اس کی ضمانت کی اور انہوں نے اپنی کل کتابیں میرے سپرد کردیں اور انتقال کر گئے۔ (تنقیح المقال ج ۲ ص ۵۳)

ان کے انتقال کا سبب یہ ہوا کہ جب حجاج عراق کا حاکم ہوا تو اس نے سلیم کی تلاش شروع کی یہ وہاں سے بھاگ کر نوبندجان آگئے (تنقیح المقال ج ۲ ص ۵۳) اور اسی حالت میں انتقال کیا جناب سُلیم بڑے محتاط و عابد و زاہد متقی تھے موثق و معتبر و قابل اعتماد انسان تھے۔

جناب سعید بن مسیّب متوفی ۹۴ھ

جناب سعید بن مسیّب تابعین کی مشہور ترین فرد تھے۔ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے پروردہ تھے۔ علم و زہد

ورع و تقویٰ میں مشہور تھے امام علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ علیہ السلام سے خاص تقرب و خصوصیت رکھتے تھے۔ موصوف کے لئے علامہ ابو عمرو محمد بن عبدالعزیز کشی متوفی ــــــــ کتاب معرفۃ الرجال میں فرماتے ہیں کہ:

جناب فضل بن شاذان نے کہا کہ امام زین العابدینؑ علیؑ بن الحسینؑ علیہ السلام کے ابتدائی زمانہ میں صرف پانچ آدمی آپؑ کے وفادار و معین تھے۔

۱۔ یحیٰ بن ام طویل ابو خالد کابلی اور ان کا نام وردان اور لقب کنکر تھا۔ سعید بن مسیّب ان کو امیر المومنینؑ نے پرورش کیا تھا۔ ان کے دادا حر بن حرہ نے ان کے بارے میں امیر المومنین علیہ السلام سے وصیت کی تھی۔

محمد بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے علی بن الحسین بن فضال نے بیان کیا کہ مجھ سے محمد بن ولید بن خالد کوفی نے روایت کی ہے کہ مجھ سے عباس بن ہلال نے نقل کیا کہ امامؑ علی الرضا نے تذکرہ فرمایا کہ طارق غلام بنوامیہ عامل مدینہ ہو کر آیا اور ذوالمروہ میں آکر قیام کیا تو اس سے بعض بنوامیہ کے افراد نے ملاقات کی اور سعید بن مسیّب کے بارے میں وصیت و گفتگو کی مدح و ثناء کی تو اس نے کہا کہ مجھے تو ان کے قتل کا حکم دیا گیا ہے اس نے اس کی خبر سعید بن میتب سے بیان کی اور کہا کہ آپ روپوش ہو جایئے یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ اپنی نشست گاہ سے ہٹ جایئے اس لئے کہ طارق راستے میں ہے جناب سعید نے اس

سے انکار کیا اور بارگاہ رب العزت میں عرض کی پالنے والے طارق تیرے بندوں میں سے ایک بندہ ہے اس کی پیشانی تیرے دست قدرت میں ہے اس کا دل تیری قدرت کی انگلیوں میں ہے اس کے بارے میں تو جو چاہے کرے میری یاد اور میرا نام اس سے بھلادے جب طارق معزول ہو کر مدینہ سے چلا تو بنی امیہ کا وہی شخص جس نے مقام مروہ میں سعید کے بارے میں گفتگو کی تھی اس مقام پر آیا اور کہا کہ میں نے تم سے سعید بن مسیّب کے بارے میں گفتگو اور سفارش کی تھی اور تو نے میری سفارش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا لیکن ان کے بارے میں دوسرے کی سفارش قبول کر لی اور انہیں قتل نہیں کیا۔ طارق نے کہا کہ خدا کی قسم تم سے جدائی کے بعد سے آج تک مجھے وہ یاد ہی نہیں آئے۔

(معرفۃ اخبار الرجال ص ۷۸)

علامہ غیاث الدین ابن ہمام الدین معروف بخواند میر حبیب السیر میں فرماتے ہیں کہ اسی سال ۹۴ھ میں سعید بن مسیّب جو مدینہ کے فقہاء شیعہ میں داخل تھے وفات پائی ۱۰ھ میں ان کی ولادت ہوئی تھی جب سن رشد کو پہونچے تو تحصیل علوم میں مشغول ہوگئے تھوڑی ہی زمانہ میں اپنے امثال سے کمالات علمیہ میں سبقت لے گئے تاریخ یافعی میں مذکور ہے کہ سعید نے عمر فاروق و ذوالنورین و حضرت علیؑ مرتضیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام و صہیب کی صحبت سے استفادہ کیا تھا۔ امہات المومنین میں سے جناب ام سلمہ و عائشہ صدیقہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے علم و فضل میں ان کا

حال یہ تھا کہ امام زین العابدینؑ ان کے بارے میں فرماتے تھے کہ سعید بن مسیّب گزشتہ اخبار و احادیث میں اعلم و افضل افراد میں داخل تھے۔ زہد و ورع و تقویٰ سعید اس حد تک تھا کہ اپنی زندگی میں چالیس حج کیے تھے پچاس سال تک نماز جماعت میں صف اول میں کھڑے ہوتے تھے اور کبھی تکبیرۃ الاحرام ان سے ترک نہیں ہوئی تھی۔ تیس سال تک اذان سے پہلے مسجد میں آجاتے تھے۔ کتب معتبرہ میں تحریر ہے کہ ان سے عبدالملک بن مروان نے اپنے زمانہ حکومت میں خواہش کی کہ اپنی لڑکی کو مجھ سے بیاہ دیجیے انہوں نے اس سے انکار کردیا۔ ایک دن جب وہ شراب کے نشہ میں چور تھا حکم دیا کہ ان کو سو تازیانے مارے جائیں۔ سو تازیانے مارے گئے لیکن اس سے اپنی لڑکی کے بیاہ پر راضی نہیں ہوئے آخر میں اس لڑکی کو جو حسن و جمال میں ممتاز تھی کثیر ابن مطلب بن ابی ذرائمہ کو بیاہ دیا جو ایک بہت غریب طالب علم تھے بغیر لوگوں کو اطلاع دیے ہوئے لڑکی کو شوہر کے گھر پہونچادیا۔

کتاب سیر السلف میں مذکور ہے کہ جب حاکم مدینہ ہشام بن اسمٰعیل ولید و سلیمان پسران عبدالملک کی ولی عہدی کی بیعت لی تو جناب سعید نے ان کی بیعت و متابعت سے انکار کردیا' ہشام نے اس کی اطلاع عبدالملک کو دی تو اس نے جواب میں تحریر کیا کہ سعید کو پیٹا جائے جناب سعید کو تیس تازیانے مارے گئے بازار لائے گئے زانوں تک کا لباس پہنایا گیا اور قید میں ڈال دیا گیا۔ (حبیب السیر ص ۶۰۰)

چونکہ جناب سعید بن میبّب نے نماز جنازہ امام زین العابدین علیہ السلام میں شرکت نہیں کی تھی تاکہ جب مسجد بالکل خالی ہو جائے تو دو رکعتیں نماز پڑھ لیں لیکن سعید ہی کہتے ہیں کہ جب نماز جنازۂ سید ساجدین شروع ہوئی تو زمین و آسمان سے نماز جنازہ ختم ہونے تک تکبیر کی صدائیں آتی رہیں ان تکبیروں کو سن کر وہ غش کھا کر گر پڑے اور دونوں شرف سے محروم رہے اس لئے نماز جنازہ میں عدم شرکت کے سبب سے برابر روتے رہے۔

اس لئے بعض علماء نے ان کی وثاقت و عدالت میں کلام کیا ہے۔ لیکن جناب علامہ زین الدین شہید ثانی اور علامہ شیخ عبداللہ مامقانی نے اس کا تفصیلی جواب دیا ہے علامہ مامقانی تنقیح المقال میں مخالف و موافق اقوال کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فتلخص مما ذکرنا کله ان سعید بن المسیب امامی بشهادة الرضا بذٰلك ثقة بشهادة الصادق بانه من ثقاة جده والکاظم بعده ایاه من حواریه وهو تقی مسموع الدعاء۔

جو کچھ ہم نے ذکر کیا اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ سعید بن میبّب شیعہ امامی تھے اس لئے امام رضا علیہ السلام نے اس کی گواہی دی ہے موثق و معتبر تھے جس کی گواہی امام جعفر صادقؑ نے دی ہے اس لئے کہ فرمایا کہ وہ میرے جد کے موثق افراد میں تھے۔ امام موسیٰ

کاظم نے سعید کو زین العابدینؑ کے حواریین میں شمار کیا ہے سعید متقی مستجاب الدعوات تھے۔

سعید بن میسّب کا ۹۴ھ میں انتقال محقق ہے اور تحقیق یہ ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام ۹۵ھ میں شہادت پائی ہے یہ تحقیق بتاتی ہے کہ وہ حضرتؑ کی شہادت سے پہلے مر چکے تھے اور سعید بن میسّب کو بالکل پاک دامن بنادیتی ہے۔

سعید ابن جبیر متوفی ۹۴ھ

جناب سعید بڑے عابد و زاہد و متقی و پرہیز گار تھے شہرۂ آفاق تابعین میں ان کا شمار تھا حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے محبّ اور فدائی تھے۔ امام زین العابدینؑ کے مطیع و فرمانبردار تھے۔

علامہ ابو عمرو محمد ابن عمر ابن عبدالعزیز کشی کتاب معرفت واخبار رجال میں فرماتے ہیں کہ ہشام ابن سالم امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتے ہیں کہ سعید ابن جبیر امامت علی ابن الحسین علیہ السلام کے قائل تھے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے ان کی مدح وثناء کی تھی اور ان کے قتل کا سبب حجاج کے ہاتھوں صرف یہ تھا کہ وہ سچے اور صحیح عقیدہ رکھنے والے شیعہ تھے' ہشام کہتے ہیں کہ حضرت نے فرمایا جب وہ حجاج ابن یوسف کے سامنے آئے تو اس نے کہا

حجاج: تم شقی ابن کسیر ہو۔

سعید ابن جبیر: میری ماں میرے نام کی زیادہ عارف تھی اس نے تو میرا نام سعید ابن جبیر رکھا ہے۔

حجاج: تم ابو بکر و عمر کے بارے میں کیا کہتے ہو آیا وہ دونوں جنت میں ہیں یا جہنم میں؟

سعید: اگر میں جنت میں داخل ہوتا اور اہل جنت کو دیکھتا تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ اس میں کون ہے۔ اسی طرح اگر میں جہنم میں داخل ہوتا اور اہل جہنم کو دیکھتا تو مجھے علم ہو جاتا کہ اس میں کون ہے۔

حجاج: تم خلفاء کے لئے کیا کہتے ہو؟

سعید: میں ان کا وکیل نہیں ہوں۔

حجاج: ان خلفاء میں تم سب سے زیادہ کسے دوست رکھتے ہو؟

سعید: میں اس کو سب سے زیادہ دوست رکھتا ہوں جو میرے خالق کو خوشنود رکھتا ہو۔

حجاج: خلفاء میں اللہ کو سب سے زیادہ خوشنود کون رکھتا ہے؟

سعید: اس کا علم تو اسے ہے جو ان کے رازہائے سربستہ اور دل کی حالت کو جانتا ہے۔

حجاج: تم نے یہ طے کر لیا ہے کہ میری تصدیق نہ کرو گے؟

سعید: ہاں میں آپ کو جھٹلانا نہیں چاہتا۔

(معرفۃ اخبار الرجال ص ۷۹)

علامہ مسعودی نے مروج الذہب میں تحریر کیا ہے کہ جب حجاج

سعید بن جبیر کو گرفتار کر چکا اور وہ اس کے پاس آئے تو اس نے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ انہوں نے کہا میرا نام سعید ابن جبیر ہے۔ حجاج نے کہا کہ نہیں بلکہ تمہارا نام شقی بن قصیر ہے۔ سعید نے کہا کہ میرا باپ میرے نام کو بہتر جانتا تھا۔ حجاج نے کہا کہ تم نے بھی شقاوت اختیار کی ہے اور تمہارے باپ نے بھی۔ سعید نے جواب دیا کہ غیب کو تو صرف خدا جانتا ہے۔ حجاج نے کہا کہ میں دنیا کے عوض میں تم کو آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے دے دوں گا۔ سعید نے کہا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ یہ تیرے ہاتھ میں ہے تو میں صرف تجھ کو ہی اپنا خدا مانتا۔ حجاج نے کہا تم خلفاء کے لئے کیا کہتے ہو' سعید نے جواب دیا کہ تو ان کا وکیل نہیں ہے۔ حجاج نے کہا کہ اچھا تم خود پسند کرو کہ میں تم کو کس طرح قتل کروں۔ جناب سعید نے کہا کہ اے شقی تو اپنے لئے خود اختیار کر کہ میں تجھ کو کس طرح قتل کروں' خدا کی قسم آج تو جس طرح مجھ کو قتل کرے گا کل آخرت میں میں تجھ کو اسی طرح قتل کروں گا۔ حجاج نے کہا کہ انہیں قتل کے لئے نکالا جائے چنانچہ سپاہی لے کر چلے تو سعید ہنسے۔ حجاج نے کہا کہ انہیں واپس لاؤ اور ہنسنے کا سبب پوچھا۔ جناب سعید نے کہا کہ میں اس پر تعجب کر رہا ہوں کہ تو اللہ پر کتنی جرأت رکھتا ہے اور خدا تیری ان جرأتوں پر کس قدر حلیم ہے۔ یہ سن کر حجاج نے کہا کہ ان کو ذبح کر دیا جائے جب ان کو ذبح کے لئے منہ کے بھل لٹایا گیا تو انہوں نے کہا اشہد ان لا الٰہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ۔ اور یہ کہ حجاج اللہ پر ایمان نہیں

رکھا ہے اس کے بعد فرمایا کہ پالنے والے حجاج کو میرے بعد کسی اور کے قتل پر مسلط نہ کرنا۔ یہ کہتے کہتے ذبح ہو گئے اور ان کا سر کاٹ لیا گیا۔

شہادت جناب سعید کے بعد حجاج صرف پندرہ دن زندہ رہا اس کے پیٹ میں آگ کے مانند سوزش پیدا ہوئی جس کے سبب سے وہ مر گیا۔ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ وہ سعید کے قتل کے بعد کہتا تھا کہ میرا سعید سے کیا تعلق تھا جب میں سونے کا ارادہ کرتا ہوں تو سعید آتے ہیں اور میرا گریبان پکڑ کر گھسیٹتے ہیں۔ (مروج الذہب ج ۲ ص ۱۱۲)

علامہ غیاث الدین ہمام الدین معروف بخواند میر حبیب السیر میں لکھتے ہیں ۹۴ھ میں سعید بن جبیر جو صفت علم و فضل و زہد و ورع و تقویٰ میں ممتاز تھے صاحب کرامت و بزرگ تھے حجاج کے حکم سے جام شہادت پی کر راہی جنت ہو گئے۔ سعید نے عبداللہ بن عباس سے علم و علم تفسیر کی تحصیل کی تھی ان سے تمام علوم خصوصاً علم قرأت کو حاصل کیا تھا.... روضۃ الصفا میں مذکور ہے کہ جب حجاج نے عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کو حاکم سیستان و کابل بنا کر بھیجا تھا تو اس نے ان کو بھی اس کے ساتھ روانہ کیا تھا اول الذکر نے حجاج کی مخالفت شروع کی تو سعید اس کے ساتھ تھے اور اس سے جدائی نہیں اختیار کی جب وہ شکست کھا کر کابل سے بھاگ گیا تو سعید اصفہان آ کر روپوش ہو گئے۔ ان کے اصفہان میں موجودگی کی خبر حجاج کو ہوئی اس نے حاکم اصفہان کو لکھا کہ سعید کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دے۔ حاکم

اصفہان چونکہ ان سے ارادت و عقیدت رکھتا تھا ان سے درخواست کی کہ آپ یہاں سے کہیں چلے جائیں۔ آپ کو حجاج ڈھونڈھ رہا ہے یہ وہاں سے آذربائیجان چلے گئے عرصہ تک روپوش رہے لیکن عرصہ تک مخفی رہنے سے پریشان ہوگئے اور مکہ میں آکر قیام کیا جب خالد بن عبداللہ حاکم مکہ ہوکر آیا اور شریر بھی تھا بعض لوگوں نے مشورہ دیا کہ آپ کو یہاں سے کہیں اور چلے جائیں سعید نے جواب دیا میں اتنا بھاگتا اور چھپتا رہا کہ اب خدا سے شرم معلوم ہوتی ہے کہ فرار کروں اب جو کچھ مقدر ہے ہوگا میں مکہ چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ اسی اثناء میں حجاج کو معلوم ہوا کہ سعید بن جبیر و عطارد بن مجاہد و طلق بن دینار حرم میں پناہ گزین ہیں حجاج نے ولید کو تحریر کیا کہ میرے کچھ مخالفین جو عبدالرحمٰن کے معین تھے حرم میں پناہ گزیں ہیں اگر آپ حکم دیں تو ان کو سزا دوں ولید نے خالد کو لکھا کہ ان لوگوں کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس روانہ کردے چنانچہ اس نے ان کو گرفتار کر کے حجاج کے پاس بھیج دیا۔ (حبیب السیر ج ۴ ص ۶۰۰) اس کے بعد وہ مکالمہ درج ہے جسے ہم اس سے قبل لکھ چکے ہیں۔

علامہ شیخ عبداللہ مامقانی تنقیح المقال میں فرماتے ہیں کہ زمانۂ امامت زین العابدین علیہ السلام کے ابتدائی دور میں صرف پانچ آدمی صحیح العقیدہ تھے۔ سعید بن جبیر، سعید بن مسیّب، محمد بن جبیر بن مطعم، یحیٰی بن ام الطّویل اور ابو خالد کابلی سعید جناب امام زین العابدینؑ کی امامت

کے قائل تھے، امیر المومنین علیہ السلام نے ان کی مدح وثناء کی تھی۔

حجاج ابن یوسف ان کو شہید کرنے کے بعد دیوانہ ہو گیا تھا اس کے پیٹ میں کیڑے پڑ گئے تھے چند دنوں کے بعد اسی تکلیف میں ہلاک ہو گیا۔ اور اپنے مظالم کا مزہ چکھنے جہنم پہونچ گیا۔

شہادت حضرت امام زین العابدین علی بن الحسین علیہما السلام

حضرت سید الساجدین امام زین العابدینؑ کی ولادت ۳۸ھ میں ہوئی دو سال اپنے دادا حضرت امیرؑ کے ساتھ دس برس امام حسن علیہ السلام اور دس برس امام حسین علیہ السلام کے ساتھ زندگی بسر کی عاشور محرم ۶۱ھ سے آپؑ کا دور امامت شروع ہوا اور زمانہ حکومت ولید میں ۲۵/ محرم ۹۵ھ کو شہادت واقع ہوئی۔

واقعہ کربلا میں حضرت بیمار تھے اور موجود تھے اسیری کے شدائد برداشت کئے جب رہا ہو کر مدینہ آئے تو صرف عبادت اور اپنے والد ماجد پر گریہ کرتے رہتے تھے۔

علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب مناقب آل ابی طالب میں فرماتے ہیں کہ حلیۃ الاولیاء ووسیلۃ الملا وفضائل ابی سعادات میں ابن شہاب زہری سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے آپؑ کو گرفتار کر کے طوق ہتکڑی بیڑی سے جکڑ کر شام طلب کیا حضرتؑ کو بہت سے سپاہی گھیرے ہوئے تھے میں نے زیارت کے لئے ان سے اجازت

لی اور حاضر خدمت ہوا تو دیکھا پیروں میں بیڑیاں ہیں ہاتھ زنجیروں سے جکڑے ہیں یہ حالت دیکھ کر میں رونے لگا اور عرض کیا کہ میں یہ دوست رکھتا ہوں کہ آپؑ کی جگہ میں اسیر ہوتا اور آپؑ محفوظ رہتے حضرتؑ نے فرمایا اے زہری تو ہتکڑیاں بیڑیاں اور گلے میں طوق دیکھ کر رو رہا ہے کہ یہ مجھے اذیت پہونچاتے ہیں اگر میں چاہتا تو یہ کچھ بھی نہ ہوتا۔ جب ایسا واقعہ تم کو یا تمہارے مانند افراد کو پیش آئے تو اللہ کے عذاب کو یاد کرو اس کے بعد آپ نے ہتکڑیاں بیڑیاں اور طوق اتار دیئے اور ارشاد فرمایا کہ میں ان کے ساتھ مدینہ سے صرف دو منزلوں تک جاؤں گا۔

اس واقعہ کو صرف چار شبیں گزری تھیں کہ سپاہی ڈھونڈتے ہوئے آئے اور نہیں پایا جن لوگوں سے ان سپاہیوں نے حضرتؑ کو دریافت کیا تھا میں بھی تھا مجھ سے بعض سپاہیوں نے بیان کیا کہ وہ تمہارے ساتھ مقیم تھے ہم لوگ حضرتؑ کے گرد رہتے تھے سوتے نہیں تھے حفاظت و نگرانی رکھتے تھے۔ ایک دن جب ہم نے صبح کی تو آپؑ کو محمل میں نہیں پایا اس میں تو صرف لوہے کی ہتکڑیاں بیڑیاں اور طوق موجود تھے۔

اس واقعہ کے چند دن بعد میں عبد الملک سے ملنے شام آیا تو اس نے مجھ سے حضرت کا حال دریافت کیا تو ہم نے اسیری اور راستہ سے غائب ہو جانے کے سارے حالات دریافت کیے۔ میں نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ عبد الملک نے کہا کہ وہ جس دن محمل سے غائب ہوئے تھے میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے دریافت کیا کہ مجھ سے تجھے کیا واسطہ ہے میں نے کہا

آپؑ میرے پاس قیام کریں حضرتؑ نے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں اور واپس چلے گئے میرا دل ان کے رعب ودبدبہ سے پُر ہو گیا۔ میں نے عبدالملک سے کہا کہ وہ صرف اپنے نفس کی طرف متوجہ ہیں۔ عبدالملک نے کہا یہ بہترین شغل ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب ج ۲ ص ۱۰۸)

حضرت کو ولید بن عبدالملک نے زہر دے کر شہید کیا ۲۵ر محرم ۹۵ھ کو آپؑ کی شہادت واقع ہوئی۔

مظالم دور حکومت سلیمان بن عبدالملک متوفی ۹۹ھ

بنوامیہ کی ایک فرد سلیمان بھی تھا ظلم وجور کے خوگر بنوامیہ تھے ہی وہ خوبو اس میں بھی تھی چونکہ دور حکومت صرف دو سال آٹھ ماہ تھا اس لئے ظلم وجور میں ان کے مرتبہ تک نہیں پہونچا تھا لیکن یہ بھی حق اہلبیتؑ کا غاصب تھا سنت معاویہ یعنی حضرت امیرؑ پر سب وشتم کا سلسلہ اس کے دور حکومت میں جاری تھا اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی۔

ہاں یہ ضرور ہوا بعض مؤرخین (حیوۃ الحیوان دمیری ج ۱ ص ۵۷) تین لاکھ مرد اور عورتیں جو حجاج کے دور حکومت سے اسیر ومقید تھے ان کو رہا کر دیا۔

سلیمان کھانا بہت کھاتا تھا حد یہ ہے کہ اس کے سرہانے کاسوں میں بھر کر حلوا رکھ دیا جاتا تھا جب بیدار ہوتا تھا اسے کھا جاتا صبح کو وہ کاسے خالی ملتے تھے اس کی غذا سور طل شامی تھی۔ اس نے جناب عبداللہ بن

محمد بن علی کو زہر سے شہید کیا۔

عبداللہ ابن محمد ابن علی ابن ابی طالبؑ

ابو الفرج علی بن حسین اموی اصفہانی متوفی ۳۶۵ھ مقاتل الطالبین میں تحریر کرتے ہیں کہ:

عبداللہ بن محمد ابن علی ابن ابی طالب کی کنیت ابوہاشم تھی ان کی والدہ ام ولد تھیں جن کو نائلہ کہا جاتا تھا۔ یہ بڑے لسان و مناظر و عالم تھے خراسان کے شیعوں کا گمان تھا کہ یہی اپنے والد محمد حنفیہ کے وصی تھے اور یہی امام تھے انہیں نے محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کو وصی بنایا تھا۔ اور محمد نے ابراہیم امام کو اپنا وصی کیا۔ یہاں سے وصایت (خلافت) بنو عباس میں آئی ہے۔

یہ مؤرخین اہلسنت کا قول ہے انہوں نے اسے خلافت بنو عباس کو درست کرنے کے لئے اور امام جعفر صادق علیہ السلام کے مقابلہ و معارضہ کے لئے ایجاد کیا تھا۔ بات یہ تھی کہ بنوامیہ جس طرح سادات اور ان کے شیعوں کے دشمن تھے اسی طرح بنو عباس کے بھی دشمن تھے چونکہ بنو عباس رضائے آل محمدؐ کا نعرہ لگا کر حکومت حاصل کی ان کی یہ خلافت نہ اجماع کی رہین منت تھی نہ وصیت کی نہ شوریٰ کی اس لئے وہ اپنی خلافت کا رشتہ بنوامیہ کے توسط سے خلفاء سے جوڑنا نہیں چاہتے تھے' اس کے ماسوا مخالفین خلفاء کی ہمدردیاں بھی حاصل کرنا چاہتے تھے اس

لئے جناب عبداللہ کو فرضی وصی جناب محمد حنفیہ قرار دے کر سلسلۂ امامت کو حضرت علی علیہ السلام سے جوڑ لیا تاکہ رضائے آل محمدؐ کے مبہم لفظ سے شیعہ دل وجان سے ان کے ساتھ ہو جائیں چنانچہ یہی ہوا تمام شیعہ ان کے ساتھ ہو گئے۔

شیعوں اور انتقام خون امام حسینؑ کو ذریعہ قرار دے کر جب بنو عباس نے خلافت پر قبضہ کر کے جناب سدیر کی فریاد و نوحہ خوانی کے سبب سے ان کو قتل کر کے اپنی حکومت کو مضبوط کر لیا تو اب جس سلسلہ سے رشتہ وصایت کو حضرت علی علیہ السلام سے جوڑا تھا اسی کے دشمن ہو گئے اسی کے نونہالوں اور سادات و شیعوں پر اس سے زیادہ مظالم کئے جو مظالم بنو امیہ نے کئے تھے۔ انشاءاللہ اس کا تفصیلی بیان مصائب الشیعہ کے حصہ پنجم میں ہوگا جو اس کتاب کے بعد زیورِ طبع سے آراستہ ہو گی خلاصہ یہ ہے جہاں تک ہماری نظر پہونچی ہے شیعہ روایات و کتب بنو عباس کے اس دعوے سے خالی ہیں ابو الفرج اصفہانی نے اس کے بعد تحریر کیا ہے کہ سلیمان بن عبد الملک نے پوشیدہ طور سے جناب عبداللہ کو زہر دے دیا اور وہ شام کے مقام حمیہ میں انتقال کر گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

جناب ابو ہاشم عبداللہ بن محمد اپنی کچھ ضروریات کے لئے سلیمان بن عبد الملک کے پاس آئے اس کے بعد اپنے قیام گاہ اور سامان کے پاس آئے تاکہ مدینہ واپس چلے جائیں سلیمان ان کو رخصت کرنے کے لئے اس جگہ پر آیا اور اصرار کیا کہ شدید گرمی و دوپہر کے وقت اس کے

ساتھ کھانا کھالیں تو واپس جائیں۔ عبداللہ نے سلیمان کے ساتھ کھانا کھایا اور دوپہر کی شدت میں اس کے پاس سے اپنے اسباب سفر کے پاس آئے چلنے میں پیاسے ہوئے تو سلیمان نے چھپا کر شربت میں زہر ملا کر بھیج دیا جیسے ہی اسے پیا کمزوری پیدا ہوئی اور گر گئے۔ اور ایک قاصد محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن حارث بن نوفل کے پاس بھیجا اور اپنی حالت کھلا بھیجی یہ دونوں بزرگوار ان کے پاس آئے اور ان کے امور کو انجام دیا یہاں تک انہوں نے انتقال کیا وہیں خمیہ میں دفن ہوئے۔ (مقاتل الطالبین ص ۸۵)

علامہ شیخ عبداللہ مامقانی نے تنقیح المقال میں کہا ہے کہ جناب عبداللہ کا لقب اکبر تھا اور مناقب ابن شہر آشوب میں تحریر کیا ہے کہ ابو ہاشم موثق و جلیل القدر علمائے تابعین میں داخل تھے ان سے زہری اور عمرو بن دینار اور دیگر افراد نے ان سے روایتیں اخذ کی ہیں ان کی موت ۹۸ھ یا ۹۹ھ میں ہوئی۔

مظالم دورِ حکومت ہشام بن عبدالملک

ہشام بن عبدالملک ظالم شاہان بنوامیہ میں داخل تھا بنوہاشم کا جانی دشمن تھا، افراد بنوہاشم کی توہین و تذلیل میں کوشاں رہتا تھا ۱۰۵ھ میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور ۱۲۵ھ میں انتقال کیا اسی نے جناب امام محمد باقر علیہ السلام اور ابوالحسن زید بن علی کو شہید کیا خود ہشام بھنگا تھا اس کی ماں حد

درجہ احمق تھی جس کے سبب سے عبدالملک نے اسے طلاق دے دی تھی ہشام اپنی ماں کے یہاں پیدا ہوا تھا یہ عبدالملک کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔

محمد جواد مغنیہ "الشیعۃ والحاکمون" میں ہشام کے حالات تحریر کرتے ہیں کہ:

لم يقم هشام باية خطوة بتصحيح الاوضاع واصلاح الفاسد بل غذى اخطا الامويين واضاف ظلما الى ظلمهم وطغيانا الى طغيانهم فكتب الى عماله بالتشديد والتضييق على الشيعه وحبسهم ومحوآثارهم وانفك بهم وحرماتهم من العطاء وهدم دار الكميت شاعر اهل البيتؑ وامر عامله بالكوفة يوسف بن عمر الثقفى ان يقطع لسانه لانه مدح آل الرسولؐ وكتب الى عامله بالمدينة الرسولؐ خالدبن عبدالملك ان يحبس بنوهاشم ويمنعهم من الخروج منها ونفذ خالد امر هشام واشتد على الهاشمين۔

ہشام نے سابق کے طریقوں کے درستی اور فاسد چیزوں کی اصلاح کے لئے ایک قدم بھی نہیں اٹھایا بلکہ وہ بھی اموی غذاؤں یعنی دشمنی اہلبیتؑ ومحبان آل اطہار کی غذا لوگوں کو دیتا رہا بلکہ ان کے ظلم کا اور سرکشی پر اور سرکشی کا اضافہ کرتا رہا اور اپنے عمال کو تحریر کیا کہ شیعوں پر سختی اور تنگی کریں قید کریں ان کے آثار و نشانات

مٹا دیں ان پر حملہ کریں عطیات سے انہیں محروم رکھیں شاعر اہلبیتؑ کمیت اسدی کے گھر کو منہدم کر دیں حاکم کوفہ یوسف بن عمر ثقفی کو تحریر کیا کہ کمیت کی زبان کاٹ دے اس لئے کہ انہوں نے اہلبیتؑ کی مدح کی ہے اپنے عامل مدینہ خالد بن عبد الملک کو لکھ بھیجا کہ بنو ہاشم کو گرفتار کر لے اور مدینہ سے باہر نہ جانے دے خالد نے ہشام کے حکم کی تعمیل کی اور بنو ہاشم پر بہت زیادہ سختی کرنے لگا

عتبہ بن سعد کوفی متوفی ۱۱۱ھ

علامہ غیاث الدین ابن ہمام الدین مذکور حبیب السیر میں تحریر کرتے ہیں کہ ۱۱۱ھ میں عتبہ ابن سعد کوفی نے انتقال کیا یہ وہ بزرگ ہیں کہ تاریخ یافعی میں مذکور ہے کہ حجاج نے ان کو چار سو تازیانے مارے تاکہ یہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو سب و شتم کریں انہوں نے تازیانوں کی اذیت برداشت کر لی لیکن اس لعین کے مدعا کے مطابق حضرت امیر المومنین علیہ السلام کو سب و شتم نہیں کیا۔

ہم کو ان کے حالات اس سے زیادہ نہیں ملے لیکن یہ واقعہ ان کے کمال الفت و محبت حضرت امیر علیہ السلام کی دلیل ہے۔

شہادت امام محمد باقر علیہ السلام متوفی ۱۱۴ھ

ائمہ اثنا عشر کی پانچویں فرد حضرت ابو جعفر امام محمد باقر علیہ السلام تھے آپ کی ولادت باسعادت یکم رجب ۵۷ھ میں ہوئی امام حسینؑ کے

ساتھ تقریباً ساڑھے تین برس امام زین العابدینؑ علی بن الحسینؑ کے ساتھ چونتیس برس دس ماہ زندگی بسر کی انیس سال آپ کا زمانہ امامت رہا ہشام کے عامل مدینہ ابراہیم بن یزید نے زہر سے حضرتؑ کو شہید کیا ۷/ذی الحجہ ۱۱۴ھ کو یہ آفتاب امامت غروب ہو گیا۔

جنت البقیع میں جہاں آپؑ کے والد ماجد جد امجد امام حسنؑ و جدۂ ماجدہ جناب فاطمہؑ زہرا کی قبر ہے مدفون ہوئے۔ ائمہ بقیع کے قبور پر قدیم زمانہ سے عالیشان قبہ بنا ہوا تھا لیکن افسوس ہے کہ ۸/شوال ۱۳۴۳ھ کو عبدالعزیز بن سعود شاہ نجد و حجاز نے اسے منہدم کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کاش ایسے اسباب پیدا ہو جائیں کہ یہ مزارات تعمیر ہو جائیں۔

حلیف القرآن ابوالحسین زید بن علی متوفی ۱۲۱ھ

جناب حلیف القرآن ابوالحسین زید بن علی بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب ۸۰ھ میں پیدا ہوئے ابوالحسین کنیت تھی کثرت تلاوت قرآن مجید کے سبب سے اہل مدینہ آپ کو حلیف القرآن کہتے تھے آپ اپنے زمانہ کے بہترین قاری قرآن بھی تھے بڑے عابد و زاہد متقی و پرہیز گار و سخی شجاع و فقیہہ بھی تھے سختی سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے۔ صفر ۱۲۱ھ میں کوفہ میں شہادت پائی وقت شہادت صرف ۴۲ برس کی عمر مبارک تھی۔

جناب شیخ الطائفہ علامہ طوسی نے ان کو کبھی تو اصحاب امام زین

العابدین میں کبھی اصحاب باقر العلوم امام محمد باقرؑ اور کبھی اصحاب صادق آل محمدؐ میں شمار کیا ہے۔

کتاب تکملۃ میں مذکور ہے کہ جناب زید کے جلالت و عظمت وثاقت و علم و فضل و کمال پر تمام علماء اسلام کا اتفاق ہے اس سلسلہ میں بہت سی روایتیں بھی نقل کی ہیں کتاب العیون میں جناب علامہ صدوق نے موصوف کے فضائل کے لئے ایک مستقل باب تحریر کیا ہے۔

جناب شہید ثانی نے قواعد میں فرمایا ہے کہ ان کا خروج امام وقت کی اجازت سے تھا۔ جناب علامہ شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ جناب ابوالحسین زید امام محمد باقرؑ کے بعد ہو بہو اپنے اور بھائیوں کے مانند تھے سب سے افضل تھے، پرہیز گار عابد و زاہد و فقیہ و شجاع و بہادر و سخی تھے تلوار لے کر خروج امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور طلب خون امام حسین علیہ السلام کے لئے تھا۔

خالد بن صفوان سے ہشیم نے دریافت کیا کہ جناب زید کیسے انسان تھے تو اس نے کہا وہ خوف خدا سے اتنا روتے تھے کہ ان کے کپڑے بھیگ جاتے تھے۔ (تنقیح المقال ج ۱)

فضل و شرف جناب زید

خانوادۂ امامت و نبوت بنو ہاشم کی ایک نمایاں فرد تھے بڑے فضل و شرف کے حامل تھے چنانچہ ابوالفرج اصفہانی مقاتل الطالبین (ص

۸۶)میں فرماتے ہیں کہ:

جناب زید بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ آپ کی کنیت ابوالحسین تھی ان کی والدہ ماجدہ ام ولد تھیں ان کو بطور ہدیہ جناب مختار ابن ابو عبید ثقفی نے اپنے زمانۂ حکومت میں بیس ہزار دینار کے ساتھ جناب سید الساجدین علیہ السلام کی خدمت میں ارسال کیا تھا اس سے حضرت کے تین فرزند زید و علی و عمر اور ایک دختر خدیجہ پیدا ہوئیں۔

موصوف ہی اس کتاب میں رقم طراز ہیں کہ:

خصیب وابشی بیان کرتا ہے کہ جب میں زید بن علیؑ کو دیکھتا تھا تو مجھے ان کے چہرے پر نور کے خطوط نظر آتے تھے۔

ابو قرہ کہتے ہیں کہ ایک شب میں جناب زید کے ساتھ پہاڑ پر گیا وہ اس وقت خالی ہاتھ تھے انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیوں ابو قرہ تم بھوکے ہو میں نے کہا جی ہاں یہ سنتے ہی انہوں نے مجھے اپنے ہاتھوں سے امرود دیا جس سے میرا ہاتھ بھر گیا میرے سمجھ میں نہ آیا کہ اس امرود کی خوشبو زیادہ اچھی تھی یا مزہ اس کے بعد فرمایا کہ ابو قرہ تم کو معلوم ہے ہم اس وقت کہاں ہیں ہم اس وقت جنت کے باغوں میں سے ایک باغ میں ہیں ہم اس وقت قبر امیر المومنینؑ کے پاس ہیں۔ اس کے بعد مجھ سے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جو جانتا ہے کہ زید بن علیؑ کے شہ رگ کے نیچے کیا ہے جب سے میں سن تمیز کو پہونچا ہوں میں نے کبھی کسی فعل حرام کا ارتکاب نہیں کیا ہے اے ابو قرہ جو اللہ کا اطاعت کرے گا اس کی اطاعت

اللہ کی مخلوقات کرے گی۔

عاصم بن عبید اللہ عمری بیان کرتا ہے کہ میں زید بن علی سے بڑا تھا میں نے ان کو جوانی کی حالت میں مدینہ میں دیکھا ہے جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا تھا تو غش کھا کر گر پڑتے تھے معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ کی روح واپس نہیں آئے گی۔

محمد بن ایوب رافعی کہتا ہے کہ مرجئیہ (اہل نسک عبادت گزار زید کے مانند کسی اور کو نہیں سمجھتے ہیں۔ (مقاتل الطالبین ص ۸۷)

ابوداؤد مدنی امام زین العابدین علیہ السلام سے وہ امام حسین علیہ السلام سے وہ حضرت علی علیہ السلام سے نقل کرتے ہیں کہ پشت کوفہ پر ایک شخص خروج کرے گا جسے زید کہا جائے گا اس کی ہیئت شاہانہ ہوگی نہ اولین اس سے سبقت لے جائیں گے نہ آخرین مگر یہ کہ اس کے عمل کے مانند عمل کرتے ہوں وہ اور اس کے اصحاب قیامت کے دن اس طرح آئیں گے کہ ان کے ہاتھ میں صحیفہ یا صحیفہ کے مانند کوئی چیز ہوگی اور لوگوں کو باندھتے ہوئے گذر جائیں گے ملائکہ ان سے کہیں گے کہ یہ حق کے داعی ہیں' جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے اے فرزند تم نے اس پر عمل کیا جس کا تمہیں حکم دیا گیا تھا اس لئے بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جاؤ۔

حسین بن زید بن علی ریطہ بنت عبداللہ بن محمد حنفیہ سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد نے بیان کیا کہ زید بن علی جناب محمد حنفیہ کی

طرف سے گزرے تو انہوں نے ان کو اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ اے فرزند برادر میں پناہ مانگتا ہوں کہ تم وہ زید ہو کہ جسے عراق میں سولی دی جائے گی اور جو شخص ان کی عورتوں کی طرف نظر کرے گا وہ جہنم کے سب سے نیچے طبقہ میں ڈال دیا جائے گا!

ابن زبیر کا غلام خالد نقل کرتا ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا آپ نے فرزند کو بلایا جس کو زید کہا جاتا تھا وہ بچہ منہ کے بل زمین پر گر پڑا اور خون نکل آیا حضرت اس کا خون پونچھتے جاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے فرزند میں پناہ مانگتا ہوں کہ تم وہ زید ہو جسے مقام کناسہ میں سولی دی جائے گی جو شخص اس کی عورتوں پر عمداً نظر کرے گا اس کا چہرہ جہنم کی آگ سے جھلس دیا جائے گا۔

یونس بن خباب ناقل ہے کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ مقام کناسہ میں آیا آپ نے جناب زید کو بلایا گلے لگایا پیٹ سے پیٹ کو مس کیا اور ارشاد فرمایا کہ میں پناہ مانگتا ہوں کہ تم وہ شخص ہو جسے مقام کناسہ میں سولی دی جائے گی۔

محمد بن فرات ناقل ہے کہ میں نے یوم سنجہ زید بن علی کو دیکھا کہ زرد رنگ کا ابر ان پر سایہ فگن ہے جدھر وہ جاتے ادھر ابر جاتا ہے۔

(مقاتل الطالبین)

یہ تو فضائل و محامد جناب زید تھے۔ ظاہر ہے جو ایسے فضائل کا مالک ہو جس کی یہ عظمت جلالت ہو وہ کیسے کوئی ایسا اقدام کر سکتا ہے جس میں

اس کی ہلاکت ہو اب ان فضائل کی روشنی میں ہم اقدام جناب زید پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔

اسباب خروج زید بن علی

جس طرح واقعہ کربلا پر رنگ چڑھانے کے لئے طرح طرح کے افسانے گڑھے گئے ہیں اسی طرح شہادت جناب زید کو سبک کرنے اور عظمت شہادت کو گھٹانے کے لئے سلطنت بنوامیہ کے وظیفہ خوار محدثین نے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی ہے لیکن حقیقت کا چہرہ چھپائے چھپ نہیں سکتا باطل کی نقاب سے روئے منور حق پوشیدہ نہیں کیا جاسکتا' علامہ شیخ مفید علیہ الرحمہ کا قول ہم اس سے قبل نقل کرچکے ہیں جناب زید نے صرف امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور عوض خون امام حسین علیہ السلام کے لئے جنگ کی تھی۔

ایک جلیل القدر سنی عالم علامہ ابن ابی الحدید معتزلی شرح نہج البلاغہ میں فرماتے ہیں کہ:

ومن تقبل مذاهب الاسلاف وفی اباء الفيم وكراهة الذل واختار القتل علىٰ ذلك وان يموت كريماً ابوالحسين زيد بن على بن الحسين بن على بن ابى طالب عليهم السلام (شرح ابن ابی الحدید معتزلی ج۱ ص۳۱۶)

وہ افراد کہ جنہوں نے اسلاف کے راستہ کو ظلم وجور سے انکار

ذلت سے کراہت اور فضل و شرف کے اختیار کرنے کے لئے اور یہ کہ عزت کے ساتھ مرجائیں ان میں ابوالحسن زید بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب علیہم السلام بھی ہیں۔

جناب علامہ شیخ مفید اور علامہ ابن الحدید کے یہ اقوال اس مقصد بلند کو اچھی طرح واضح و روشن و منور کرتے ہیں جس کو لے کر جناب زید اٹھے تھے مصائب برداشت کئے تھے نیزہ و شمشیر کا نشانہ بنے تھے اور بالآخر ایک آزاد و جری حق پرست کی طرح دنیا سے گزر گئے مگر ذلت کا چہرہ نحس نہیں دیکھا۔ ظالم کے ظلم کے سامنے سرنگوں نہیں ہوئے تاریخوں کے مطالعہ سے آسانی سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ ہشام جو بنوہاشم اور شیعوں کے مٹانے پر کمر بستہ تھا اور اولاد حضرت علیؑ کو ذلیل و رسوا کرنا چاہتا تھا اس کے چشم ابرو کے اشارے یا صریح احکام کے مطابق اس کے عمال بھی اس مسئلہ میں عمل کرتے تھے اور چاہتے تھے کہ جناب زید کو ذلیل و خوار کریں اس کے لئے ہشام اور اس کے عمال نے مختلف طریقے اختیار کئے تھے پہلے ہم عمال ہشام کے مکر و فریب کو واضح کرتے ہیں اس کے بعد خود ہشام نے جو انداز اختیار کیا تھا اسے بیان کریں گے۔

جناب زید کے ساتھ عُمّالِ ہشام کی بے عنوانیاں

ہشام کے عمال میں خالد بن عبدالملک بن حارث بن حکم امیر مدینہ تھا اس کے سامنے جناب امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام کے

صدقات کا ایک جھگڑا جناب زید اور دیگر بنوہاشم کا پیش ہوا ابن ابی الحدید (ج۱ص۳۱۶) شرح نہج البلاغہ میں لکھتے ہیں کہ اس سے خالد بہت خوش ہوا اور اس کو اس طرح ہوا دی کہ جس سے سارا مدینہ دیگ کی طرح جوش کھانے لگا۔ دوسرے دن خالد نے اہل مدینہ کو جمع کیا۔

وهو يحب ان يتشاتما فذهب عبدالله قال زيد لاتعجل يا ابا محمد اعتق زيد مايملك ان خاصمك الى خالد ابد ثم اقبل على خالد فقال لاجمعت ذريت رسول الله صلى الله عليه وآله لامر ما كان يجمعهم عليه ابوبكر وعمر فقال خالد اما لهٰذ السفيه احد يكلمه۔

اور وہ یہ چاہتا تھا کہ جناب زید اور عبداللہ بن حسن یعنی حسن بن علی بن ابی طالب ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں چنانچہ جناب عبداللہ نے گفتگو شروع کی جناب زید نے موقع کی نزاکت اور خالد کے مقصد وارادہ کو معلوم کرنے کے بعد کہا کہ اے ابو محمد جلدی نہ کیجئے میں لڑائی فیصل کرانے کے لئے اگر خالد کے پاس آؤں تو جتنی چیزوں کا میں مالک ہوں ان سب کو خدا کی راہ میں لٹادوں گا اس کے بعد خالد کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ تم نے جس امر کے لئے ذریت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمع کیا ہے اس کے لئے تو ان کو ابوبکر وعمر بھی جمع نہیں کرتے تھے مقصد یہ ہے کہ اولاد رسول کو اس لئے جمع کرتا کہ وہ ایک دوسرے کو برا بھلا کہیں ایسا آج تک کسی نے نہیں کیا تھا۔ خالد نے یہ

سن کر کہا کہ کیا کوئی شخص اس مجمع میں نہیں ہے جو اس احمق (یعنی زید) سے کلام کرے۔ (شرح ابن ابی الحدید ص ج ا ص ۳۱۵)

ا۔ خالد کا یہ کلام سن کر ایک انصاری کھڑا ہوا اس نے خالد کی حمایت میں جناب زید حضرت امیر اور امام حسین کو بھی برا بھلا کہا اور اسی بات کو دہرایا جو خالد نے کہی تھی اس پر بات بہت بڑھی اور جناب زید کو یہ فرمانا پڑا کہ اے قریش کے لوگوں اب تو دین حسب و نسب دونوں جارہے ہیں غرض یہ کہ بالآخر اسی واقعہ کے بعد جناب زید مدینہ سے شام آئے تاکہ ہشام بن عبدالملک سے اس کی شکایت کریں۔

ناظرین اس مجمل واقعہ سے اندازہ کرسکتے ہیں کہ عمال بنو امیہ کس طرح بنو ہاشم کی تذلیل کرنا چاہتے تھے یقیناً اگر ہشام کا منشا نہ شریک ہوتا تو خالد ہرگز یہ جرأت نہ کرتا کہ بنو ہاشم بھرے مجمع میں ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہیں اور اہل مدینہ کی شماتت کا نشانہ بنیں مدینہ کے افراد بنو ہاشم اور ان بزرگوں کو ناسزا کلمات کہیں ہم جب ہشام کے برتاؤ کو آئندہ صفحات پر نقل کریں گے تو اس کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے گی۔

۲۔ ہشام کا دوسرا عامل جو جناب زید اور دیگر بنو ہاشم کی تذلیل کرنا چاہتا تھا یوسف بن عمر ثقفی تھا جس نے بالکل جھوٹ ہشام کو تحریر کیا کہ یزید بن خالد قسری نے زید بن علی اور قریش کے چند افرا کے پاس کچھ مال امانت رکھا ہے یزید نے اس کا اقرار کیا اور یزید کے ذمہ بیت المال کا کافی پیسہ باقی ہے جب یہ خط ہشام کو ملا اس زمانہ میں جناب زید اور حسن بن

حسن رصافہ میں موجود تھے ہشام نے ان حضرات سے دریافت کیا ان لوگوں نے حلفیہ بیان دیا کہ ہمارے پاس اس کی کوئی امانت نہیں ہے ہشام نے کہا مجھے آپ پر اعتماد ہے لیکن آپ یوسف کے پاس جایئے تاکہ یزید بن خالد کی موجودگی میں گفتگو ہو جائے جناب زید نے انکار کیا اور کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ میری توہین کرے گا ہشام نے کہا میں لکھے دیتا ہوں آدمی ساتھ بھیجتا ہوں الغرض جب آپ کوفہ پہنچے مدعی کا مقابلہ ہوا تو یزید بن خالد نے صاف صاف کہہ دیا کہ میں نے تو ان کے پاس کوئی امانت نہیں رکھی تھی لیکن یوسف نے اس کے بعد مجمع عام میں جناب زید سے قسم لی۔

ظاہر ہے کہ یوسف کی یہ سب حرکت صرف جناب زید کی توہین و تذلیل ہی کے لئے تھی۔

جناب زید کی ہشام کے ہاتھوں توہین

جناب زید اس کی اولاد تھے جس نے روز عاشورہ یہ کہا تھا کہ ذلت کی زندگی سے عزت کی موت اچھی ہے اس لئے آپ کسی وقت اور کسی حالت میں بھی ذلت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے آپ نے جب حاکم مدینہ کے ذلت آمیز برتاؤ کو دیکھا تو دمشق آئے تاکہ اس سے حاکم مدینہ کی شکایت کریں ہشام ابن عبدالملک نے عرصہ تک آپ کو ملنے کی اجازت نہیں دی جب آپ کوئی خط تحریر کرتے تھے تو اس کے نیچے

لکھ دیتا تھا کہ آپ اپنے وطن جایئے جناب زید فرماتے تھے کہ خدا کی قسم میں اب حارث کے بیٹے حاکم مدینہ کے پاس نہ جاؤں گا ایک عرصہ کے بعد اجازت بھی دی تو اس طرح کہ خود بہت اونچے محل پر جا کر بیٹھا اور ایک غلام کو حکم دیا کہ جب زید زینوں پر چڑھنے لگیں تو پوشیدہ طور پر وہ سنے کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں جناب زید بھاری بدن کے موٹے تازے انسان تھے زینوں پر چڑھنے لگے تو ایک زینے پر کھڑے ہو کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں ذلت کے ساتھ زندہ رہنا پسند نہیں کرتا ہوں خادم نے اس کی خبر ہشام کو دی جناب زید جب ہشام کے پاس پہنچے اور گفتگو شروع کی تو کسی بات پر آپ نے قسم کھائی قسم سن کر ہشام نے کہا کہ میں آپ کے قسم کی تصدیق نہیں کرتا ہوں جناب زید نے فرمایا کہ اللہ اسی کو بلند کرتا ہے کہ جس سے وہ راضی ہو اور اللہ جس سے راضی ہو اسے پست نہیں کرتا ہے۔

ہشام: مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ آپ خلافت کی تمنا رکھتے ہیں حالانکہ آپ اس کے اہل نہیں ہیں اس لئے کہ کنیز زادے ہیں۔

جناب زید: اس کا جواب ہے (تم سنو گے)

ہشام: ارشاد فرمایئے۔

جناب زید: اللہ کے نزدیک سب سے بلند و برتر درجہ نبوت کا ہے اس پر خداوند عالم نے جناب اسمٰعیلؑ بن ابراہیمؑ کو فائز کیا حالانکہ وہ کنیز زادے تھے اللہ انہیں کو اپنی نبوت کے لئے پسند کیا۔ اور انہیں کے صلب

سے افضل انبیاء جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو بھی پیدا کیا گیا۔ جو خیر البشر تھے۔

ہشام یہ جواب لاجواب سن کر مبہوت و ششدر رہ گیا کوئی جواب نہ بن پڑا تو برا بھلا کہنے پر اتر آیا چنانچہ اس فاسق و فاجر نے کہا کہ:

ہشام: تمہارے بھائی بقرۃ کیا کر رہے ہیں۔ (امام محمد باقر علیہ السلام کی اہانت کے لئے ہشام نے حضرت کو بقرۃ کہا تھا اس کا جو بھی اثر جناب زید پر نہ ہوتا کم تھا) چنانچہ انتہائی غیظ و غضب میں فرمایا۔

جناب زید: اے ہشام جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے تو میرے (بھائی کا) لقب باقر قرار دیا ہے تو بجائے رسولؐ کے عطا کردہ لقب کے اہانت کے لئے بقرہ کہہ رہا ہے اس موقعہ پر آیت قرآنی کے ایک ٹکڑے کی تلاوت کی جس کا حاصل یہ ہے کہ تم نے سخت ترین اختلاف کیا ہے۔

اے ہشام جب اختلاف ہی کرنا ہے تو وہ جنت میں ہیں تو ان سے آخرت میں اختلاف کرنا جس طرح دنیا میں مخالفت کرتا رہتا تھا (اے ہشام) وہ تو جنت میں داخل ہوں گے اور تو جہنم میں جائے گا۔

یہ کلام سنتے ہی ہشام بھی آپے سے باہر ہو گیا (اور سپاہیوں سے کہا)

ہشام: اس احمق و خفیف العقل (معاذ اللہ) کو نکالو اس بے دین کا یہ حکم سنتے ہی غلام اٹھے جناب زید کا ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا۔

ہشام: اس خائن کو (معاذ اللہ) اس کے عامل کے پاس لے جاؤ۔

جناب زید: خدا کی قسم اگر تو ہم کو حاکم مدینہ کے پاس بھیجے گا تو پھر ہم تو زندگی میں کبھی ایک جگہ جمع نہیں ہوں گے۔

الغرض جناب زید کو لوگ وہاں سے زبردستی لے کر مدینہ کی طرف چلے آپ کے ساتھ چند آدمی تھے حدود شام سے باہر لا کر آپ کو چھوڑ کر واپس چلے گئے جب وہ واپس ہو گئے تو جناب زید بجائے مدینہ جانے کے کوفہ کی طرف مڑ گئے اور کوفہ پہونچتے ہی آپ نے بیعت لینا شروع کر دیا اکثر اہل کوفہ نے آپ کے ہاتھ پر بیعت بھی کر لی۔

واقعۂ شہادت جناب زید

ہشام کے اس بدترین برتاؤ کے بعد جناب زید کے لئے کوئی چارہ ہی نہیں تھا کہ عزت کی موت مر جائیں جب آپ کوفہ تشریف لائے تو آپ کی بیعت اشراف و علماء کوفہ نے کی جن میں امام ابو حنیفہ بھی تھے پندرہ ہزار سے زیادہ لوگوں نے آپ کی بیعت کی جب یکم صفر کو جنگ کے لئے نکلے تو آپ کے ساتھ صرف تین سو تیرہ افراد تھے ادھر یوسف بن عمر کے ساتھ لشکر کثیر تھا مگر آپ کے ساتھیوں نے انتہائی شجاعت سے جنگ کی جب بنو امیہ شکست کھانے لگے تو تیروں کی بارش شروع کر دی ایک تیر آپ کی پیشانی پر لگا جب وہ نکالا گیا تو اسی کے ساتھ آپ کی روح گلشن جنت کی طرف پرواز کر گئی۔

لکھا ہے کہ شہادت کے بعد چھپا کر لاش کو آپ کے فرزند یحییٰ نے

نہر میں دفن کر کے اس پر پانی جاری کر دیا یوسف کو اس کی خبر ہو گئی اس نے لاش قبر کھود کر نکالا اور سر کاٹ کر ہشام کے پاس بھیج دیا جسم کے اعضاء بریدہ کر کے کیسانہ کوفہ میں سولی پر لٹکا دیا۔ پانچ سال تک یہ لاش برہنہ سولی پر چڑھی رہی جب ولید بن یزید بادشاہ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ لاش کو جلا کر راکھ پانی میں بہا دی جائے۔ رات کے وقت لاش سے نور ساطع ہوتا تھا اس سے مشک و عنبر کی خوشبو آتی تھی۔

محمد بن علی کوفی

محمد بن علی کوفہ کے رہنے والے تھے یوسف بن عمر عراق کے گورنر نے جناب زید بن امام زین العابدینؑ کی شہادت ۱۲۱ھ کے بعد انہیں گرفتار کر کے قید کر دیا تھا اور اسی حالت میں قتل کر دیے گئے۔

(تاریخ تدوین حدیث ص ۶۸)

مظالم دور حکومت ولید بن یزید بن عبدالملک متوفی ۱۲۶ھ

ولید بڑا فاسق و فاجر بادشاہ تھا اس کے حالات کا اجمالی تصور کے لئے تاریخ الخلفاء کا مندرجہ ذیل اقتباس کافی ہے موصوف فرماتے ہیں کہ:

ولید فاسق بڑا شرابی اور محرمات پروردگار عالم کا ارتکاب کرنے والا تھا اس نے حج کا ارادہ کیا تاکہ پشت کعبہ پر بیٹھ کر شراب پیئے۔ اس کے

فسق کے سبب سے لوگ اسے دشمن رکھنے لگے اور حملہ کر دیا اور جمادی الآخرہ ۱۲۶ھ میں قتل کر دیا گیا۔

جب اس کا محاصرہ کیا گیا تو اس نے کہا کہ میں نے کیا تمہارے عطیہ میں اضافہ نہیں کیا تمہاری زحمتوں کو دور نہیں کیا تمہارے فقراء کو عطیے نہیں دئے۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ اپنے ذاتی شکایات کی بناء پر تم پر حملہ آور نہیں ہوئے ہیں بلکہ ہمارا اعتراض تم پر یہ ہوا کہ جن چیزوں کو خدا نے حرام قرار دیا ہے تو ان کی ہتک و حرمت کرتا ہے شراب پیتا ہے۔ باپ کی تصرف کردہ کنیزوں سے نکاح کرتا ہے اور احکام خدا کو سبک کرتا ہے۔

(تاریخ الخلفاء ص ۱۷۴)

ایک دن اس نے قرآن مجید سے تفاول کیا تو یہ آیت نکلی کہ واستفتحوا وخاب کل جبار عنید... اور ہر جبار و سرکش ناکامیاب ہے۔ یہ دیکھ کر اس نے یہ اشعار پڑھنا شروع کئے جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے قرآن تو مجھے جبار و سرکش کہہ کے دھمکا رہا ہے پس میں وہی جبار و سرکش ہوں اور جب تو قیامت کے دن اپنے پالنے والے کے پاس پہونچنا تو کہہ دینا کہ مجھے ولید نے پارہ پارہ کیا ہے۔

اس نے اپنے باغ میں ایک حوض بنایا تھا جس میں شراب بھر دی جاتی تھی اور وہ اس میں اتر جاتا تھا اور اتنی پیتا کہ کنارے خالی ہو جاتے

تھے۔ خلیفہ ہونے کے بعد پہلا کام اُس نے یہ کیا کہ حاکم کوفہ کو لکھا کہ جناب زید شہید کے لاشے کو سولی سے اُتار کر مع لکڑی کے جلادیا جائے اور راکھ دریا میں بہادری جائے چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی۔ اسی کے دور حکومت میں جناب یحیٰ ابن زید شہید کئے گئے۔

یحیٰ ابن زید متوفی ۱۲۶ھ

جناب یحیٰ ۱۰۷ھ پیدا ہوئے ان کی والدۂ ماجدہ ریطہ بنت ابی ہاشم عبداللہ ابن محمد حنفیہ تھیں جب جناب زید کوفہ میں درجۂ شہادت پر فائز ہوئے تو جناب یحیٰ باپ کے ساتھ موجود تھے باپ کو دفن کیا اور صیانۃ السبع میں قیام کیا سوائے دس آدمیوں کے باقی لوگ بھاگ کھڑے ہوئے سلمیٰ ابن ثابت کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ اب کیا ارادہ ہے آپ نے فرمایا کہ میں نہرین جانا چاہتا ہوں اس وقت آپ کے ساتھ ابو صبار عبدی موجود تھا۔ میں نے کہا کہ اگر آپ نہرین جانا چاہتے ہیں تو بہتر ہے کہ ہم لوگ یہیں پر قتل ہو جائیں۔ جناب یحیٰ نے کہا کہ میں کربلا جانا چاہتا ہوں تو میں نے کہا کہ تو پھر جلدی کیجئے صبح سے پہلے نکل چلئے چنانچہ ہم نے سابق کو بلایا وہ اپنے گھر سے نکلا اور جناب یحیٰ کو اپنے گھر میں مقیم کیا اور خود مقام فیوم چلا گیا۔

جناب یحیٰ کربلا سے مدائن گئے اس کی خبر یوسف ابن عمر کو ہوئی اُس نے ان کے تلاش کے لئے حریث ابن ابو جہم کلبی کو بھیجا جب وہ مدائن

پہونچا تو جناب یحیٰ رے چلے گئے تھے۔ وہاں سے سرخس پہونچے جہاں چھ مہینے قیام کیا۔ پھر سرخس سے بلخ پہونچے وہاں حریش ابن عبدالرحمٰن شیبانی کے یہاں قیام کیا اور ہشام بن عبدالملک کے مرنے کی خبر ملی۔ یوسف نے حاکم خراسان نصر ابن سیار کو لکھا کہ یحیٰ ابن زید حریش کے یہاں مقیم ہیں۔ نصر نے عقیل بن معقل لیثی کو جو عامل بلخ تھا تحریر کیا کہ حریش کو گرفتار کرلو یا تو وہ یحیٰ کو لائے یا اُسے سزا دو یہاں تک کہ مرجائے عقیل نے حریشکو گرفتار کیا اور اس سے کہا کہ یحیٰ کو حاضر کرو ورنہ میں تمہیں مارڈالوں گا اور اُسے چھ سو کوڑے مارے حریش نے کہا کہ اگر یحیٰ میرے زیر قدم ہوتے تو میں اپنا قدم نہ اٹھاتا جو تیرا جی چاہے کر۔ اس وقت قریش ابن حریث اٹھا اور عقیل نے اس کے ساتھ کچھ لوگوں کو بھیجا اور جناب یحیٰ گرفتار ہوئے ان کے ساتھ یزید بن عمر اور فضل غلام عبدالقیس بھی تھا عقیل نے جناب یحیٰ کو نصر بن سیار کے پاس بھیج دیا نصر نے زنجیروں میں جکڑ کر قید خانے میں ڈال دیا اور اس کی اطلاع یوسف بن عمر کو دی یوسف نے اس کی اطلاع ولید کو دی ولید نے حکم دیا کہ جناب یحیٰ اور ان کے ساتھیوں کو چھوڑ دیا جائے۔۔ جب جناب یحیٰ چھوڑ دیے گئے اور ان کی ہتھکڑیاں اور بیڑیاں کاٹی تو کچھ مالدار شیعہ لوہار کے پاس آئے اور کہا کہ ان ہتھکڑیوں کو ہمارے ہاتھ بیچ دے قیمت بڑھنا شروع ہوئی یہاں تک کہ بیس ہزار درہم تک پہونچ گئی لوہار ڈرا کہ اگر یہ خبر مشہور ہوگئی تو مجھ سے مال چھین لیا جائے گا اس لئے شیعوں سے کہا کہ تم

لوگ مال جمع کر کے میرے پاس آؤ جب وہ لوگ مال لے کر آئے تو اس نے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں کے ٹکڑے کر کے بانٹ دیا اور قیمت لے لی۔ شیعوں نے ان ٹکڑوں کو برکت کے لئے انگوٹھیاں بنوالیں۔ قید سے چھوٹنے کے بعد جناب یحیٰ پھر سرخس واپس آئے وہاں جب پہونچے تو نصر بن سیار نے عامل سرخس کو لکھا کہ جناب یحیٰ سے جنگ کی جائے چنانچہ اس نے دس ہزار کے لشکر سے حملہ کیا جناب یحیٰ کے ساتھ صرف ستّر آدمی تھے لیکن اس کے لشکر کو شکست دے دی سردار لشکر کو قتل کیا وہاں سے حراۃ وہاں سے جرجان پہونچے اور جرجان سے قریہ ارغوی میں آئے یہاں نصر بن سیار کا بھیجا ہوا آٹھ ہزار کا لشکر مسلم ابن احوز کی سرکردگی میں پہونچا تین دن تک شدید جنگ ہوئی۔ جناب یحیٰ کے کل ساتھی قتل ہوئے ایک تیر ان کی پیشانی میں لگا جس سے ان کی شہادت واقع ہوئی ان کا سر کاٹ کر نصر بن سیار کے پاس بھیج دیا گیا اور اس نے اسے ولید بن یزید کے پاس بھیج دیا اور جناب یحیٰ کی لاش جرجان کے دروازے پر سولی پر لٹکا دی گئی اور باپ کی طرح تقریباً ۱۳۱یا ۱۳۲ ہجری تک اسی طرح سولی پر لٹکی رہی ابو مسلم خراسانی جب غالب آیا تو اس نے لاش سولی سے اتروا کر دفن کرائی۔

جناب کمیت بن زید اسدی متوفی ۱۲۶ھ

جناب کمیت اپنے عصر کے بہترین شاعر مداح و محبّ اہلبیتؑ تھے

بڑے جری و شجاع و بہادر و حق گو و حق پرست تھے انہوں نے اس زمانہ میں مدحِ اہلبیتؑ میں زبان کھولی ہے جب محبت اہلبیتؑ بدترین جرم شمار کی جاتی تھی۔ شیعیان علیؑ کی زبانیں گدّی سے کھینچی جاتی تھیں ان کے گھر اُجاڑ دیئے جاتے تھے وہ صولی پر چڑھا دیئے جاتے تھے زندہ در گور کر دیئے جاتے تھے لیکن انہوں نے اس ہولناک و پُر آشوب و خونی دور میں جن لوگوں نے کھل کر فضائل اہلبیتؑ کو اشعار کے ذریعہ نشر کیا ہے ان میں سر فہرست ابو فراس فرزدق اور جناب کمیت بن زید اسدی ہیں لیکن جناب کمیت کو یہ خصوصیت بھی حاصل ہے کہ وہ کھل کر فضائل اہلبیتؑ کے ساتھ معائب بنوامیہ کو بھی بیان کرتے تھے۔ ان کے معائب و فسق و فجور کو جناب کمیت نے صرف نظم ہی نہیں کیا بلکہ اسے نظم کے بعد شہرت بھی دیتے تھے۔

جناب کمیت ۶۰ھ میں پیدا ہوئے ان کے فضل و شرف میں بہت سی روایتیں ہیں۔ جناب کمیت کا شمار اصحابِ امام محمد باقر و امام جعفر صادقؑ علیہما السلام میں ہوتا ہے۔

یہ ایک دن امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ درد بن زید کہتا ہے کہ میں نے حضرت سے عرض کیا کہ کمیت حاضر خدمت ہیں حضرت نے فرمایا کہ بلا لا جناب کمیت حاضر ہو کر حضرت سے شیخین کے متعلق کچھ دریافت کیا تو حضرت نے فرمایا کہ جو خون بھی بہائے گئے ہیں اور جو احکام خدا اور رسولؐ و امیر المومنینؑ کے احکام کے خلاف ہیں وہ

انہیں کے گردن پر ہے کمیت نے عرض کیا اللہ اکبر اللہ اکبر بس میرے لئے کافی ہے بس میرے لئے کافی ہے۔ (تنقیح المقال ج ۲ ص ۴۱)

کمیت ناقل ہیں کہ ایک مرتبہ امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا حضرتؑ نے فرمایا کہ اے کمیت اگر میرے پاس مال ہوتا تو تمہاری مدد کرتا لیکن تمہارے لئے وہ کہتا ہوں جو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حسانؓ کے لئے کہا تھا۔ اے کمیت جب تک ہماری مدد کرتے رہو گے روح القدس تمہارے ساتھ رہیں گے۔ اس کی روایت علامہ کلینی علیہ الرحمہ نے کافی میں عقبہ کے واسطے سے جناب کمیت سے کی ہے۔ (تنقیح المقال ج ۲ ص ۴۱)

علامہ مسعودی نے مروج الذہب میں نقل کیا ہے کہ:

جب جناب کمیت نے قصیدہ ہاشمیات کو نظم کیا تو بصرہ میں فرزدق کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ اے ابو فرس آپ کے بھائی کا بیٹا ہوں۔ فرزدق نے کہا تم کون ہو کمیت نے اپنا نام و نسب بیان کیا فرزدق نے کہا تم سچ کہتے ہو اچھا بتاؤ تمہاری حاجت کیا ہے۔ کمیت نے کہا کہ آپ ہمارے شہر کے بزرگ شاعر ہیں میں نے کچھ شعر کہے ہیں چاہتا ہوں کہ انہیں آپ کی خدمت میں پیش کروں اگر اچھے ہوں تو آپ انہیں شہرت دینے کی اجازت دیں تو انہیں مشہور کر دوں اور اگر آپ اجازت نہ دیں تو میں ان کو چھپاؤں فرزدق نے کہا اپنے اشعار پیش کرو۔ کمیت نے شعر پڑھنا شروع کیا آخر میں جب اہلبیتؑ کی مدح شروع کی تو پھڑک

اٹھے اور کہا خدا تیرا بھلا کرے۔

بہترین شعر کہا ہے بہترین شعر کہا ہے

اس لئے کہ تو اوباش لوگوں کے طریقہ کو ترک کر کے افراد خاندانِ نبوت کی مدح میں مشغول ہے سننے کے بعد فرزق نے کہا کہ تو اپنے قصیدہ کو ضرور مشہور کر ضرور مشہور کر اور دشمنوں کو ذلیل کر تو گذشتہ اور موجودہ شعراء میں سب سے بہتر شاعر ہے۔ (مروج الذہب ج ۳ ص ۲۴۲)

جناب کمیت کے مدح اہلبیتؑ اور دشمنی دشمنان آل محمدؐ کے سبب سے عبدالملک حجاج اور دیگر عمال و خلفائے بنوامیہ دشمن ہو گئے تھے چنانچہ انہوں نے روپوش رہنا شروع کیا۔ ایک دن جناب کمیت یوسف بن عمر کے پاس بیٹھے تھے کہ آٹھ سپاہی تلوار لئے ہوئے ٹوٹ پڑے اور جب تک ان کی شمع حیات گل نہیں ہو گئی تلواریں مارتے رہے لیکن جوش محبت اہلبیتؑ کی حالت یہ تھی کہ جب تک تلواریں پڑنے کی حالت میں آخری وقت بھی آنکھ کھولی تو پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ اللھم آل محمدؐ اللھم آل محمدؐ پالنے والے آل محمدؐ پالنے والے آل محمدؐ۔

(الشیعہ والحاکمون ص ۱۲۶)

زندہ باد کمیت بن زید پائندہ باد کمیت بن زید یہ ہے سچی محبت اسے کہتے ہیں آل محمد علیہم السلام کا سچا اخلاص جناب کمیت کی شہادت ۱۲۶ھ میں واقع ہوئی۔

جناب خشخاش ازدی متوفی ۱۲۶ھ

جب جناب یحیٰی بن زید بن علی بن ابی طالبؑ علیہ السلام مقام ارغویٰ میں ولید کے عامل نصیر بن سیار کی فوج سے جنگ کر رہے تھے ابوالعجارم حنفی اور خشخاش ازدی بھی آکر جنگ میں شریک ہوگئے اور جب وہ درجۂ شہادت پر فائز ہوئے خشخاش گرفتار کئے گئے اور نصیر بن سیار کے سامنے پیش کئے گئے اس نے ان کے ہاتھ پیر کاٹ دئے اور قتل کر دیا۔ (مقاتل الطالبین ص ۱۰۷)

عبداللہ بن محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالبؑ

جناب عبداللہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے ان دونوں بزرگواروں کی والدہ کا نام ام فروہ بنت قاسم تھا جو کہ محمد بن ابی بکر کی پوتی تھیں اور ام فروہ کی والدہ کا نام اسماء بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکر تھا جناب عبداللہ کا لقب ''دقدق'' تھا۔

جناب عبداللہ کی شہادت کے سلسلہ میں ابوالفرج اصفہانی نے مقاتل الطالبین میں لکھا ہے کہ بنی امیہ کے ایک شخص کے پاس تشریف لائے اس نے ان کو قتل کرنا چاہا انہوں نے کہا مجھے قتل نہ کر میں صرف خوشنودیٔ خدا کے لئے تیرا جاسوس اور مددگار رہوں گا۔ اموی نے کہا کہ آپ کو یہ بات کہاں حاصل ہے اور ایک گھنٹہ کے بعد شربت میں زہر ملا کر پلا دیا اور یہ شہید ہوگئے۔ شرح شافیہ ابو فراس میں بھی یہ واقعہ ص ۱۵۵ پر مذکور ہے۔

عبیداللہ بن حسین

جناب عبیداللہ بن حسین امام زین العابدینؑ کے پوتے تھے اور ان کی والدہ ام خالد بنت حسین بن مصعب بن زبیر بن عوام تھیں اور ام خالد کی ماں کا نام اسینہ بنت خالد بن زبیر تھا ابو مسلم خراسانی نے ان کو زہر دے کر شہید کیا لیکن یحیٰ بن حسن علوی جو بنی ہاشم کی فرد تھے انہوں نے اس واقعہ کو ذکر نہیں کیا بلکہ کہا ہے کہ عبداللہ اپنے والد کے زمانۂ حیات میں انتقال کر چکے تھے۔

للہ الحمد والشکر کہ ہم آج ۲۲ رجب ۱۳۸۷ھ کو اس جلد کی تکمیل سے فارغ ہو گئے۔ ارباب علم و صاحبان نظر سے گزارش ہے کہ ہمارے اغلاط کو دامن عفو میں چھپا کر ہم کو ممنون فرمائیں گے اس لئے کہ انتقال پُر ملال حبیب وفی صدیق صفی سلطان المحققین سعید الملت والدین طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کے سبب سے دل و دماغ اتنا متاثر ہیں کہ خود اپنی تحریر پر اعتماد دشوار ہو گیا ہے۔

انشاء اللہ اس کے بعد مصائب الشیعہ کی پانچویں جلد زیور طبع سے آراستہ ہو گی جس میں دور حکومت بنی عباس میں شیعوں پر جو مظالم ہوئے ہیں تحریر کئے جائیں گے۔

سعادت حسین

ماخذ کتاب مصائب الشیعہ حصۂ چہارم

۱۔ مناقب علامہ محمد بن علی بن شہر آشوب
۲۔ البدایۃ والنہایہ۔ علامہ ابو الفداء
۳۔ مدارج النبوۃ
۴۔ مفاتیح الغیب۔ علامہ فخر رازی
۵۔ تفسیر بیضاوی
۶۔ وسیلۃ النجات۔ ملا مبین فرنگی محلی لکھنوی
۷۔ تفسیر کشاف
۸۔ شرح نہج البلاغہ علامہ ابن ابی الحدید
۹۔ رسائل علامہ جاحظ
۱۰۔ عمدہ علامہ ابن بطریق
۱۱۔ تطہیر اللسان والجنان
۱۲۔ صحیح بخاری۔ محمد ابن اسمٰعیل
۱۳۔ حیوۃ الحیوان۔ محمد ابن موسیٰ دمیری
۱۴۔ النصائح الکافیہ۔ علامہ محمد بن عقیل
۱۵۔ تاریخ الخلفاء۔ علامہ سیوطی
۱۶۔ انساب الاشراف۔ علامہ بلاذری
۱۷۔ تاریخ الامم والملوک۔ علامہ طبری

۱۸۔ الاخبار الطّوال

۱۹۔ مصائب الشیعہ

۲۰۔ فتح الباری۔ علامہ ابن حجر

۲۱۔ مروج الذہب۔ علامہ مسعودی

۲۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر

۲۳۔ نفائس المنن مولانا علی حیدر کاکوروی ضلع لکھنؤ

۲۴۔ الشیعہ والحاکمون۔ جواد مغنیہ

۲۵۔ تاریخ اصفہان دری

۲۶۔ غنیۃ الطالبین۔ شیخ عبد القادر جیلانی

۲۷۔ نظم درر السمطین۔ علامہ محمد بن یوسف زرندی

۲۸۔ جواہر العقدین۔ علامہ علی بن عبد اللہ سمہودی

۲۹۔ عبقات الانوار۔ علامہ کبیر مولانا سید حامد حسین صاحب اعلی اللہ مقامہ

۳۰۔ جواب الجواب

۳۱۔ تاریخ عزاداری۔ علامہ سید سبط الحسن فاضل ہنسوی ضلع فتح پور

۳۲۔ صحیح مسلم۔ حجاج بن مسلم قشیری

۳۳۔ ترجمہ صواقع محرقہ جہرمی

۳۴۔ مقتل خوارزمی

۳۵۔ مسند احمد بن حنبل

۳۶۔ صواعق محرقہ۔ ابن حجر مکی

۳۷۔ صحیح ترمذی

۳۸۔ ماثبت من السنۃ۔ شیخ عبد الغفور دہلوی

۳۹۔ استیعاب علامہ ابن عبد البر

۴۰۔ اصابہ فی معرفۃ الصحابہ

۴۱۔ مکیہ شرح قصدہ ہمزیہ

۴۲۔ ہدایۃ السعداء

۴۳۔ ینابیع المودۃ۔ شیخ سلیمان بلخی قندوزی

۴۴۔ ترجمہ مجالس المومنین

۴۵۔ تنقیح المقال۔ علامہ مامقانی

۴۶۔ معرفۃ اخبار الرجال

۴۷۔ حبیب السیر۔ خواند میر

۴۸۔ مقاتل الطالبین۔ ابو الفرج اصفہانی

۴۹۔ بحار الانوار۔ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ

۵۰۔ الکنی والقاب علامہ شیخ عباس قمی

اغلاط مصائب الشیعہ حِصّۂ اول

ص ج انتساب کی آخری سطر میں بطن کے بعد مادر بڑھالیں
ص ی سطر ۵ دہانے صحیح ہے
ص یا سطر ۱۸ نصیحت صحیح ہے
ص یب سطر مفاہیم صحیح ہے
ص یز سطر ۸ اور رہم برہم صحیح ہے
ص یح سطر ۶ ہندوؤں صحیح ہے
ص یح سطر ۱۳ آخر وقت تک صحیح ہے
ص کب سطر ۴ ذریعہ صحیح ہے
ص ۶ سطر ۴ بفرض صحیح ہے
ص ۱۰ سطر ۷ و ۱۰ ٹھیری صحیح ہے
ص ۱۱ سطر ۱۵ ازیر نظر صحیح ہے
ص ۱۲ سطر ۵ صفحہ ۶۷ سے ص ۸۳ صحیح ہے
ص ۱۴ سطر اول چشم صحیح ہے
ص ۱۵ سطر ۶ لاجوردی صحیح ہے
ص ۱۵ سطر ۱۱ از ۶۰ھ تا ۱۲۷ھ صحیح ہے
ص ۱۵ سطر ۱۲ از ۱۲۷ھ تا ۱۳۲ھ صحیح ہے
ص ۱۵ سطر ۱۳ از ۱۳۲ھ تا ۱۷۰ھ صحیح ہے
ص ۱۵ سطر ۱۴ از ۱۷۰ھ تا ۲۴۷ھ صحیح ہے
ص ۱۵ سطر ۱۵ از ۲۴۷ھ تا ۳۲۹ھ جلد ہفتم میں۔ صحیح ہے
ص ۱۶ سطر ۶ تھے صحیح ہے
ص ۱۶ حاشیہ سطر ۴ ملیامیٹ صحیح ہے
ص ۱۷ سطر ۱۵ انکار صحیح ہے
ص ۱۷ سطر ۱ مقررہ صحیح ہے
ص ۱۹ سطر ۷ قتا کاٹ دیں
ص ۱۹ ینابیع المودہ صحیح ہے
ص ۲۱ سطر ۱۲ حیات نبی و علی میں صحیح ہے
ص ۲۲ سطر ۱۸ قاتل صحیح ہے
ص ۲۴ سطر ۱۰ مزہ صحیح ہے

ص ۲۶ سطر ۲ روایات صحیح ہے
ص ۲۷ سطر ۱۹ بچھا صحیح ہے
ص ۳۴ سطر ۱۹ بعد پیغمبر اسلامی ہے
ص ۴۱ سطر ۱۸ نزھۃ المجالس صحیح ہے
ص ۴۲ سطر ۱ عنہ صحیح ہے
ص ۴۶ سطر ۱۳ اصحاب، سطر ۱۹ و ۱۸ غصب صحیح ہے
ص ۵۲ سطر ۷ ادعوؤں کی صحیح ہے
ص ۵۸ سطر ۱۳ ابو قتادہ صحیح ہے و سطر ۱۱ کی صحیح ہے
ص ۶۴ سطر ۶ بنیں صحیح ہے
ص ۶۸ سطر ۱۲ حنفیہ صحیح ہے
ص ۶۹ سطر ۱۴ اجتناب صحیح ہے
ص ۷۰ سطر ۳ بہائی صحیح ہے و سطر ۵ تذکرہ صحیح ہے
ص ۷۲ سعد بن وقاص صحیح ہے
ص ۷۳ سطر ۵ قائم مقام و سطر ح ۱۵ گذشتہ صحیح ہے
ص ۷۵ سطر ۲ لفظ عمر صحیح ہے
ص ۸۰ سطر ۳ و ۷ کامل بہائی و حضر موت صحیح ہے
ص ۸۵ سطر ۱۴ اس کے و سطر ۱۸ بھیجا صحیح ہے
ص ۸۶ سطر ۱۶ گذرے صحیح ہے
ص ۹۰ سطر ۷ گذشتہ صحیح ہے
ص ۹۴ سطر ۱۱ لئے صحیح ہے
ص ۱۰۰ سطر ۴ لشکر عمر سعد میں صحیح ہے
ص ۱۰۱ سطر ۵ حضر موت صحیح ہے
ص ۱۰۵ سطر ۱۔ استدلال و سطر ۱۱ اسی کی صحیح ہے
ص ۱۱۵ سطر ۵ ذکر کے بعد کر اضافہ ہے
ص ۱۱۶ سطر ۶ و ۱۷ مجالس المومنین و تحریر صحیح ہے
ص ۱۱۸ سطر ۵ کہا جاتا صحیح ہے
ص ۱۲۱ سطر ۴ کامل بہائی و سطر ۶ بیعت صحیح ہے
ص ۱۲۲ سطر ۱۵۔ اسے و سطر ۱۷ اچھے صحیح ہے

ص۱۲۴ سطر ۴ کامل بہائی صحیح ہے

ص۱۳۲ سطر ۸ جھوٹا صحیح ہے

ص۱۳۵ سطر ۱۴ وسلم وسطر ۱۵ مشرکین صحیح ہے

ص۱۳۷ سطر ۱۹ اخبار صحیح ہے

ص۱۴۰ سطر ۱ الجنیہ صحیح ہے

ص۱۴۵ سطر ۱۴ ابودرداء صحیح ہے

ص۱۴۹ سطر ۸ ہارون صحیح ہے

ص۱۵۱ سطر ۱۷ حالات صحیح ہے

ص۱۶۳ سطر ۸ ابوذر صحیح ہے

ص۱۹۹ سطر ۱۸ بچانے صحیح ہے

ص۲۰۰ سطر ۱۶ داڑھی صحیح ہے

ص۲۰۸ سطر ۷ دوسرے کے صحیح ہے

ص۲۰۹ سطر ۱۴ گدلا صحیح ہے

ص۲۱۰ سطر ۱۷ القامت صحیح ہے

ص۲۱۱ سطر ۱۰ انس کی صحیح ہے

ص۲۱۲ سطر ۱۵ ان کی ماں صحیح ہے

ص۲۲۸ سطر ۱۱ کامل بہائی صحیح ہے

ص۲۳۸ سطر ۶ جن کی صحیح ہے

اغلاط مصائب الشیعہ حصّۂ دوم

ص۱۱ سطر ۲ متحدہ صحیح ہے

ص۱۲ سطر ۱۰ اس پر صحیح ہے

ص۱۶ سطر ۱۵ افراد کی وسطر ۷ غصب صحیح ہے

ص۱۸ سطر ۱۳ اس کی صحیح ہے

ص۲۳ سطر ۵ بہانے صحیح ہے

ص۲۵ سطر ۸ علیؑ کی صحیح ہے

ص۲۸ سطر ۱۹ الصارم المسلول صحیح ہے

ص۳۴ سطر ۹ بالجملہ صحیح ہے

ص۵۲ سطر ۱۹ اس کی صحیح ہے

ص۶۰ سطر ۱۱ قرعلی صحیح ہے

ص۷۷ سطر ۶ حضرت رضا صحیح ہے

ص۸۱ حاشیہ سطر ۱۶ علیؑ صحیح ہے

ص۸۳ سطر ۱۸ ان سے صحیح ہے

ص۸۸ سطر ۴ میں صحیح ہے

ص۱۰۳ سطر ۴ تحریر صحیح ہے

ص۱۳۶ سطر ۱۳ شمار کرنا صحیح ہے

ص۱۳۸ سطر ۸ ہمزہ زائد ہے

ص۱۳۹ سطر ۸ گناہ نہ ہوگا صحیح ہے

ص۱۴۶ سطر ۲ یہ تھے ایک دفع زیادہ ہے وسطر ۱۸ تحریر کے بعد (ر) زیادہ ہے

ص۱۴۸ سطر ۱۲ اپنی عمر صحیح ہے

ص۱۴۸ سطر ۱۳ کرنے کا صحیح ہے

ص۱۵۵ سطر ۱۲ مغفل صحیح ہے

ص۱۵۸ سطر ۱ قبیحة صحیح ہے وسطر ۱۶ الیسوا صحیح ہے

ص۱۶۲ سطر ۹ "الامامة والسیاسة" صحیح ہے

ص۱۶۳ سطر ۸ "کتاب الامامة والسیاسة" صحیح ہے

ص۱۷۴ سطر ۲ تحریر صحیح ہے

ص۱۷۸ سطر ۱۳ اسی صفحہ صحیح ہے

ص۱۸۸ سطر ۶ تحریر۔ فرمائیے صحیح ہے

ص۱۹۶ سطر ۱۳ ہڈیاں صحیح ہے

ص۲۰۲ سطر ۴ زبردستی صحیح ہے

ص۲۲۳ سطر ۹ کے پاس صحیح ہے۔ کے زیادہ ہے

ص۲۲۴ سطر ۱۶ امیر المومنین صحیح ہے

ص۲۲۷ سطر ۱۳ اُس صحیح ہے

ص۲۳۴ سطر ۳ "اسنی المطالب" صحیح ہے